عطاء الرّب علی ھدایۃ النحو

ابو حسان محمد عنصر خان

عطاری مدنی عفی عنہ

صاحبِ ہدایۃ النحو کے حالات زندگی

نام: الشیخ ابو الحیان سراج الدین محمد بن یوسف بن علی بن حیان الاندلسی

ولادت: آپ کی ولادت اندلس کے شہر غرناطہ میں شوال المکرم 654 سن ہجری میں ہوئی۔

اساتذہ کرام: آپ نے فن تجوید ابو محمد عبدالحق سے ،فن قراءت ابوجعفر غرناطی اورحافظ ابوعلی حسین بن عبدالعزیز سے، علم فقہ علم الدین عراقی سے، علم منطق ابوجعفر بن زبیر سے اور علم نحو ابوالحسن ابوجعفر بن زبیر، ابوجعفر لیلی اور ابن صائغ سے سیکھا۔

علوم میں مہارت: آپ نے ابتدائی عمر میں ہی حفظ قرآن کے ساتھ ساتھ علم قراءت، علم حدیث اور دیگر کئی علوم میں مہارت حاصل کرلی تھی۔ آپ کی قابلیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ علامہ جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جب علمِ نحو پر اپنی کتاب "**جمع الجوامع**" لکھی تو فرمایا: "میں نے جو کچھ بھی اس کتاب میں لکھا ہے وہ ابوحیان کی تصانیف سے ماخوذ ہے۔" دیگر علوم کی نسبت علم نحو میں کمالِ مہارت کی وجہ سے آپ کے ہمعصر صلاح الدین صفوی فرماتے ہیں: "**کان امیر المؤمنین فی النحو**" یعنی ابوحیان نحو میں امیر المؤمنین تھے۔

تلامذہ: آپ کے تلامذہ کی تعداد کا تعین تو نہیں ہو سکتا لیکن اتنا ضرور ہے کہ جنہوں نے بھی آپ سے سیکھا ہے کمال سیکھا ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ ابن عقیل اور ابن ہشام جیسے جید علماء آپ ہی کے شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں۔

تصانیف: آپ نے تقریباً 65 عربی اور فارسی زبان میں کتب تصنیف فرمائی ہیں جن میں سے چند کے نام یہ ہیں:
البحر المحیط، شرح تسهیل، منهج السالک شرح الفیه ابن مالک، هدایة النحو۔

وفات: ایک قول کے مطابق آپ کی وفات 743ھ جبکہ دوسرے قول کے مطابق 745ھ میں ہوئی۔

علم نحو کا تعارف

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو زبان نعمت عطا کی ہے جس کی بدولت یہ اپنا مافی الضمیر بیان کر سکتا ہے۔اور یہ وہ نعمت ہے جس کی وجہ سے انسان حیوان سے ممتاز و ممیز ہے۔ قرآن وسنت کو بھی اسی زبان کے ذریعے سمجھا اور سمجھایا جاتا سکتا ہے لیکن اس کے لیے صرف ونحو کا علم ہونا بہت ضروری ہے۔اسی لیے کہا جاتا ہے:"**الصرف ام العلوم والنحو ابوھا**"علم صرف علوم کی ماں ہے اور نحو علوم کا باپ۔چونکہ ہماری یہ کتاب فن نحو کے بارے میں ہے اس لیے اس کی اہمیت بھی ہمارے اذہان میں ہوناضروری ہے تاکہ اسے سیکھنے کی تشویق پیدا ہو۔اہل علم حضرات نحو ہی کے بارے میں کہتے ہیں:"**النحو فی الکلام کلمح فی الطعام**"یعنی نحو کلام میں ایسے ہی اہمیت رکھتاہے جس طرح نمک کھانے میں۔امیر المؤمنین سیدنافاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:"**تعلموا النحو کما تعلمون السنن والفرائض**"نحو کو اس طرح سیکھو جیسے تم سنن وفرائض کو سیکھتے ہو۔[1] نیز امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:"**من تبحر فی النحو اھتدی الیٰ کل العلوم**"[2]

نحو کا لغوی معنی: لغت میں لفظ نحو کے مختلف معانی ہیں، قصد کرنا، جہت، سمت، مثل وغیرہ

اصطلاحی تعریف:"النحو علم باصول یعرف بھا احوال اواخر الکلم الثلٰث من حیث الاعراب والبناء وکیفیۃ ترکیب بعضھا مع بعض"نحو چند ایسے اصولوں کے علم کا نام ہے جن کے ذریعے تینوں کلمات (یعنی اسم، فعل، حرف) کے آخر کے احوال معرب و مبنی ہونے کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں اوران کلمات کو ایک دوسرے کے ساتھ ملانے کا طریقہ معلوم ہوتا ہے۔

غرض وغایت:"صیانۃ الذھن عن الخطاء اللفظی فی کلام العرب"کلام عرب میں لفظی غلطی سے ذہن کو بچانا۔

موضوع:"الکلمۃ والکلام"کلمہ اور کلام۔

علم نحو کا واضع: اس حوالے سے تین نام سامنے آتے ہیں: 1۔ خلیفہ ثانی سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ 2۔ خلیفہ رابع سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم 3۔ سیدنا ابو الاسود دُئلی۔

---

[1]: (غرر الخصائص الواضحۃ: ص221)

[2]: (شذرات الذھب؛ج2؛ص6)

علم نحو کی وضع کیسے ہوئی؟

زیادہ قوی اور مضبوط قول یہ ہے کہ علم نحو کی تالیف ابوالاسودُ دُئلی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم پر کی۔ وہ اس طرح کہ ایک مرتبہ ابوالاسود دئلی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو متفکر بیٹھے دیکھا تو وجہ پوچھی۔ آپ کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم نے فرمایا: میں نے یہ بات محسوس کی ہے کہ لغت عرب میں غیر عربوں کے اختلاط کی وجہ سے فساد پیدا ہو رہا ہے اس لیے میں نے کچھ قواعد مرتب کیے ہیں جن کہ وجہ سے اس فساد سے تحفظ ہو سکتا ہے۔ کچھ دن بعد جب دوبارہ ابوالاسود دئلی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں ایک ورقہ دیا جس میں لکھا تھا: "**بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم الکلام کله ثلثة اسم وفعل وحرف فالاسم ماانباءعن المسمی والفعل ماانباءعن الفاعل والحرف ماانباءعن معنیً لیس باسم ولا فعل**"

پھر فرمایا: آپ اس میں کچھ اضافہ کریں۔ چنانچہ ابوالاسود نے ایک مجموعہ بنا کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں پیش کیا جسے دیکھ کر آ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پ نے فرمایا: "**ما أحسن هذا النحو الذي نحوْتَ**" (یہ کتنا اچھا قصد ہے جو آپ نے کیا۔)[3] چونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خوشی کی وجہ سے اس مجموعہ پر "**النحو**" کا لفظ بولا تھا اسی وجہ سے اس علم کا نام "نحو" رکھا گیا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک اعرابی نے لوگوں سے درخواست کی کہ مجھے قرآن پاک پڑھایا جائے، چنانچہ ایک عجمی نے اسے قرآن پاک پڑھانا شروع کر دیا۔ پڑھتے پڑھتے جب وہ سورۂ براءۃ کی آیت نمبر 3 کے اس حصہ پر پہنچا" اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۙ۬ وَ رَسُوْلُهٗ ؕ "بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول مشرکوں سے بَری ہیں۔ تو عجمی نے "رَسُوْل" کو کسرہ سے پڑھا جس سے معاذ اللہ یہ معنی بن جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے بھی بَری ہے۔ جب اعرابی نے یہ سنا تو اس نے کہا: اگر اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے بَری ہے تو میں بھی اس کے رسول سے بَری ہوں" معاذ اللہ عزوجل۔

امیر المؤمنین حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب اس بارے میں معلوم ہوا تو آپ بڑے غمگین ہوئے، چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس اعرابی کو بلایا اور فرمایا: کیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بری ہے؟ اس نے عرض کی؛ اے امیر المؤمنین! میں مدینے میں اس حال میں حاضر ہوا کہ مجھے قرآن پاک کا علم نہیں تھا، لہٰذا میں نے کہا کہ کون ہے جو مجھے قرآن پڑھا؟ تو مجھے سورۂ براءت کی یہ آیت مبارکہ " اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۙ۬

---

[3] : (شرح الآجرومیة لحسن حفظی: ج1: ص7)

وَرَسُوْلِهٖ "پڑھائی گئی۔ جب میں نے اسے سنا تو میں نے کہا اگر اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے بَری ہے تو میں نے اس کے رسول سے بَری ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے اعرابی! ایسا نہیں ہے۔ اس نے عرض تو پھر کیسے ہے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ آیت مبارکہ یوں ہے" اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۙ۬ وَرَسُوْلُهٗ "جب اعرابی نے اسے سنا تو کہا: اللہ کی قسم! میں نے ان سے بَری ہوں جن سے اللہ تعالیٰ اوراس کا رسول بَری ہیں۔ پس اس کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم جاری فرمایا کہ آج کے بعد لوگوں کو قرآن وہی پڑھائے جو علم لغت کا عالم ہو نیز آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عربی الفاظ میں اعرابی غلطی سے بچنے کے قواعد بنانے کے لیے ابوالاسود دُئلی کو حکم دیا۔[4] یوں بحیثیتِ حکم حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی علم نحو کے واضع ہوئے۔

---

[4]: (در منثور: ج4؛ ص130)

متن: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جو عالمین کا رب ہے اور اچھا انجام، متقی افراد کے لیے ہے اور اس کے رسول محمد، ان کی آل اور تمام اصحاب پر دُرود نازل ہو۔

تشریح:

☆۔۔ **"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم"** کو کتاب کی ابتدا میں ذکر کرنے کی وجہ۔۔

اس کی چند وجوہات ہیں: 1۔ برکت حاصل کرنا مقصود تھا۔ 2۔ قرآن پاک کی اقتدا مقصود تھی۔ 3۔ **"كُلُّ أَمْرٍ ذِي بَالٍ لَا يُبْدَأُ فِيهِ بِبِسْمِ اللّٰهِ فَهُوَ اَبْتَرُ"** یعنی ہر ذی شان کام جس میں بسم اللہ سے ابتدا نہیں کی جاتی وہ نامکمل رہ جاتا ہے۔[5] والی حدیث شریف پر عمل مقصود تھا۔ 4۔ سلف صالحین کے طریقے کی پیروی کی کیونکہ وہ بھی اپنی کتابوں کی ابتداء بسم اللہ شریف سے ہی کرتے تھے۔

☆۔۔ **"الحمدللہ رب العٰلمین"** کو تسمیہ کے بعد ذکر کرنے کی وجہ۔۔

حمد ذکر کرنے کی بھی تقریباًوہی وجوہات ہے جو بسم اللہ شریف کے بارے میں ذکر ہوئیں، نیز **"كُلُّ أَمْرٍ ذِي بَالٍ لَا يُبْدَأُ فِيهِ بِالْحَمْدِ لِلّٰهِ أَقْطَعُ "** یعنی ہر ذی شان کام جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد سے ابتدا نہیں کی جاتی وہ نامکمل رہ جاتا ہے۔[6] والی حدیث شریف کی پیروی بھی مقصود تھی۔

اسم جلالت، اللّٰہ:

لغوی طور پر معبود برحق کو کہتے ہیں جبکہ اصطلاحی طور پر **"هُوَ عَلَمٌ لِذَاتِ الْوَاجِبِ الْوُجُوْدِ الْمُسْتَجْمِعِ لِجَمِيْعِ صِفَاتِ الْكَمَالِيَةِ"** یعنی لفظ اللہ اس ذات کا علم ہے جو واجب الوجود ہے اور تمام صفات کمالیہ کے ساتھ متصف ہے۔

الرحمٰن الرحیم:

---

[5] :(ارشادی الساری:ج1؛ص46)

[6] :(شعب الایمان:ج6؛ص214:الحدیث4062)

دونوں "رحمت" سے مشتق ہیں اوراسم مبالغہ کے صیغے ہیں جیسے "نَدِمَ" سے "نَدْمَانٌ" اور "نَدِیْمٌ"۔دونوں اگرچہ "رحمت" سے مشتق ہیں لیکن "رحیم" کی نسبت "رحمٰن" میں زیادہ مبالغہ ہے۔

ترکیب:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

باء، جار، اسم مضاف، اللہ اسم جلالت موصوف، الرحمن، صفت اول، الرحیم، صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفات سے مل کر مرکب توصیفی ہو کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ مل کر مرکب اضافی ہو کر " **اشرع**، فعل کا ظرف مستقر، **اشرع** فعل میں انا ضمیر مرفوع مستتر فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ

حمد:

اس کا لغوی معنی ہے تعریف کرنا جبکہ اصطلاحی طور پر کسی کی اختیاری خوبی پر تعظیم کے ارادے سے زبان کے ساتھ تعریف کرنا، جس کی تعریف کی جارہی ہو چاہے اس کی طرف سے نعمت ہو یا نہیں۔

شکر:

ایسا امر جو منعم کی تعظیم پر دلالت کرے اور نعمت کے مقابلے میں ہو چاہے وہ تعظیم زبان سے ہو، دل سے ہو یا جوارح سے۔

لفظ"رب":

یہ مصدر ہے جس کا لغوی معنی ہے پرورش کرنا جبکہ بعض نے کہا کہ یہ مصدر اسم فاعل کے معنی میں ہے بمعنی رَابٌّ (تربیت کرنے والا)۔اس میں تینوں اعراب جائزہیں: جر اس طور پر کہ اسے اسم جلالت کی صفت بنادیا جائے۔رفع اس طور پر کہ اسے مبتدائے محذوف ھو ضمیر کی خبر بنادیا جائے۔نصب اس طور پر کہ اسے "اعنی" فعل مقدر کا مفعول بنادیا جائے۔

عالمین:

یہ جمع ہے "عالم" کی، "عالَم" اسم آلہ کے معنی میں ہے جس کا مطلب ہے وہ چیز جس سے کسی چیز کو پہچانا جائے، اس کا استعمال ان چیزوں پر بھی ہوتا ہے جن سے اللہ تعالیٰ کی پہچان ہو گویا یوں کہہ لیا جائے کہ ماسوا اللہ کو عالم کہتے ہیں۔

ترکیب

الحمدللہ رب العلمین

الحمد، مبتداء، لام جار، **اللّٰہ**، اسم جلالت موصوف، رب، مضاف، **العلمین**، مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مرکب اضافی ہو کر **اللّٰہ** اسم جلالت کی صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر جار کا مجرور، جار مجرور مل کر "**ثبت**" فعل کا ظرف مستقر، **ثبت**، فعل اس میں ھو ضمیر فاعل، فعل اپنے فاعل اور ظرف مستقر سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر۔۔ مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ

العاقبۃ:

اس میں الف لام عوضی ہے اصل میں **تھاخیر العاقبۃ**۔۔ یا۔۔**حسن العاقبۃ**، اور اگر الف لام عوضی نہ مانیں تو عاقبت خیر وشر دونوں کو شامل ہو جائے گی حالانکہ متقیوں کے لیے برا انجام نہیں ہے لہٰذا ماننا پڑے گا کہ یہاں الف لام عوضی ہے۔ نیز یہاں سے اس اعتراض کا جواب دینا بھی مقصود تھا کہ جب اللہ رب العٰلمین ہے تو پھر اچھی عاقبت بھی عالمین کے لیے ہو گی؟ پس اسے "**والعاقبۃ للمتقین**" کہہ کر دفع کر دیا کہ اچھی عاقبت صرف اور صرف متقی افراد کے لیے ہے۔

ترکیب:

وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

واؤ استینافیہ، **الصلوٰۃ**، مبتداء، **علی**، جار، **رسولہ**، مضاف اور مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مرکب اضافی ہو کر مبدل منہ، **محمد**، بدل، مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر معطوف علیہ، **واؤ** عاطفہ، **آلہ**، مضاف اور مضاف الیہ ہو کر مرکب اضافی بن کر معطوف علیہ، **واو** عاطفہ، **اصحابہ**، مضاف اور مضاف الیہ مل کر معطوف، **الہ واصحابہ**، معطوف علیہ اور معطوف مل کر مؤکد، **اجمعین**، تاکید، مؤکد اپنی تاکید سے مل کر، **رسولہ محمد**، معطوف علیہ کا معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر **علی**، جار کا مجرور، جار مجرور مل کر **نازلۃ**، اسم فاعل کا ظرف مستقر، **نازلۃ**، اسم فاعل اپنے **ھی** ضمیر فاعل اور ظرف مستقر سے مل کر شبہ جملہ اسمیہ ہو کر مبتداء کی خبر، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ۔

صلوٰۃ:

صلوٰۃ کا لغوی معنی ہے دعا اور اصطلاحی معنی میں تفصیل یہ ہے کہ اگر اس کی نسبت اللہ تعالی کی طرف کی جائے تو مراد رحمت ہوتی ہے اور اگر ملائکہ کی طرف کی جائے تو استغفار اور بندوں کی طرف ہو تو مراد دعا ہوتی ہے۔

رسول:

اس کا لغوی معنی ہے بھیجا ہوا جبکہ اصطلاحی معنی ہے وہ انسان جسے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی طرف احکام شرعیہ کی تبلیغ کے لیے بھیجا ہو اور ان کے ساتھ ایک کتاب بھی ہو۔

محمد:

لفظ محمد باب تفعیل سے اسم مفعول ہے اور باب تفعیل کا ایک خاصہ تکثیر بھی ہے یوں اس اسم مبارک کا معنی ہے "وہ ذات کے کے فضائل محمودہ کثیر ہیں"

آل کی اصل:

"آل" کی اصل میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک اس کی اصل "اَوَلٌ" ہے کیونکہ اس کی تصغیر "اُوَیْلٌ" آتی ہے۔ واؤ متحرک ما قبل مفتوح کو الف سے بن کر "آل" بنایا گیا۔ جبکہ بعض کے نزدیک اس کی اصل "اَھَلٌ" ہے کیونکہ اس کی تصغیر "اُھَیْلٌ" آتی ہے۔ ہا کو خلاف قیاس ہمزہ سے بدل کر "آمن" والا قانون لگا کر ہمزہ کو الف سے بدل کر "آل" بنایا گیا۔

لفظ آل کے مصداق:

اس کے مصداق کے بارے میں مختلف قول ہیں۔ 1:۔ ہر مؤمن متقی، جیسا کہ خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "آل محمد کلّ تقی"[7] اس صورت میں اصحاب کا ذکر تخصیص بعد التمیم کے قبیل سے ہوگا۔ 2:۔ ازواج مطہرات، بنات و داماد۔ 3:۔ سیدہ فاطمہ، سیدنا علی اور حسنین کریمین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ آخری قول روافض کا ہے۔

لفظ اصحاب کس کی جمع ہے؟

اس بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ 1:۔ صَاحِبٌ کی جمع ہے جیسے اَنْھَارٌ، طَاھِرٌ کی جمع ہے۔ 2:۔ صَحْبٌ کی جمع ہے جیسے اَنْھَارٌ، نَھْرٌ کی جمع ہے۔ 3:۔ صَحِبٌ کی جمع ہے جیسے اَنْمَارٌ، نَمِرٌ کی جمع ہے۔ 4:۔ صَحِیْبٌ کی جمع ہے جیسے اَشْرَافٌ، شَرِیْفٌ کی جمع ہے۔

صحابی کی تعریف:

جو مسلمان بحالت ایمان حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملاقات سے سرفراز ہوا اور ایمان ہی پر اس کا خاتمہ ہوا۔

---

[7] : (الکامل فی ضعفاء الرجال: ج7؛ ص41)

متن: اَمَّابَعْدُ فَهٰذَا مُخْتَصَرٌ مَضْبُوْطٌ فِي النَّحْوِ جَمَعْتُ فِيْهِ مُهِمَّاتِ النَّحْوِ عَلٰى تَرْتِيْبِ الْكَافِيَةِ مَبَوِّبًا وَمُفَصِّلًا بِعِبَارَةٍ وَاضِحَةٍ مَعَ اِيْرَادِ الْاَمْثِلَةِ فِي جَمِيْعِ مَسَائِلِهَا مِنْ غَيْرِ تَعَرُّضٍ لِلْاَدِلَّةِ وَالْعِلَلِ لِئَلَّا يُشَوِّشَ ذِهْنَ الْمُبْتَدِيْ عَنْ فَهْمِ الْمَسَائِلِ وَسَمَّيْتُهٗ بِهِدَايَةِ النَّحْوِ رَجَاءً اَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهِ الطَّالِبِيْنَ وَرَتَّبْتُهٗ عَلٰى مُقَدَّمَةٍ وَثَلٰثَةِ اَقْسَامٍ وَخَاتِمَةٍ بِتَوْفِيْقِ الْمَلِكِ الْعَزِيْزِ الْعَلَّامِ

ترجمہ: حمد وصلاۃ کے بعد یہ کتاب مختصر ہے نحو کے مسائل میں ضبط کی گئی ہے، میں نے اس میں کافیہ کی ترتیب پر نحو کے اہم مسائل کو باب اور فصل بناتے ہوئے واضح عبارت کے ساتھ جمع کیا ہے۔ تمام مسائل میں امثلہ بیان کرنے کے ساتھ، ادلہ اور علل کو چھیڑے چھارے بغیر، تاکہ یہ (تعرض) مبتدی کے ذہن کو مسائل سمجھنے میں پریشان نہ کرے۔ اور میں نے اس کتاب کا نام ھدایۃ النحو رکھا ہے امید کرتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے طلبہ کو ہدایت دے۔ اور میں نے اسے ایک مقدمے، تین اقسام اور ایک خاتمے پر مرتب کیا ہے اس بادشاہ کی توفیق سے جو غالب اور بہت زیادہ علم رکھنے والا ہے۔

تشریح:

"اَمَّا" کی اصل:

"اَمَّا" سیبویہ کے نزدیک مستقل کلمہ ہے کیونکہ یہ حرف ہے اور حرف میں اصل یہ ہے کہ اس میں کسی قسم کا تغیر نہ ہو۔ جبکہ خلیل نحوی کے نزدیک اس کی اصل **"مهما"** ہے **"ها"** کو ہمزہ سے بدل دیا قریب المخرج ہونے کی وجہ سے یوں **"مئما"** بن گیا پھر ہمزہ کو دونوں میموں پر مقدم کیا کیونکہ یہ صدارت چاہتی ہے اور ابتداء بالساکن سے بچنے کے لیے اسے مفتوح کر دیا اور پھر میم کا میم میں ادغام کیا تو بن گیا **"اَمَّا"**۔

اَمَّا کا استعمال:

اس کا استعمال دو طرح ہوتا ہے۔

(1)۔۔مجمل کی تفصیل بیان کرنے کے لیے آتا ہے جیسے **جاءنی القوم امابکر فاکرمته وامازیدفاهنته**

(2)۔۔اس سے پہلے اجمال نہ ہو تو اسے استینافیہ استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ عام طور پر کتب کے شروع میں آتا ہے۔دونوں صورتوں میں اس کے بعد فاء کا آنا ضروری ہے۔

"اَمَّابَعْدُ، کی اصل:

یہ اصل میں "**مَهْمَايَكُنْ مِنْ شَيْءٍ بَعْدَ البسملة والْحَمْدِوَالصَّلوٰةِ**" تھا۔"**اَمَّا**"کو"**مَهْمَا**" کے قائم مقام کر دیا، پھر فعل شرط "**یکن من شیئ** "کوحذف کر دیا کیونکہ "**اَمَّا**" حرف شرط اس پر دلالت کر رہا ہے یوں "**امابعدالبسملة والحمد والصلوٰة**"ہو گیا۔پھر مضاف الیہ "**البسملة والحمدوالصلوٰة**"کوحذف کر دیااور اس کے عوض "**بعد**" پر ضمہ لے کر آئے۔

فهذامختصر مضبوط۔۔"کی وضاحت:

اگر خطبہ، کتاب کے اختتام پر لکھا گیا ہو تو"ھذا"کا مشارٌ الیہ کتاب ہے اور اگر پہلے لکھا گیا ہے تو وہ مضامین ہیں جو صاحب کتاب کے ذہن میں تھے۔"**مختصر**"باب افتعال سے اسم مفعول ہے اصطلاحی طور پر اسے کہتے ہیں جس کی عبارت قلیل اور معانی ومفاہیم کثیر ہوں۔"**مضبوط** "مختصر کی صفت ہے بمعنی محفوظ ،یعنی یہ کتاب حشو(ایسے زائد الفاظ جو بلا فائدہ ہوں اوران کی زیادتی متعین ہو)اور تطویل (ایسے الفاظ جو اصل مراد سے زائد اور بلا فائدہ ہوں اوران کی زیادتی متعین نہ ہو) سے محفوظ ہے۔

مهمات النحو علی ترتیب الکافیه۔۔کی وضاحت:

یہاں سے صاحب ھدایۃالنحو فرمارہے ہیں کہ میں نے اس کتاب میں علم نحو کے مقاصد کو"**ابن حاجب**"کی کتاب"**کافیه**"کی ترتیب پر جمع کیا ہے۔یعنی جس طرح"**کافیه**"میں پہلے اسم پھر فعل اور پھر حرف کی بحث کی گئی ہے اس کتاب میں بھی اسی طرح کیا گیا ہے لیکن یہ ترتیب بعض مسائل کے اعتبار سے ہے جمیع مسائل کے اعتبار سے نہیں ہے کیونکہ کچھ مسائل ایسے بھی ہیں جو کافیہ میں تو ہیں لیکن اس کتاب میں نہیں ہیں۔

"مبوبا مفصلا"

دونوں اسم فاعل ہوں تو"**جمعتُ**" کی "تُ"ضمیر سے حال بنیں گے۔اس صورت میں ترجمہ ہو گا"میں نے اس مختصر میں کافیہ کی ترتیب پر مقاصد نحو کو جمع کیاہے اس حال میں کہ میں مقاصد کو باب باب کرنے والااور فصل فصل کرنے والاہوں۔اوراگر مفعول ہوں تو"**فیه**"کی"ہ"ضمیر سے حال بنیں گے۔اس صورت میں ترجمہ ہو گا"میں نے اس مختصر میں کافیہ کی ترتیب پر مقاصدِ نحو کو جمع کیاہے اس حال میں کہ وہ مقاصد باب باب اور فصل فصل کیے ہوئے ہیں"۔

"بعبارة واضحة"

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ نے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اگر چہ یہ کتاب"کافیہ"کی ترتیب پر ہے لیکن اُس کی طرح مغلق نہیں ہے،بلکہ اس کی عبارت ایسی ہے جسے سمجھنا آسان ہے۔

"امثلة"

امثلۃ جمع ہے مثال کی،اور مثال اسے کہتے ہیں جو قاعدہ سمجھنے کے لیے لائی جائے۔

"من غیر تعرض للادلة والعلل"کی وضاحت:

تعرض کالغوی معنی ہے:"**اقدام علی الشئی**"کسی چیز کے درپے ہونا۔"**ادلّه**" جمع ہے دلیل کی، اور دلیل کالغوی معنی ہے:راستہ بتانے والی جبکہ اصطلاحی طور پر دلیل کہتے ہیں"**مایلزم من العلم به العلم بشئ آخر**"جس کے جانے سے دوسری چیز کاعلم لازم ہو۔"**علل**"جمع ہے علت کی،اور علت کالغوی معنی ہے مؤثر جبکہ اصطلاحی طور پر علت کہتے ہیں"**مایتوقف علیه وجودالشئ**"جس پر دوسری چیز کاوجود موقوف ہو۔ایسا نہیں ہے کہ مصنف نے علل اور دلائل کو بالکل ذکر ہی نہیں کیابلکہ غالب واکثر ذکر نہیں کیااسی بناپر یہ کہہ دیا"**من غیر تعرض للادلة والعلل**"۔

لئلا یشوش ذهن المبتدی عن فهم المسائل--الخ"کی وضاحت:

"**یشوش**"میں فعل مضارع معروف ومجہول دونوں احتمال موجودہیں اگر معروف ماناجائے تو"**ذهن المبتدی**"مفعول بنے گا۔اوراگر مجہول ماناجائے تو"**ذهن المبتدی**"نائب الفاعل بنے گا۔"**ذهن**"کہتے ہیں"**قوة موجودفی جنان الانسان**

تنقش فیها المعنی "ایسی قوت جو انسان کے دل میں ہوتی ہے جس میں معنی منقش ہوتے ہیں۔" **مبتدی**" کہتے ہیں شروع کرنے والے کو جبکہ اصطلاحی طور پر اسے کہتے ہیں "**الذی شرع فی الجزءالاول مع قصد تحصیل باقی الاجزاء**" جو باقی اجزاء کو حاصل کرنے کے ارادے سے پہلے جزء میں شروع ہو۔ اس کی دو قسمیں ہیں: طبعی اور اکتسابی۔

طبعی: "هوالذی یحصل المسائل بطبعه وفهمه" جو مسائل کو اپنی طبیعت و فہم کے زریعے حاصل کرے۔

اکتسابی: "هوالذی یکتسب المسائل من الغیرکالتلمیذمن الاستاذ" جو غیر سے مسائل حاصل کرے جیسے شاگرد استاد سے۔ اور یہاں متبدی سے یہی قسم ثانی یعنی اکتسابی مبتدی مراد ہے۔

"ترتیب" کا لغوی معنی ہے: "**جعل کلی شیئ فی مرتبته**" ہر چیز کو اس کے مرتبہ میں رکھنا جبکہ اصطلاحی طور پر "**جعل الاشیاءالمتعددة من حیث یطلق علیهااسم الواحد**" چند اشیاء کو اس طور پر رکھنا کہ ان پر ایک نام کا اطلاق کیا جاسکے ترتیب کہلاتا ہے۔ **ثلثة اقسام**: پہلی قسم اسم دوسری فعل اور تیسری حرف کے بارے میں ہے۔

متن: اَمَّا الْمُقَدَّمَةُ فَفِی الْمُبَادِی الَّتِیْ یَجِبُ تَقْدِیْمُهَا لِتَوَقُّفِ الْمَسَائِلِ عَلَیْهَا وَفِیْهَا فُصُوْلُ ثَلٰثَةٍ

ترجمہ: بہر حال مقدمہ، یہ ایسے مبادی کے بارے میں ہے جن کی تقدیم واجب ہے مسائل کا ان پر موقوف ہونے کی وجہ سے اور اس میں تین فصلیں ہیں۔

تشریح

المقدمة کی وضاحت:

مقدمة فعل لازم قَدَّم سے اسم فاعل کا صیغہ ہے یعنی وہ ذات جو آگے ہونے والی ہو۔ اس کے بعد لفظ مقدمہ وصفیت سے اسم کی طرف منقول ہو کر ہر اس چیز کا نام ہو گیا جو آگے ہونے والی ہو۔ مقدمہ، مُقَدَّمَةُ الْجَیْش سے ماخوذ ہے "مقدمة الجیش" لشکر کے اس چھوٹے دستے کو کہا جاتا تھا جو مقام مقصود پر پہنچ کر لشکر کے لیے مناسب انتظامات کرتا تھا تاکہ بعد والوں کو کوئی

مشقت نہ اُٹھانی پڑے۔اسی لیے کتاب کے مقدمہ میں ایسے مسائل ذکر کیے جاتے ہیں جن سے مقاصدِ کتاب سمجھنے میں آسانی پیدا ہو جائے اور سمجھنے والے کو مشقت نہ اُٹھانی پڑے۔ مقدمہ کی دو قسمیں ہیں: 1۔ مقدمۃ العلم 2:۔ مقدمۃ الکتاب

"مقدمة العلم"

ایسے معانی مقصودہ جن پر علم کے مسائل کو شروع کرنا موقوف ہو۔ جیسے تعریف، موضوع اور غرض وغایت۔اور یہاں مقدمہ کی یہی قسم مراد ہے۔

"مقدمة الكتاب"

وہ الفاظ جنہیں مسائل سے پہلے ذکر کیا جائے چاہے مسائل کا شروع ان پر موقوف ہو یا نہ ہو۔اور ان کا مسائل سے تعلق بھی ہو اور یہ مسائل سمجھنے میں نفع بخش ہوں۔

"مبادی"

ابتدائی باتیں، اصطلاحی طور پر ان باتوں کو کہتے ہیں جن پر مسائل کا سمجھنا موقوف ہو۔

سوال: مقدمہ اور مبادی کی تعریفات سے تو یہی معلوم ہو رہا ہے کہ یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں جس سے **ظرفية الشئ لنفسه** لازم آرہا ہے جو کہ محال ہے۔

جواب: **ظرفية الشئ لنفسه** اس وقت لازم آئے گا جب دونوں (یعنی مقدمہ اور مبادی) سے ایک ہی چیز مراد لیں گے جبکہ ہم تو یہاں مقدمہ سے معانی مخصوصہ اور مبادی سے الفاظ مخصوصہ مراد لے رہے ہیں۔ایسی صورت میں تقدیری عبارت یوں ہو گی "**اماالمعانی المخصوصة ففی الالفاظ المخصوصة۔الخ**"۔۔یا۔۔مقدمہ سے الفاظ مخصوصہ اور مبادی سے معانی مخصوصہ اور کلمہ فی بمعنی لام مراد لے رہے ہیں۔ایسی صورت میں تقدیری عبارت یوں ہو گی "**اماالالفاظ المخصوصة فللمعانی المخصوصة۔۔الخ**" ان دونوں صورتوں میں ظرفیۃ الشئ لنفسہ لازم نہیں آرہی۔

"فیھا فصول ثلثة" کی وضاحت:

یعنی مقدمہ میں تین فصلیں ہیں پہلی نحو کی تعریف، غرض وغایت اور موضوع کے بارے میں، دوسری کلمہ کی تعریف، اس کی تقسیم اور پھر اقسام کی تعریفات وعلامات وغیرہ کے بارے میں جبکہ تیسری کلام کی تعریف اوراس کی اقسام کے بارے میں ہے۔

"فصل" کی وضاحت:

کالغوی معنی ہے کاٹنا، اصطلاحی طور پر "**اَلْحَاجِزُ بَیْنَ الْحُکْمَیْن**" جو دو حکموں کے درمیان حائل ہو اسے فصل کہتے ہیں۔

"**فصول ثلثة**" موصوف صفت ہیں اگر یہ کہا جائے کہ موصوف اور صفت کے درمیان مطابقت نہیں پائی جارہی تو اس کا جواب یہ ہے کہ فصول، فصل کی جمع مکسر ہے اور "**ثلثة**" واحد مؤنث کا صیغہ ہے اور قاعدہ ہے کہ غیر ذوی العقول جمع مکسر کی صفت جمع مؤنث اور واحد مؤنث دونوں طرح آسکتی ہے اس لیے کسی قسم کا بھی کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔

ترکیب:

اَمَّا الْمُقَدَّمَۃُ فَفِی الْمُبَادِی الَّتِیْ یَجِبُ تَقْدِیْمُھَا لِتَوَقُّفِ الْمَسَائِلِ عَلَیْھَا

امّا حرف تفصیل **المقدمة** مبتداء متضمن معنی شرط **فاء** جزائیہ **فی** حرف جر **المبادی** موصوف **التی** اسم موصول **یجب** فعل **تقدیم** مصدر مضاف **ها** راجع بسوئے **المبادی** مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر فعل کا فاعل، لام حرف جر **توقف** مصدر مضاف **المسائل** مضاف الیہ فاعل **علی** جار **ها** ضمیر راجع بسوئے **المبادی** مجرور جار مجرور مل کر **توقف** مصدر کے متعلق ہوکر ظرف لغو، **توقف** مصدر اپنے مضاف الیہ فاعل اور ظرف لغو سے مل کر لام جار کا مجرور جار مجرور مل کر **یجب** فعل کا ظرف لغو، فعل اپنے فاعل اور ظرف لغو سے مل کر اسم موصول کا صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر صفت، **المبادی** موصوف اپنی صفت سے مل کر مجرور، جار مجرور مل کر ظرف مستقر ہوکر **کائنةٌ** کے متعلق ہوکر خبر قائم مقام جزاء کے، **المقدمة** مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ

متن: فَصْلٌ اَلنَّحْوُ عِلْمٌ بِاُصُوْلٍ یُعْرَفُ بِھَا اَحْوَالُ اَوَاخِرِ الْکَلِمِ الثَّلٰثِ مِنْ حَیْثُ الْاِعْرَابِ وَالْبِنَاءِ وَکَیْفِیَّۃُ تَرْکِیْبِ بَعْضِھَا مَعَ بَعْضٍ وَالْغَرْضُ مِنْہُ صِیَانَۃُ الذِّھْنِ عَنِ الْخَطَاءِ اللَّفْظِیِّ فِیْ کَلَامِ الْعَرَبِ وَمَوْضُوْعُہٗ اَلْکَلِمَۃُ وَالْکَلَامُ

ترجمہ: فصل: نحو چند ایسے اصولوں کے علم کا نام ہے جن کے ذریعے تینوں کلمات (یعنی اسم، فعل، حرف) کے آخر کے احوال معرب ومبنی ہونے کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں اوران کلمات کو ایک دوسرے کے ساتھ ملانے کا طریقہ معلوم ہوتا ہے۔اور نحو کی غرض کلام عرب میں ذہن کو لفظی خطاء سے بچانا ہے اوراس کا موضوع کلمہ اور کلام ہے۔

تشریح

"النحو علم باصول--الخ" کی وضاحت:

نحو کے لغوی معانی متعدد ہیں جن میں سے چند یہ ہے: قصد کرنا، مثل، پھیرنا، جانب، نوع اور مقدار وغیرھا۔جب بھی کسی چیز کی تعریف کی جاتی ہے تو وہ تعریف جنس اور فصل پر مشتمل ہوتی ہے تاکہ اس تعریف کو جامع اور مانع بنایا جائے۔ مصنف نے متن میں نحو کی جو تعریف کی ہے یہ بھی جنس اور فصول پر مشتمل ہے جس کی وضاحت درج ذیل ہے:

علم باصول: یہ جنس ہے مُعَرَّف (یعنی جس کی تعریف کی جارہی ہے) اور غَیْرِمُعَرَّف (جس کی تعریف نہیں کی جارہی ہے) سب کو شامل ہے۔

یعرف بھا احوال: یہ پہلی فصل ہے جس سے ایسے اُصولوں کا علم خارج ہو جاتا ہے جس کے ذریعے ذات کلم اور معانیٔ کلم کو جانا جاتا ہے جیسے علم صرف و منطق۔

اواخر الکلم الثلث: یہ دوسری فصل ہے جس سے ایسے اصولوں کا علم خارج ہو جاتا ہے جس کے ذریعے کلماتِ ثلاثہ کے اول واوسط کے احوال یامُکلَّفین کے احوال جانے جاتے ہیں جیسے علم لغت و فقہ۔

من حیث الاعراب والبناء: یہ تیسری فصل ہے جس سے ایسے اصولوں کا علم خارج ہو جاتا ہے جس کے ذریعے کلماتِ ثلاثہ کے آخر کے احوال موافقتِ قافیہ اوروزن کے اعتبار سے جانے جاتے ہیں جیسے علم عروض و قوافی۔

کیفیۃ بعضھامع بعض: یہ چوتھی فصل ہے جس سے ایسے اصولوں کا علم خارج ہوجاتا ہے جس کے ذریعے مفردات کی کیفیت معلوم کی جاتی ہے جیسے علم ہیئۃ، علم ابجد، علم ھندسہ، علم حساب وغیرہ۔

"الغرض منہ۔۔الخ" کی وضاحت:

سوال: ذہن کو خطاء لفظی سے کیسے بچایا جاسکتا ہے جبکہ تلفظ تو زبان کرتی ہے لہٰذا مصنف کو چاہیے تھا کہ وہ **صیانۃ الذھن** کے بجائے یوں کہتے **صیانۃ اللسان عن الخطاء اللفظی فی کلام العرب**۔

جواب: حقیقت میں تلفظ ذہن ہی کرتا ہے اور زبان اس کی ترجمانی کرتی ہے اس لحاظ سے اصل کو خطاء سے بچانا فرع کو خطاء سے بچانے کے مترادف ہے۔

"موضوعہ الکلمۃ والکلام" کی وضاحت:

سوال: نحو کے دو موضوع ہیں لہٰذا چاہیے تھا کہ علم بھی دو ہوتے کیونکہ تعدد موضوع، تعدد علم پر دلالت کرتا ہے۔؟

جواب: اگرچہ موضوع متعدد ہوں لیکن جب وہ کسی ایسے امر میں مشترک ہوں جس کا تمام میں لحاظ کیا جاتا ہو تو اس پر ایک موضوع کا اطلاق کیا جاسکتا ہے۔ اور کلمہ اور کلام کے درمیان ذات کے اعتبار سے اتحاد ہے اور دونوں کے احکام ایک جیسے ہیں اس لیے ان کا تعدد، علم کے تعدد پر دلالت نہیں کرتا۔

متن: فصل اَلْکَلِمَۃُ لَفْظٌ وُضِعَ لِمَعْنی مُفْرَدٍ وَھِیَ مُنْحَصِرَۃٌ فِی ثَلٰثَۃِ اَقْسَامٍ اِسْمٌ وَفِعْلٌ وَحَرْفٌ لِاَنَّھَا اِمَّا اَنْ لَاتَدُلَّ عَلٰی مَعْنًی فِیْ نَفْسِھَا وَھُوَالْحَرْفُ اَوْتَدُلَّ عَلٰی مَعْنًی فِیْ نَفْسِھَا وَیَقْتَرِنُ مَعْنَاھَا بِاَحَدِالْاَزْمِنَۃِ الثَّلٰثَۃِ وَھُوَالْفِعْلُ اَوْتَدُلَّ عَلٰی مَعْنًی فِیْ نَفْسِھَا وَلَمْ یَقْتَرِنْ مَعْنَاھَا بِہٖ وَھُوَالْاِسْمُ

ترجمہ: کلمہ وہ لفظ ہے جو معنی مفرد کے لیے وضع کیا گیا ہو اور وہ تین قسموں میں منحصر ہے اسم، فعل اور حرف کیونکہ کلمہ یا تو معنی پر خود بخود دلالت نہیں کرے گا تو وہ حرف ہوگا۔ یا معنی پر خود بخود دلالت کرے گا اور اس

کا معنی تین زمانوں میں سے کسی کے ساتھ ملاہوا ہو گا تو وہ فعل ہو گا۔ یا معنی پر خود بخود دلالت کرے گا اور اس کا معنی کسی زمانے کے ساتھ نہیں ملا ہوا ہو گا تو وہ اسم ہو گا۔

تشریح

کلمہ کو کلام پر مقدم کرنے کی وجہ؟

اگرچہ کلمہ اور کلام دونوں نحو کا موضوع ہیں لیکن کلمہ کو کلام پر مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ کلمہ، کلام کا جزء ہے اور طبعًا جزء کل پر مقدم ہوتا ہے لہٰذا مصنف نے اسے بھی کلام پر مقدم کر دیا۔

فوائد قیود:

نحو کی تعریف میں گزر چکا ہے کہ کسی بھی چیز کی تعریف جنس اور فصول پر مشتمل ہوتی ہے جو اسے جامع مانع بناتی ہے لہٰذا یہاں کلمہ کی تعریف میں بھی ان قیود کی وضاحت کی جاتی ہے۔

الکلمة لفظ: میں "لفظ" جنس ہے جو مُعَرَّف (یعنی جس کی تعریف کی جارہی ہے) اور غَیْرِ مُعَرَّف (جس کی تعریف نہیں کی جارہی ہے) یعنی موضوع، مفرد مرکب وغیرہ سب کو شامل ہے۔

وضع: فصل اول ہے جس سے مہمل کلمات نکل گئے۔

لمعنی: فصل ثانی ہے جس سے وہ کلمات نکل گئے جو معنی نہیں بلکہ ترکیب کی غرض سے وضع کیے گئے ہوں جیسے حروف ہجاء وغیرہ۔

مفرد: فصل ثالث ہے جس سے وہ کلمات نکل گئے جو معنی مرکب کے لیے وضع کیے گئے ہوں۔

کلمہ مشتق ہے یا نہیں؟

اس بارے میں اختلاف ہے جمہور کے نزدیک کلمہ اور کلام دونوں کلم سے مشتق ہیں دونوں کے درمیان لفظی اور معنوی مناسبت کی وجہ سے۔ لفظی مناسبت تو ظاہر ہے جبکہ معنوی مناسبت یہ ہے کہ نفوس میں ان کے معانی کی تاثیر ایسے ہی ہوتی ہے جیسے زخم کی تاثیر درد کے حصول میں ہوتی ہے۔

الکلمۃ پر الف لام کونسا ہے؟

الف لام جنسی یا عہد خارجی کا ہے کیونکہ کلمہ سے مراد وہ کلمہ ہے جو نحویوں کی زبان پر جاری ہے اوراس پر قرینہ عالم و متعلم نحوی ہیں اور کتاب بھی نحو کے بارے میں ہی لکھی گئی ہے۔

لفظ "کی وضاحت:

لفظ مصدر ہے جس کالغوی معنی ہے "پھینکنا" جبکہ اصطلاحی طور پر لفظ کہتے ہیں:"**مایتلفظ به الانسان حقیقة کان اوحکمامهملاکان اوموضوعامفرداکان اومرکبا**" یعنی جس کاانسان تلفظ کرے چاہے وہ حقیقی ہویاحکمی، مہمل ہویاموضوع، مفرد ہو یامرکب۔

"وضع "کی وضاحت:

وضع کالغوی معنی ہے "رکھنا" جبکہ اصطلاحی طور پر وضع کہتے ہیں:"**تخصیص الشئ بالشئ بحیث متی اطلق اواحس الشئ الاول فهم منه الشئ الثانی**" یعنی ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ اس طرح خاص کرنا کہ جب اس کا اطلاق کیا جائے یاجب اسے محسوس کیا جائے تو اس سے دوسری چیز کو سمجھا جائے۔

"لمعنی "کی وضاحت:

معنی میں تین احتمال ہیں:1۔ظرف مکان ہے یعنی قصد کرنے کی جگہ۔2:۔مصدرِ میمی ہے۔3:۔اسم مفعول ہے کہ اصل میں معنوی تھا۔

ترکیب:

الکلمۃ لفظ وضع لمعنی مفرد

مذکورہ جملے کی تین طرح ترکیب کی جاسکتی ہے:1۔"**مفردٍ**" پڑھا جائے تو ترکیب یوں ہو گی۔

"**الکلمة** "مبتدا،"**لفظ**" موصوف،"**وضع**" فعل مجہول ،ھو ضمیر مرفوع متصل مستتر نائب الفاعل،"**لمعنی مفرد**" لام جار معنی مضاف اور مفرد مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مرکب اضافی ہو کر مجرور، جار مجرور مل کر ظرف لغو، فعل اپنے

نائب الفاعل اور ظرف لغو سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر "**لفظ**" موصوف کی صفت ہوا، موصوف اپنی صفت سے مل کر مرکب توصیفی ہو کر مبتدا کی خبر بنا، مبتدا اور خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ بن گیا۔

2:۔ "مفردٌ" پڑھا جائے تو یہ لفظ کی صفت ثانی بنے گا۔

3:۔ "مفردًا" پڑھا جائے تو وضع فعل مجہول کی ضمیر سے حال بنے گا۔

قوله: "اسم وفعل وحرف"

اس میں تین طرح کے ترکیبی احتمالات پائے جاتے ہیں:

1۔ "**مرفوع**" جب ان کا مبتداء محذوف مانیں۔ اس وقت تقدیری عبارت ہوگی "**هِيَ اِسْمٌ وَفِعْلٌ وَحَرْفٌ**"۔

2:۔ "**منصوب**" جب ان سے پہلے "**اَعْنِيْ**" فعل محذوف نکال کر انہیں اس کا مفعول بنا دیں۔ اس وقت تقدیری عبارت ہوگی "**اَعْنِيْ اِسْمًا وَفِعْلًا وَحَرْفًا**"۔

3:۔ "**مجرور**" جب انہیں "**ثَلَاثَةِ اَقْسَامٍ**" کا بدل بنایا جائے۔

متن: فَحَدُّ الْاِسْمِ كَلِمَةٌ تَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ نَفْسِهَا غَيْرِ مُقْتَرِنٍ بِاَحَدِ الْاَزْمِنَةِ الثَّلٰثَةِ اَعْنِي الْمَاضِيَ وَالْحَالَ وَالْاِسْتِقْبَالَ كَرَجُلٍ وَعِلْمٍ وَعَلَامَتُهٗ صِحَّةُ الْاِخْبَارِ عَنْهُ نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ وَالْاِضَافَةُ نَحْوُ غُلَامُ زَيْدٍ وَدُخُوْلُ لَامِ التَّعْرِيْفِ كَالرَّجُلِ وَالْجَرِّ وَالتَّنْوِيْنِ نَحْوُ بِزَيْدٍ وَالتَّثْنِيَةُ وَالْجَمْعُ وَالنَّعْتُ وَالتَّصْغِيْرُ وَالنِّدَاءُ فَاِنَّ كُلَّ هٰذِهٖ خَوَّاصُ الْاِسْمِ وَمَعْنَى الْاِخْبَارِ عَنْهُ اَنْ يَّكُوْنَ مَحْكُوْمًا عَلَيْهِ بِكَوْنِهٖ فَاعِلًا اَوْ مَفْعُوْلًا اَوْ مُبْتَدَاءً وَيُسَمّٰى اِسْمًا لِسُمُوِّهٖ عَلٰى قَسِيْمَيْهِ لَا لِكَوْنِهٖ وِسْمًا عَلَى الْمَعْنٰى

ترجمہ: پس اسم کی تعریف ہے کہ یہ ایسا کلمہ ہے جو تین زمانوں یعنی ماضی، حال اور مستقبل میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی ملے بغیر خود بخود معنی پر دلالت کرے جیسے رجل اور علم۔ اور اس کی نشانی ہے کہ اس کے ساتھ

خبر دینادرست ہو جیسے زید قائم، اور اضافت جیسے غلام زید، اور لام تعریف کا داخل ہونا جیسے الرجل، اور جر اور تنوین کا داخل ہونا جیسے بزیدٍ، اور تثنیہ ہونا، جمع ہونا، موصوف ہونا، تصغیر ہونا اور نداء ہونا کیونکہ ان میں سے ہر ایک اسم کے خواص میں سے ہے اور اخبار عنہ کا مطلب یہ ہے کہ یہ محکوم علیہ ہو فاعل یا مفعول یا مبتداء ہونے کی وجہ سے۔ اور اسے اسم کہا جاتا اسے اپنی دونوں قسموں پر بلند ہونے کی وجہ سے معنی پر نشان ہونے کی وجہ سے نہیں۔

تشریح

فحد الاسم--الخ" کی وضاحت:

اگرچہ دلیل حصر سے اسم، فعل اور حرف کی تعریفات کو بیان کر دیا گیا تھا لیکن کمزور طلبہ کی آسانی کے لیے انہیں الگ سے بھی بیان کر دیا ہے تاکہ وہ بھی انہیں آسانی کے ساتھ یاد کرلیں اور سمجھ لیں۔ فاء شرط محذوف "**اِذَابَیَّنَّادَلِیْلَ الْحَصْرِ**" کے جواب میں ہے۔ "**حد**" کا لغوی معنی ہے روکنا، اسے تعریف بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ دخول غیر کو مانع ہے اور اصطلاحی طور پر جو تعریف جامع مانع ہو اسے حد کہتے ہیں۔

فوائد قیود:

اسم کی تعریف میں "**کلمۃ**" جنس ہے جو معرَّف اور غیر معرَّف سب کو شامل ہے۔

"**تدل علی معنی فی نفسها**" فصل اول ہے جس سے حرف خارج ہو جاتا ہے کیونکہ وہ خود بخود معنی پر دلالت نہیں کرتا۔

"**غیر مقترن۔۔الخ**" فصل ثانی ہے جس سے فعل خارج ہو جاتا کیونکہ وہ کسی زمانے سے ملا ہوا ہوتا ہے۔

"غیر مقترن--الخ" کی وضاحت:

کسی زمانے کے ساتھ نہ ملنے سے مراد یہ ہے کہ وہ وضع کے اعتبار سے کسی زمانے کے ساتھ نہ ملا ہوا ہو۔ لہٰذا اسم کی تعریف میں وہ کلمہ داخل رہے گا جس میں زمانہ تو پایا جائے لیکن وضع کے اعتبار سے نہ ہو جیسے اسم فاعل "**زَیْدٌ ضَارِبٌ**

عَمْرًواغَدًا" (زید عمرو کو کل مارنے والا ہے) اور اسم مفعول "زَيْدٌ مَضْرُوْبٌ غُلَامُهُ غَدًا" (زید کا غلام کل مارا جائے گا)۔ اور جس میں وضع کے اعتبار سے زمانہ پایا جائے اگر چہ اب استعمال نہ ہو تو وہ اسم کی تعریف میں داخل نہیں ہے جیسے کَادَ، نِعْمَ، بِئْسَ وغیرہ۔

لفظ "غیر" کا اعراب:

یہاں پر لفظ "غیر" پر تینوں اعراب پڑھے جاسکتے ہیں:

"مرفوع" مبتدائے محذوف کی خبر ہونے کی وجہ سے،

"منصوب" معنی سے حال بننے کی وجہ سے،

"مجرور" معنی کی صفت ہونے کی وجہ سے۔

اعنی الماضی--الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف نے تین زمانوں کی وضاحت کی کہ وہ تین زمانے کونسے ہیں اور پھر اسم کی دو مثالیں پیش کیں جن میں سے پہلی اسم جامد کی ہے اور دوسری اسم مصدر کی۔

وعلامته صحة الاخبار عنه--کی وضاحت:

سوال: مصنف علیہ الرحمہ نے جب اسم کی تعریف ذکر کر دی تھی تو علامات ذکر کرنے کی کیا وجہ ہے؟ کیونکہ اسم کی پہچان تو تعریف سے ہی ہو گی تھی۔

جواب: جو چیز خارج میں موجود ہو اس کے دو وجود ہوتے ہیں: وجودِ ذہنی اور وجودِ خارجی، اسم کی تعریف سے وجودِ ذہنی کا حصول تو ہو گیا لیکن وجودِ خارجی کے لیے علامات کا علم ہونا ضروری تھا اس لیے مصنف علیہ الرحمہ نے علاماتِ اسم بھی ذکر کر دیں۔

سوال: مصنف علیہ الرحمہ نے علامت واحد کا صیغہ استعمال کیا ہے جمع کا کیوں نہیں کیا؟

جواب: علامت اسم جنس ہے جو اپنے تمام افراد کو شامل ہے اس لیے جمع کا صیغہ ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

صحة الاخبار عنہ---کی وضاحت:

اسم کی علامت بیان کرتے ہوئے مصنف علیہ الرحمہ فرمارہے ہیں کہ اس سے خبر دینادرست ہو یعنی اس میں اتنی صلاحیت ہو کہ یہ محکوم علیہ بن سکتا ہو اگر فی الحال محکوم علیہ نہ ہو جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ میں زید مخبر عنہ ہو جبکہ قائم مخبر بہ ہے۔

والاضافت---کی وضاحت:

اضافت کہتے ہیں "**کون الشیٔ مضافابتقدیرحرف جر**"یعنی کسی چیزکا بتقدیرِ حرف جر مضاف ہونا۔ جیسے **کتابُ خالدٍ** (خالد کی کتاب) یہ اصل میں تھا **کتابٌ لِخَالدٍ**، اس میں کتاب مضاف اور خالد مضاف الیہ ہے۔

اضافت اسم کی علامت کیوں ہے؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ اضافت سے تین چیزیں مقصود ہوتی ہیں،

تعریف: جب نکرہ کی معرفہ کی طرف اضافت ہو جیسے **غلام زید**۔

تخصیص: جب نکرہ کی نکرہ کی طرف اضافت ہو جیسے **غلام رجل**۔

تخفیف: جب صیغہ صفت اپنے معمول کی طرف مضاف ہو جیسے **ضارب زید**۔ چونکہ یہ تینوں چیزیں اسم کا خاصہ ہیں اور یہی اضافت سے بھی مقصود ہوتی ہیں لہٰذا اضافت کو بھی اسم کا خاصہ اور نشانی بنادیا گیا۔

دخول لام التعریف اسم کی علامت کیوں؟

لام تعریف چونکہ تعریف کا فائدہ دیتا ہے اور تعریف اسم کا خاصہ ہے اس لیے دخول لام کو بھی اسم کا خاصہ اور نشانی بنادیا گیا۔

الجر والتنوین---کی وضاحت:

ان دونوں میں دخول، مجازاً لحوق کے معنی میں ہے۔ چونکہ جر، حرف جر کا اثر ہے اور حرف جر اسم پر داخل ہوتا ہے لہٰذا جر کو بھی اسم کے ساتھ خاص کر دیا گیا۔ تنوین اس نون ساکن کو کہتے ہیں جو پڑھنے میں آئے لیکن لکھنے میں نہ آئے۔ تنوین کی پانچ قسمیں ہیں: تنوین تمکن، تنوین ترنم، تنوین تنکیر، تنوین عوض، تنوین مقابلہ۔ تنوین ترنم کے علاوہ باقی چاروں اسم کے ساتھ خاص ہیں

لہٰذا تنوین کو بھی اسم کے ساتھ خاص کر کے اس کی علامت اور نشانی بنا دیا گیا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ تنوین کلمہ کو ما بعد سے منقطع کر دیتی ہے اور یہ خاصیت صرف اسم میں ہی پائی جاتی ہے اس لیے اسے اسم کی علامت بنا دیا گیا۔

"والتثنیۃ والجمع---کی وضاحت:

تثنیہ اور جمع میں تعدد پایا جاتا ہے اور تعدد، تغایر کو لازم ہے جبکہ فعل میں تغایر نہیں پایا جاتا اسی لیے انہیں اسم کی علامت بنا دیا گیا۔

سوال: تثنیہ اور جمع تو فعل میں بھی پایا جاتا ہے جیسے **ضَرَبَا، ضَرَبُوْا** وغیرہ۔ لہٰذا اسے فعل کی علامت کہنا درست نہیں ہے؟

جواب: فعل میں تثنیہ اور جمع نہیں ہوتا بلکہ فعل کا فاعل تثنیہ اور جمع ہوتا ہے وہ اس طرح کہ "**ضَرَبَا**" میں الف تثنیہ ضمیر بارز فعل کا فاعل ہے اسی طرح "**ضَرَبُوْا**" میں واوَ جمع ضمیر بارز فعل کا فاعل ہے۔ اور ضمیر اسم ہے فعل نہیں۔

والنعت والتصغیر والنداء---کی وضاحت:

صفت میں زیادہ والی معنی پایا جاتا ہے اور زیادتی والا معنی صرف اسم میں ہی ہوتا ہے اس لیے اسے اسم کی علامت بنا دیا گیا۔ تصغیر کو اسم کی علامت اس لیے بنایا گیا کہ تصغیر قلت وحقارت والا معنی دیتی ہے اور یہ معنی بھی صرف اسم کا ہی خاصہ ہے۔ اسی طرح منادیٰ ہونا بھی اسم کی علامت ہے کیونکہ منادیٰ حرف نداء کا اثر ہوتا ہے اور حرفِ نداء اسم کے ساتھ خاص ہیں لہٰذا اس کا اثر یعنی منادیٰ بھی اسم کے ساتھ خاص کر دیا گیا اور اسے بھی اسم کی علامت بنا دیا گیا۔

سوال: آپ نے کہا کہ فعل صفت نہیں بنتا جبکہ ہم آپ کو مثال سے ثابت کرتے ہیں کہ فعل بھی صفت بنتا ہے چنانچہ "**جاءنی رجل نصر**" میں "**رجل**" موصوف ہے اور "**نصر**" جملہ فعلیہ ہو کر موصوف کی صفت بن رہا ہے۔

جواب: فعل صفت نہیں بنتا، آپ نے جو مثال پیش کی ہے اس میں جملہ فعلیہ اسم مفرد کی تاویل میں ہو کر صفت بن رہا ہے۔ اصل عبارت یوں ہو گی "**جاءنی رجل ناصر**"

فان کل ھذہ خواص الاسم" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ یہ بیان کررہے ہیں کہ مذکورہ تمام علامات اسم کے خاصہ ہیں یعنی یہ صرف اسماء میں ہی ہونگیں کسی اور میں نہیں لیکن یہ ضروری نہیں کہ تمام کی تمام ایک ہی اسم میں پائی جائیں۔

معنی الاخبار عنہ" کی وضاحت:

چونکہ بقیہ علامات ظاہر المراد تھیں اور "**اخبار عنہ**" خفی المراد تھی اس لیے مصنف نے اسے الگ سے دوبارہ ذکر کیا تاکہ اس کی مراد ظاہر کی جائے۔ مصنف نے جب اخبار عنہ ذکر کیا تو وہم پیدا ہو رہا تھا کہ اس سے مراد اسم کا مبتدا ہونا ہے فاعل اور نائب الفاعل نہیں ہوسکتے کیونکہ مبتدا کے علاوہ کے لیے مخبر عنہ کا لفظ استعمال نہیں ہوتا اور یہ دونوں مبتدا نہیں ہوتے۔ لہٰذا مصنف نے محکوم علیہ کہہ کر اس وہم کو دور کر دیا اور یہ ظاہر کر دیا کہ فاعل اور نائب الفاعل بھی اسم ہیں کیونکہ یہ دونوں بھی محکوم علیہ ہوتے ہیں۔ مفعولاً سے مصنف کی مراد مفعول مالم یسم فاعلہ یعنی نائب الفاعل ہے ورنہ مفاعیل خمسہ میں سے کوئی بھی محکوم علیہ نہیں ہے۔

ویسمی اسماًلسموہ--الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کررہے ہیں کہ اسم کا نام اسی وجہ سے اسم رکھ گیا ہے کہ یہ فعل اور حرف دونوں پر بلند ہے اس لیے کہ کلام تنہا اسم سے مرکب ہو جاتا ہے لیکن تنہا فعل اور حرف سے نہیں بلکہ یہ دونوں مرکب ہونے میں اسم کے محتاج ہوتے ہیں۔

اسم کی اصل کیا ہے؟

بصریوں کے نزدیک اسم کی اصل "**سِمْوٌ**" ہے بمعنی بلندی، کیونکہ یہ اپنی دونوں قسیموں پر بلند ہوتا ہے۔ اور اس کی جمع "**اَسْمَاء**" اور "**اَسَامِی**" آتی ہے۔ اور تصغیر "**سُمَیٌّ**" جو اصل میں "**سُمَیْوٌ**" تھا جس کی واؤ کو حذف کرکے اس کے بدلے میں شروع میں ہمزہ مکسور لے کر آئے اور سین کو تخفیفًا ساکن کر دیا تو بن گیا "اسم" اس سے معلوم ہوا کہ یہ ناقص واوی ہے اور کسی بھی اسم کی اصل اس کی تصغیر اور جمع سے معلوم ہوتی ہے۔ کوفیوں کے نزدیک اسم کی اصل "**وِسْمٌ**" بمعنی علامت ہے اپنے مدلول پر علامت ہونے کی وجہ سے۔ واؤ مکسور کو ہمزہ سے بدل دیا تو بن گیا "**اسم**" جیسا کہ "**وِشَاحٌ**" سے "**اِشَاحٌ**"

"**لالكونه**" سے مصنف علیہ الرحمہ نے کوفی نحویوں کا رد کیا ہے کہ جن کے نزدیک اسم کی اصل "**وسم**" ہے۔ اور بصری نحویوں کے مذہب کو مختار مانتے ہوئے بیان کیا ہے کہ اسم کی اصل "**وسم**" نہیں بلکہ "**سمو**" ہے۔

متن: وَحَدُّ الْفِعْلِ كَلِمَةٌ تَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ نَفْسِهَا دَلَالَةً مُقْتَرِنَةً بِزَمَانٍ ذٰلِكَ الْمَعْنٰى كَضَرَبَ يَضْرِبُ اِضْرِبْ وَعَلَامَتُهٗ اَنْ يَّصِحَّ الْاِخْبَارُ بِهٖ لَا عَنْهُ وَدُخُوْلُ قَدْ وَالسِّيْنِ وَسَوْفَ وَالْجَزْمِ وَالتَّصْرِيْفُ اِلَى الْمَاضِيْ وَالْمُضَارِعِ وَكَوْنِهٖ اَمْرًا اَوْ نَهْيًا وَاِتِّصَالُ الضَّمَائِرِ الْبَارِزَةِ الْمَرْفُوْعَةِ نَحْوُ ضَرَبْتُ وَتَاءِ التَّانِيْثِ السَّاكِنَةِ نَحْوُ ضَرَبَتْ وَنُوْنَيِ التَّاكِيْدِ فَاِنَّ كُلَّ هٰذِهٖ خَوَّاصُ الْفِعْلِ وَمَعْنَى الْاِخْبَارُ بِهٖ اَنْ يَّكُوْنَ مَحْكُوْمًا بِهٖ وَيُسَمّٰى فِعْلًا بِاِسْمِ اَصْلِهٖ وَهُوَ الْمَصْدَرُ لِاَنَّ الْمَصْدَرَ هُوَ فِعْلُ الْفَاعِلِ حَقِيْقَةً

ترجمہ: اور فعل کی تعریف، فعل ایسا کلمہ ہے جو معنی پر خود بخود دلالت کرے ایسی دلالت جو اس معنی کے زمانہ کے ساتھ ملی ہوئی ہو جیسے **ضَرَبَ يَضْرِبُ اِضْرِبْ**۔ اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس کے ساتھ خبر دینا درست ہو نہ کہ اس سے، اور قد، سین، سوف اور جزم کا داخل ہونا۔ اور ماضی و مضارع کی طرف گردان کا ہونا۔ اور اس کا امر و نہی ہونا۔ اور ضمائرِ بارزہ مرفوعہ کا ملا ہوا ہونا جیسے ضربت۔ اور تاء تانیثِ ساکنہ کا داخل ہونا جیسے ضربت۔ اور تاکید کے دونوں نون کا داخل ہونا۔ پس یہ تمام فعل کے خواص ہیں اور اخبار بہ کا معنی ہے کہ یہ محکوم بہ بن سکتا ہو۔ اور اسے فعل کہتے ہیں اس کے اصل کے نام کے ساتھ اور وہ مصدر ہے کیونکہ مصدر حقیقت میں فاعل کا فعل ہوتا ہے۔

تشریح

کلمہ کی تعریف کے فوائد قیود:

فعل کی تعریف میں "**کلمة**" جنس ہے جو معرّف اور غیر معرّف سب کو شامل ہے۔

تدل علی معنی فی نفسها: فصل اول ہے جس سے حرف خارج ہو گیا کیونکہ وہ خود بخود معنی پر دلالت نہیں کرتا۔

دلالۃ مقترنۃ بزمان ذلک المعنی: فصل ثانی ہے جس سے اسم خارج ہو گیا کیونکہ وہ کسی زمانے کے ساتھ نہیں ملا ہوتا۔

وعلامتہ ان یصح الاخبار بہ--الخ "کی وضاحت:

اخبار بہ کی دو قسمیں ہیں:

1:۔ جو مخبر بہ کی بھی صلاحیت رکھتا ہو اور مخبر عنہ کی بھی یعنی اس میں مسند اور مسند الیہ دونوں کی صلاحیت ہو۔ یہ قسم اسم کے ساتھ خاص ہے۔

2:۔ جو صرف مخبر بہ کی صلاحیت رکھتا ہو اور مخبر عنہ کی صلاحیت نہ رکھتا ہو۔ یہ قسم فعل کے ساتھ خاص ہے۔

ودخول قد والسین وسوف الجزم "کی وضاحت:

"قد" چونکہ ماضی کو حال کے قریب کرنے کے لیے اور مضارع میں تقلیل یا تحقیق کے لیے آتا ہے اور یہ اوصاف صرف فعل کے ہی ہیں اس لیے "**قد**" کو فعل کی علامت بنادیا گیا۔ اسی طرح "**سین**" استقبال قریب اور "**سوف**" استقبال بعید کے لیے آتا ہے اور یہ دونوں کام فعل کے ساتھ خاص ہیں اسی لیے سین اور سوف کو بھی فعل کی علامت بنادیا گیا۔ "**جزم**" چونکہ حروف جوازم کا اثر ہے اور حروف جوازم فعل کے ساتھ خاص ہیں اس لیے "**جزم**" کو بھی فعل کے ساتھ خاص کر کے اس کی علامت بنادیا گیا۔

سوال: سوف کو بغیر الف لام جبکہ سین کو الف لام کے ساتھ ذکر کرنے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: سین کی مختلف انواع ہیں: طلب کے لیے، تحویل کے لیے، استقبال کے لیے، زائدہ، سین سکتہ وغیرہ۔ چونکہ اس کی انواع مختلف ہیں اس لیے تعیین کی ضرورت پڑھی اسی تعیین کے لیے مصنف نے اسے معرف ذکر کر دیا۔

والتصریف الی الماضی والمضارع--الخ "کی وضاحت:

کسی کلمے کا ماضی یا مضارع کی طرف پھرنا بھی فعل کی علامت ہے کیونکہ یہ پھرنا باعتبارِ زمانہ ہو گا اسی لیے اسے فعل کی علامت بنادیا گیا۔ امر اور نہی بھی فعل کی علامت ہیں کیونکہ یہ دونوں طلب کے لیے آتے ہیں اور طلب صرف فعل میں ہی ہوتی ہے

اس لیے انہیں فعل کی علامت بنادیا گیا۔ ضمیر بارز مرفوع فعل کی علامت اس لیے ہے کہ یہ فاعل ہوتی ہے اور فاعل، فعل کا ہوتا ہے۔ تائے تانیث ساکنہ فاعل کے مؤنث ہونے پر دلالت کرتی ہے اور فاعل، فعل کا ہوتا ہے اس لیے اسے بھی فعل کی علامت بنادیا گیا۔ دونوں نونِ تاکید یعنی نونِ ثقیلہ اور نونِ خفیفہ بھی فعل کی علامت ہیں چونکہ یہ دونوں تاکید طلب کے لیے آتے ہیں اس لیے انہیں فعل کی علامت بنادیا گیا۔ مذکورہ علامات فعل کا خاصہ ہیں یعنی اگرچہ یہ فعل کے تمام افراد میں نہیں پائی جاتیں لیکن یہ بھی ضرور ہے کہ یہ فعل کے علاوہ کسی اور میں بھی نہیں پائی جائیں گیں۔

ومعنی الاخبار بہ--کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ایک سوال کا جواب دے رہے ہیں:

سوال: فعل کی باقی علامات تو ٹھیک ہیں لیکن امر و نہی دونوں انشاء کے لیے آتے ہیں لہٰذا اخبار بہ ان دونوں کو شامل نہیں ہے؟

جواب: اخبار بہ سے مراد اس کا محکوم بہ ہونا ہے اور محکوم بہ ہونا امر و نہی کو بھی شامل ہے۔

ویسمی فعلاباسم اصلہ--الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ فعل کی وجہ تسمیہ بیان کررہے ہیں کہ فعل اصطلاحی کی اصل مصدر ہے کیونکہ فعل اصطلاحی، مصدر سے ہی مشتق ہوتا ہے۔ اور مصدر کا نام فعل تھا اور مصدر کا نام فعل اسی وجہ سے تھا کہ حقیقت میں مصدر ہی فاعل کا فعل ہوتا ہے۔ جیسے "ضَرَبَ زَیْدٌ" میں فاعل "زَیْدٌ" کا فعل اصل میں "ضَرْبٌ" مصدر ہے نہ کہ "ضَرَبَ" فعل اصطلاحی۔ پس جو اصل کا نام تھا وہی فرع یعنی اصطلاحی فعل کو دیدیا گیا۔ لہٰذا ضرب، یضرب اور اضرب وغیرہ کو مجازاً فعل کہتے ہیں۔ مزید اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مصنف علیہ الرحمہ کے نزدیک بصری نحویوں کا مذہب مختار ہے کیونکہ ان کے نزدیک اشتقاق میں مصدر، فعل کی اصل ہے۔

متن: وَحَدُّ الْحَرْفِ كَلِمَةٌ لَا تَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ نَفْسِهَا بَلْ تَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ غَيْرِهَا نَحْوُ مِنْ فَاِنَّ مَعْنَاهَا الْاِبْتِدَاءُ وَهِيَ لَا تَدُلُّ عَلَيْهِ اِلَّا بَعْدَ ذِكْرِ مَا مِنْهُ الْاِبْتِدَاءُ كَالْبَصْرَةِ وَالْكُوْفَةِ مَثَلًا

تَقُوْلُ سِرْتُ مِنَ الْبَصَرَةِ اِلَى الْكُوْفَةِ وَعَلَامَتُهٗ اَنْ لَا يَصِحَّ الْاِخْبَارُ عَنْهُ وَلَا بِهٖ وَاَنْ لَا يَقْبَلَ عَلَامَاتِ الْاَسْمَاءِ وَلَا عَلَامَاتِ الْاَفْعَالِ وَلِلْحَرْفِ فِي كَلَامِ الْعَرَبِ فَوَائِدُ كَالرَّبْطِ بَيْنَ الْاِسْمَيْنِ نَحْوُ زَيْدٌ فِي الدَّارِ وَالْفِعْلَيْنِ نَحْوُ اُرِيْدُ اَنْ تَضْرِبَ اَوْ اِسْمٍ وَفِعْلٍ كَضَرَبْتُ بِالْخَشْبَةِ اَوِ الْجُمْلَتَيْنِ نَحْوُ اِنْ جَاءَنِي زَيْدٌ اَكْرَمْتُهٗ وَغَيْرَ ذٰلِكَ مِنَ الْفَوَائِدِ الَّتِيْ تَعْرِفُهَا فِي الْقِسْمِ الثَّالِثِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَيُسَمّٰى حَرْفًا لِوُقُوْعِهٖ فِي الْكَلَامِ حَرْفًا اَيْ طَرَفًا اِذْ لَيْسَ مَقْصُوْدًا بِالذَّاتِ مِثْلُ الْمُسْنَدِ وَالْمُسْنَدِ اِلَيْهِ

ترجمہ: اور کلمہ کی تعریف، کلمہ ایسا کلمہ ہے جو خود بخود معنی پر دلالت نہ کرے بلکہ ایسے معنی پر دلالت کرے جو اس کے غیر میں ہے۔ جیسا کہ "من" اس کا معنی ہے ابتداء، یہ اس معنی پر دلالت نہیں کرے گا مگر جس سے ابتداء ہو رہی ہے اسے ذکر کرنے کے بعد جیسے بصرہ اور کوفہ، مثلاً آپ کہتے ہیں میں نے بصرہ سے کوفہ تک سیر کی۔ اس کی علامت یہ ہے کہ نہ اس کے بارے میں خبر دینا درست ہو اور نہ ہی اس کے ساتھ خبر دینا درست ہو۔ اور وہ اسماء اور افعال کی علامات قبول نہ کرتا ہو۔ کلام عرب میں حرف کے چند فوائد ہیں جیسے دو اسموں کے درمیان ربط قائم کرنا مثال کے طور پر زید فی الدار۔ اور دو فعلوں کے درمیان ربط قائم کرنا مثال کے طور پر اُرید ان تضرب۔ یا فعل اور اسم کے درمیان ربط قائم کرنا جیسے ضربت بالخشبۃ۔ یا دو جملوں کے درمیان ربط قائم کرنا جیسے ان جاءنی زید اکرمتہ۔ اور ان کے ایسے فوائد ہیں جنہیں آپ قسم ثالث میں جانیں گے ان شاء اللہ عزوجل۔ اور حرف کو کلام میں حرف یعنی طرف میں واقع ہونے کی وجہ سے حرف کہا جاتا ہے۔ کیونکہ حرف مسند اور مسند الیہ کی طرح مقصود بالذات نہیں ہوتا۔

تشریح

وحد الحرف کلمۃ--الخ" کی وضاحت:

حرف کالغوی معنی ہے طرف، کنارہ وغیرہ اوراسے حرف کہنے کی وجہ یہ ہے کہ کلام میں فعل اوراسم عمدہ واقع ہوتے ہیں جبکہ حرف ایسانہیں ہے۔اور حرف اپنے معنی خاص پرخوددلالت نہیں کرتابلکہ وہ اپنے معنی پرغیر کے ساتھ مل کر دلالت کرتاہے جیسے حرف "مِنْ"کاوضع کے اعتبار سے معنی ہے خاص ابتداءیعنی کسی خاص جگہ سے ابتداء کرنا۔اس معنی پراس وقت تک دلالت نہیں ہوگی جب تک خاص جگہ کاذکر نہ کیاجائے جیسے بصرہ یاکوفہ وغیرہ۔مثلاًیوں کہاجائے "**سِرْتُ مِنَ الْبَصَرَةِ اِلَى الْكُوْفَةِ**"تواب "من "کامعنی سمجھاجارہاہے کہ سیر کی ابتداءبصرہ سے ہوئی ہے۔

وعلامته ان لا یصح الاخبار عنه ولا به--الخ"کی وضاحت:

حرف کی علامت یہ ہے کہ یہ مخبر عنہ ہوسکتاہے نہ ہی مخبر بہ، کیونکہ حرف کامعنی مستقل نہیں ہوتاجبکہ مخبر عنہ اور مخبر بہ کامعنی مستقل ہوتاہے نیز یہ اسم اور حرف کی علامات بھی قبول نہیں کرتا۔

سوال: جب حرف مخبر عنہ اور مخبر بہ ہی نہیں بن سکتاتوپھراس کے بارے میں بحث کرناہی بلافائدہ ہے؟

جواب: مصنف نے اس کاجواب "**وللحرف فی کلام العرب فوائد**"سے دیاکہ کوئی یہ نہ سمجھاجائے کہ حرف کے بارے میں بحث کرنابلافائدہ ہے کیونکہ کلام عرب میں حرف کے کثیر فوائدہیں۔مثلاً

1:۔۔۔دواسموں کے درمیان ربط قائم کرنے کے لیے حرف کوذکر کیاجاتاہے جیسے "**زَيْدٌ فِی الدَّارِ**"اس مثال میں "**فی** "حرف ہے جوظرفیت کافائدہ دے رہاہے اگراسے ذکر نہ کیاجاتاتوزید کاگھر میں ہونانہ سمجھاجاتا۔

2:۔۔۔دوفعلوں کے درمیان ربط قائم کرنے کے لیے ذکر کیاجاتاہے جیسے "**اُرِيْدُ اَنْ تَضْرِبَ**"اس مثال میں "**ان**"حرف مصدر ہے جس نے "**اُرِيْدُ**"اور "**تَضْرِبُ**" کے درمیان ربط قائم کردیاکیونکہ "**تَضْرِبُ**" کوماقبل کامفعول بنانامقصود تھاجوکہ "**اَنْ**" کے بغیر نہیں بن سکتاتھا۔تقدیری عبارت یوں ہوگی "**اُرِيْدُ ضَرْبَکَ**"

3:۔۔۔اسم اور فعل کے درمیان ربط قائم کرنے کے لیے ذکر کیاجاتاہے جیسے "**ضَرَبْتُ بِالْخَشْبَةِ**"اس مثال میں "**ب**"حرف جرہے جس نے فعل اوراسم کے درمیان ربط قائم کیاہے کیونکہ یہاں "**خشبه**"کو"**ضرب**" کے لیے آلہ اورواسطہ بنانامقصود تھاجوکہ بغیر کے باء کے نہیں ہوسکتاتھااوراگرباءکونہ لایاجاتاتو"**خشبه**"مفعول بن جاتا۔

4:۔۔۔دوجملوں کے درمیان ربط قائم کرنے کے لیے ذکر کیا جاتا ہے جیسے "**ان جاءنی زیداکرمته**" اس مثال میں "**ان**" حرف شرط ہے جس کی وجہ سے اکرام کو "**مجیئت**" کے ساتھ معلق کرنا مقصود ہے۔اوراگر اسے ذکر نہ کیا جاتا تو یہ تعلیق حاصل نہ ہوتی۔

ویسمی حرفالوقوعه فی الکلام حرفا--الخ" کی وضاحت:

حرف کو حرف کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا ایک معنی طرف اور کنارہ ہے چونکہ حرف بھی کلام عرب میں ایک طرف واقع ہوتا ہے۔اورایک طرف واقع ہونے سے مراد یہ ہے کہ حرف کلام میں مقصود بالذات نہیں ہوتا کیونکہ کلام میں مقصود بالذات صرف مسند الیہ اور مسند ہوتے ہیں اور حرف مسند الیہ یا مسند نہیں ہوتا اس لیے اس کے بارے میں کہا گیا کہ یہ ایک طرف واقع ہوتا ہے۔

فصل اَلْکَلَامُ لَفْظٌ تَضَمَّنَ کَلِمَتَیْنِ بِالْاِسْنَادِ وَالْاِسْنَادُ نِسْبَةُ اِحْدَی الْکَلِمَتَیْنِ اِلَی الْاُخْرٰی بِحَیْثُ تُفِیْدُ الْمُخَاطَبَ فَایِٔدَةً تَامَّةً یَصِحُّ السَّکُوْتُ عَلَیْهَا نَحْوُ زَیْدٌ قَایِٔمٌ وَقَامَ زَیْدٌ وَیُسَمَّی جُمْلَةً فَعُلِمَ اَنَّ الْکَلَامَ لَا یَحْصُلُ اِلَّا مِنْ اِسْمَیْنِ نَحْوُ زَیْدٌ قَایِٔمٌ وَیُسَمَّی جُمْلَةً اِسْمِیَّةً اَوْ مِنْ فِعْلٍ وَاِسْمٍ نَحْوُ قَامَ زَیْدٌ وَیُسَمَّی جُمْلَةً فِعْلِیَّةً اِذْ لَا یُوْجَدُ الْمُسْنَدُ وَالْمُسْنَدُ اِلَیْهِ مَعًا فِی غَیْرِهِمَا وَلَا بُدَّ لِلْکَلَامِ مِنْهُمَا فَاِنْ قِیْلَ قَدْ نُوْقِضَ بِالنِّدَاءِ نَحْوُ یَا زَیْدُ قُلْنَا حَرْفُ النِّدَاءِ قَایِٔمٌ مَقَامَ اَدْعُوْ وَاَطْلُبُ وَهُوَ الْفِعْلُ فَلَا نَقْضَ عَلَیْهِ وَاِذَا فَرَغْنَا مِنَ الْمُقَدَّمَةِ فَلْنَشْرَعْ فِی الْاَقْسَامِ الثَّلٰثَةِ وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِیْنُ

ترجمہ: کلام ایسا لفظ ہے جو دو کلموں کا اسناد کے ساتھ ملا ہوا ہو۔اور دو کلموں میں سے ایک کی دوسرے کی طرف نسبت کرنے کو اسناد کہتے ہیں اس حیثیت سے کہ وہ مخاطب کو ایسا مکمل فائدہ دے کہ اس پر سکوت درست ہو جیسے زید قائم اور قام زید اسے جملہ کہا جاتا ہے۔پس معلوم ہوا کہ کلام حاصل نہیں ہوتا مگر دو اسموں سے جیسے زید قائم اوراسے جملہ اسمیہ کہتے ہیں یا ایک فعل اور ایک اسم سے جیسے قام زید اوراسے جملہ فعلیہ کہتے ہیں کیونکہ

ان دونوں کے علاوہ میں مسند اور مسند الیہ اکٹھا نہیں پایا جاتا اور کلام کے لیے ان دونوں کا ہونا ضروری ہے اگر کہا جائے کہ نقض وارد کیا گیا ہے نداء سے جیسے یا زید۔ تو ہم نے کہا کہ حرف نداء ادعو اور اطلب کے قائم مقام ہے اور وہ فعل ہے پس اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور جب ہم مقدمہ سے فارغ ہو گئے تو ہم اقسام ثلاثہ شروع کرتے ہیں اور اللہ توفیق دینے والا مدد گار ہے۔

تشریح

کلام کی تعریف میں فوائد قیود:

الکلام: معرَّف اور محدود ہے۔

لفظ: جنس ہے جو کلام کو بھی شامل ہے اور غیر کلام کو بھی۔

تضمن کلمتین: فصل اول ہے جس سے مہملات جیسے "**جَسْقٌ**" اور مفردات جیسے **زید، عمرو** وغیرہ خارج ہو گئے کیونکہ مہمل کلمہ ہی نہیں ہوتا اور مفرد کلمہ تو ہوتا ہے لیکن اکیلا ہوتا ہے۔

بالاسناد: فصل ثانی ہے جس سے مرکباتِ غیر کلامیہ یعنی مرکب اضافی، مرکب توصیفی، مرکب صوتی اور مرکب تعدادی خارج ہو گئے کیونکہ ان میں اسناد نہیں ہوتی اگرچہ دو کلموں سے مرکب ہیں۔

الکلام --- الخ" کی وضاحت:

کلام کا لغوی معنی ہے "**مایتکلم به سواءکان فیه ترکیب او لا**" جسے بولا جائے چاہے اس میں ترکیب ہو یا نہیں۔ اور اصطلاحی تعریف وہ ہے جو مصنف نے کی ہے۔

اسناد کی تعریف اور فوائد قیود:

نسبة احدی الکلمتین الی اخریٰ: جنس ہے جو معرّف اور غیر معرّف دونوں کو شامل ہے۔

بحیث تفید المخاطب فائدة تامة: فصل ہے جس سے وہ اسناد نکل گئی جو مخاطب کو فائدہ تامہ نہیں دیتی جیسے مرکب اضافی وغیرہ۔ کیونکہ نسبت مفیدہ میں چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے محکوم علیہ، محکوم بہ، نسبتِ حکمیہ اور حکم۔ جیسے "**زَیْدٌ قَائِمٌ**" میں

"زید" محکوم علیہ ہے۔ " قائم " محکوم بہ ہے۔ قیام کی زید کی طرف نسبت، نسبتِ حکمیہ ہے اور ربط حکم ہے۔ یہ چاروں امور جملہ فعلیہ یا اسمیہ میں ہی پائے جاتے ہیں۔

نسبة احدی الکلمتین۔۔الخ "کی وضاحت:

اسناد لغوی طور پر ایک چیز کو دوسری چیز سے ربط دینے کو کہتے ہیں ۔اور اصطلاحی طور پر وہی تعریف ہے جو مصنف نے کی ہے۔ اب چاہے پہلے کلمے کی دوسرے کی طرف نسبت ہو جیسے جملہ اسمیہ میں ہوتی ہے مثلاً **زید قائم**، یا دوسرے کلمے کی پہلے کی طرف نسبت ہو جیسے جملہ فعلیہ میں ہوتی ہے مثلاً **قام زید**۔ اور اس پر اس طرح سکوت درست ہو کہ مخاطب کو مزید کسی کلمہ کے سننے کی حاجت نہ رہے بلکہ وہ اسی سے بات سمجھ جائے۔ یہاں مخاطب کے سکوت سے مراد یہ ہے کہ وہ مقصود اصلی سمجھ گیا ہو جیسے "**ضَرَبَ زَيْدٌ**" کہا تو معلوم ہو گیا کہ زید نے مارا ہے اب اس چیز کو بیان کرنا مقصودِ اصلی نہیں کہ اس نے کس کو، کب اور کہاں مارا۔ یعنی مخاطب کا انتظار اس طرح کا نہ ہو جیسا کہ وہ مسند الیہ کے ذکر کے بعد مسند کا کرتا ہے یا مسند کے ذکر کے بعد مسند الیہ کا کرتا ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ کلام میں مبتداء خبر، فعل اور فاعل کے علاوہ فضلہ ہیں کیونکہ مقصودِ اصلی انہی سے سمجھ میں آجاتا ہے باقی کی ضرورت نہیں رہتی۔

فعلم ان الکلام ۔۔الخ "کی وضاحت:

فاء شرطِ محذوف کے جواب میں ہے اصل عبارت یوں تھی "**ای اذا کان الاسناد ماخوذا فی تعریف الکلام فعلم ان الکلام ۔۔الخ** "یعنی جب کلام کی تعریف میں اسناد ماخوذ و معتبر ہوئی اور اسناد مسند اور امسند الیہ کے بغیر نہیں پائی جاتی تو معلوم ہوا کہ کلام ہمیشہ دو اسموں سے مرکب ہو گا جیسے "**زید قائم**" اسے جملہ اسمیہ کہتے ہیں۔۔یا۔۔ فعل اور اسم سے مرکب ہو گا جیسے "**قام زید**" اسے جملہ فعلیہ کہتے ہیں۔

اذلا یوجد المسند والمسند الیہ ۔۔الخ "کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ کلام صرف دو اسموں یا فعل اور اسم سے ہی مرکب ہوتا ہے کیونکہ مسند الیہ اور مسند کسی اور میں اکٹھے نہیں پائے جاتے اور کلام کے لیے ان دونوں کا ہونا ضروری ہے۔

فان قیل قدنوقض--الخ"کی وضاحت:

اگر یہ کہاجائے کہ آپ کا قول کہ کلام صرف دواسموں یا فعل اوراسم سے ہی مرکب ہوتاہے درست نہیں ہے کیونکہ "یازید" بالاتفاق کلام ہے لیکن یہ حرف اوراسم سے مرکب ہے؟تواس کاجواب دیتے ہوئے مصنف علیہ الرحمہ نے کہاکہ "یازید"میں "یا"حرف نداء"اَدْعُوْ"یا"اَطْلُبُ" فعل کے قائم مقام ہے اوریہ دونوں فعل ہیں لھٰذا یہ نہیں کہاجاسکتاکہ یَازَیْدُ، حرف اوراسم سے مرکب ہے۔

اَلْقِسْمُ الْاَوَّلُ فِی الْاِسْمِ وَقَدْمَرَّتَعْرِیْفُہٗ وَھُوَیَنْقَسِمُ اِلَی الْمُعْرَبِ وَالْمَبْنِیِّ فَلْنَذْکُرْاَحْکَامَہٗ فِی بَابَیْنِ وَخَاتِمَۃٍ **اَلْبَابُ الْاَوَّلُ** فِی الْاِسْمِ الْمُعْرَبِ وَفِیْہِ مُقَدِّمَۃٌ وَثَلٰثَۃُ مَقَاصِدَوَخَاتِمَۃٌ اَمَّاالْمُقَدِّمَۃُ فَفِیْھَافُصُوْلٌ

فَصْلٌ فِی تَعْرِیْفِ الْاِسْمِ الْمُعْرَبِ وَھُوَکُلُّ اِسْمٍ رُکِّبَ مَعَ غَیْرِہٖ وَلَایُشْبِہُ مَبْنِیَ الْاَصْلِ اَعْنِی الْحَرْفَ وَالْاَمْرَالْحَاضِرَوَالْمَاضِیَ نَحْوُ زَیْدٌفِی قَامَ زَیْدٌلَازَیْدٌوَحْدَہٗ لِعَدَمِ التَّرْکِیْبِ وَلَاھٰؤُلَآءِ فِی قَامَ ھٰؤُلَآءِ لِوُجُوْدِالشِّبْہِ وَیُسَمّٰی مُتَمَکِّنًا

ترجمہ: پہلی فصل اسم کے بارے میں ہے اوراس کی تعریف گزرچکی ہے اوروہ معرب ومبنی کی طرف تقسیم ہوتی ہے پس ہم اس کے احکام دوبابوں اور خاتمے میں ذکرکرینگے۔پہلاباب اسم معرب کے بارے میں ہے اوراس میں ایک مقدمہ اور تین مقاصد اور خاتمہ ہے۔بہرحال مقدمہ اس میں چند فصلیں ہیں۔فصل اسم معرب کی تعریف کے بارے میں اوروہ ہروہ اسم ہے جسے اس کے غیر کے ساتھ ترکیب دیاگیاہو اوروہ مبنی الاصل کے مشابہ نہ ہویعنی حرف، امر حاضر اور نہی کے مشابہ نہ ہو جیسے زید، قام زید میں نہ کہ اکیلازید، ترکیب نہ ہونے کی وجہ سے، اور ھٰؤلآء، قام ھٰؤلآء میں نہیں، مشابہت پائے جانے کی وجہ سے اوراسے اسم متمکن کہاجاتاہے۔

تشریح

القسم الاول--الخ" کی وضاحت:

مصنف علیہ الرحمہ نے قسم اول میں اسم کو ذکر کرکے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اسم، فعل اور حرف کے مقابلے میں زیادہ اہمیت کا حامل ہے کیونکہ کلام دو اسموں سے تو مرکب ہو سکتا ہے لیکن فعل اور حرف سے مرکب نہیں ہو سکتا۔ اسم کی تعریف چونکہ پہلے ہو چکی ہے اس لیے اسے ذکر کرنے کے بجائے مصنف علیہ الرحمہ نے اس کی تقسیم کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اسم کی دو قسمیں ہیں معرب اور مبنی۔

معرب کو مبنی پر مقدم کرنے کی وجہ۔۔

اسم معرب کو مبنی پر مقدم کرنے کی یہ وجہ ہے کہ الفاظ کی وضع مافی الضمیر ظاہر کرنے کے لیے ہوتی ہے اور مافی الضمیر کا ظہور اعراب سے ہی ہوتا ہے کیونکہ اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فلاں فاعل ہے اور فلاں مفعول۔ اور مبنی کا کوئی اعراب نہیں ہوتا۔

معرب اور مبنی ہونے کے اعتبار سے اسم کی تقسیم کی وجہ حصر:

اسم دو حال سے خالی نہ ہوگا، مفرد یا مرکب، مفرد ہوگا تو مبنی جیسے **زید، عمرو بکر**۔ اور اگر مرکب ہوگا تو دو حال سے خالی نہ ہوگا مبنی الاصل کے مشابہ ہوگا یا نہیں، اگر مبنی الاصل کے مشابہ ہوگا تو مبنی جیسے **جاءنی ھؤلاء** میں **ھؤلاء**۔ اور اگر مشابہ نہ ہوگا تو معرب ہوگا جیسے **جاءنی زید** میں **زید**۔

"اما المقدمة فیھا فصول--الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ مقدمہ کے اجزاء بیان کررہے ہیں کہ اس میں چار فصلیں۔ فصل اول میں اسم معرب کی تعریف، فصل ثانی میں اس کا حکم، فصل ثالث میں اقسام اور فصل رابع میں منصرف اور غیر منصرف کو بیان کیا گیا ہے۔

ثلثة مقاصد وخاتمة" کی وضاحت:

ثلثۃ مقاصد سے مراد مرفوعات، منصوبات اور مجرورات کا بیان ہے جبکہ خاتمۃ سے مراد توابع کا بیان۔

"اسم المعرب۔۔الخ" کی وضاحت:

معرب اسم مفعول کا صیغہ ہے جس کا لغوی معنی ہے ظاہر کیا ہوا اور اگر اسے اسم ظرف بنایا جائے تو معنی ہو گا ظاہر کرنے کی جگہ۔ اصطلاحی طور پر اسم معرب اسے کہتے ہیں جو اپنے غیر یعنی عامل کے ساتھ مرکب چاہے وہ عامل لفظی ہو یا معنوی اور وہ اسم مبنی الاصل کے مشابہ نہ ہو۔ جمہور کے نزدیک مبنی الاصل تین چیزیں ہیں: تمام حروف، فعل ماضی اور امر حاضر معروف، جبکہ صاحب مفصل کے نزدیک جملہ بھی مبنی الاصل ہے۔

سوال: غیر منصرف بھی اسم معرب ہے لیکن اس پر معرب والی تعریف صادق نہیں آرہی کیونکہ یہ فعل کے مشابہ ہوتا ہے اور فعل مبنی الاصل ہے۔

جواب: مبنی الاصل کے مشابہ ہونے سے مراد مناسبتِ مؤثرہ ہے اور غیر منصرف میں مناسبتِ مؤثرہ نہیں پائی جاتی۔

مبنی الاصل سے مشابہت کی اقسام:

مبنی الاصل سے مشابہت کی چند اقسام ہیں جو درج ذیل ہیں:

1. اسم مبنی الاصل کے معنی کو متضمن ہو جیسے این ہمزہ استفہام کے معنی کو متضمن ہے۔
2. اسم کی بناء تین حروف سے کم پر ہو جیسے "مَن" یہ "مِن" کے مشابہ ہے۔
3. جیسے مبنی الاصل میں حروف قرینے کے محتاج ہوتے ہیں اسی طرح وہ اسم قرینے کا محتاج ہو جیسے اسماء موصولہ اور اسماء اشارہ، صلہ اور مشار الیہ کے محتاج ہوتے ہیں۔
4. اسم مبنی الاصل کی جگہ واقع ہو جیسے "نَزَالِ، اِنْزِلْ" کی جگہ واقع ہونے کی وجہ سے مبنی ہے۔
5. اسم ایسے مبنی الاصل کا ہم وزن ہو جو مبنی الاصل کی جگہ ہو جیسے "فَجَارِ، حَضَارِ، تَمَارِ" یہ "نَزَالِ" کے ہم وزن ہیں اور نزال مبنی الاصل کی جگہ واقع ہے۔
6. اسم مبنی الاصل کا ہم شکل ہو جیسے کاف اسمی کاف حرفی کا ہم شکل ہے مثلاً کذالك میں "ك" حرفی ہے اگر یہ اسمی ہوتا تو اس کی جگہ اسم ظاہر بھی آسکتا تھا لیکن یہاں ایسا نہیں ہو سکتا اس لیے یہ "ك" حرفی ہے اسمی نہیں۔

7. اسم ایسی جگہ واقع ہو جو مبنی الاصل کے مشابہ ہو جیسے "یَازَیْدُ" یہاں "زید،ك" اسی کی جگہ واقع ہے اور ک اسمی کاف حرفی کا ہم شکل ہے۔

اسم معرب کی تعریف کے فوائد قیود:

کل اسم: جنس ہے جس جو معرّف و غیر معرّف دونوں کو شامل ہے۔

رکب مع غیرہ: فصل اول ہے اس سے وہ الفاظ نکل گئے جو اپنے غیر کے ساتھ مرکب نہیں ہیں جیسے زید، بکر وغیرہ۔

ولا یشبه منبی الاصل: فصل ثانی ہے اس سے وہ الفاظ نکل گئے جو مبنی الاصل کے مشابہ ہوں جیسے "قام ھؤلاء" میں **ھؤلاء**، کیونکہ یہ حرف کے مشابہ ہے وہ اس طرح کہ جس طرح حرف اپنے معنی پر دلالت کرنے کے لیے غیر کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح **ھؤلاء** بھی اپنے معنی پر دلالت کرنے کے لیے مشارٌ الیہ کا محتاج ہوتا ہے۔

"نحو زید فی قام زید--الخ" کی وضاحت:

اسم معرب کے لیے دو شرطیں ہیں: وجودی اور عدمی۔ وجودی سے مراد یہ ہے کہ ترکیب پائی جائے یعنی وہ اسم اپنے غیر کے ساتھ مرکب ہو۔ عدمی سے مراد یہ ہے کہ وہ اسم مبنی الاصل کے مشابہ نہ ہو۔ جیسے "قَامَ زَیْدٌ" میں "زَیْدٌ" مرکب بھی ہے اور مبنی الاصل کے مشابہ بھی نہیں ہے۔

معرب کو اسم متمکن کہنے کی وجہ--

متمکن باب تفعل سے اسم فاعل کا صیغہ ہے جس کا معنی ہے جگہ پکڑنے والا اور معرب چونکہ منصرف ہونے کی صورت میں اعراب ثلاثہ اور تنوین کو پکڑتا اور قبول کرتا ہے اور غیر منصرف ہونے کی صورت میں رفع اور نصب کو پکڑتا اور قبول کرتا ہے اسی وجہ سے اسے اسم متمکن بھی کہتے ہیں۔

فَصْلٌ حُكْمُهٗ اَنْ يَّخْتَلِفَ اٰخِرُهٗ بِاِخْتِلَافِ الْعَوَامِلِ اِخْتِلَافًا لَفْظِيًّا نَحْوُ جَاءَنِیْ زَیْدٌ وَرَاَیْتُ زَیْدًا وَمَرَرْتُ بِزَیْدٍ اَوْ تَقْدِیْرِیًّا نَحْوُ جَاءَنِیْ مُوْسٰی وَرَاَیْتُ مُوْسٰی وَمَرَرْتُ بِمُوْسٰی **اَلْاِعْرَابُ** مَابِهٖ

يَخْتَلِفُ اٰخِرُ الْمُعْرَبِ كَالضَّمَّةِ وَالْفَتْحَةِ وَالْكَسْرَةِ وَالْوَاوِ وَالْاَلِفِ وَالْيَاءِ وَاِعْرَابُ الْاِسْمِ عَلٰى ثَلٰثَةِ اَنْوَاعٍ رَفْعٌ وَنَصْبٌ وَجَرٌّ **وَالْعَامِلُ** بِهٖ رَفْعٌ اَوْنَصْبٌ اَوْجَرٌّ **وَمَحَلُّ الْاِعْرَابِ** مِنَ الْاِسْمِ هُوَالْحَرْفُ الْاَخِيْرُ مِثَالُ الْكُلِّ نَحْوُ قَامَ زَيْدٌ فَقَامَ عَامِلٌ وَزَيْدٌ مُعْرَبٌ وَالضَّمَّةُ اِعْرَابٌ وَالدَّالُ مَحَلُّ الْاِعْرَابِ وَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَايُعْرَبُ فِي كَلَامِ الْعَرَبِ اِلَّاالْاِسْمُ الْمُتَمَكِّنُ وَالْفِعْلُ الْمُضَارِعُ سَيَجِيْئُ حُكْمُهٗ فِي الْقِسْمِ الثَّانِي اِنْ شَاءَاللّٰهُ تَعَالٰى

فصل: اس کا حکم یہ ہے کہ اس کا آخر عوامل کے بدلنے سے بدل جاتا ہے لفظی طور پر جیسے جاءنی زید و رایت زیدا ومررت بزید یاتقدیری طور پر جیسے جاءنی موسٰی ، رایت موسٰی او رمررت بموسٰی۔ الاعراب جس کے ذریعے معرب کا آخر بدل جاتا ہے جیسے ضمہ، فتحہ اور کسرہ، واؤ، الف اور یاء۔ اور اسم کے اعراب کی تین نوعیں ہیں رفع، نصب اور جر۔ اور عامل جس کے ساتھ رفع یا نصب یا جر آئے۔ اور اسم کا محل اعراب آخر حرف ہے۔ ان سب کی مثال جیسے قام زید، پس قام عامل ہے اور زید معرب اور ضمہ اعراب اور دال محل اعراب ہے۔ اور تو جان کہ کلام عرب میں اسم متمکن اور فعل مضارع کے علاوہ کوئی معرب نہیں ہوتا۔ اور اس کا حکم ان شاء اللہ تعالیٰ قسم ثانی میں آئے گا۔

تشریح:

حکمہ ان یختلف--الخ" کی وضاحت:

حکم اس اثر کو کہتے ہیں جو کسی چیز پر مرتب ہو۔ اور جب کوئی اسم معرب ہوتا ہے تو اس پر یہ اثر مرتب ہوتا ہے کہ عوامل کے بدلنے کے ساتھ اس کا آخر بھی بدل جاتا ہے چاہے لفظی طور پر بدلے یا تقدیری طور پر۔ لفظی تبدیلی کی مثال" جَاءَنِيْ زَيْدٌ وَرَاَيْتُ زَيْدًا وَمَرَرْتُ بِزَيْدٍ" تقدیری تبدیلی کی مثال" جَاءَنِي مُوْسٰى وَرَاَيْتُ مُوْسٰى وَمَرَرْتُ بِمُوْسٰى"

سوال: آپ کی تعریف جامع مانع نہیں ہے کیونکہ ہم آپ کو دکھاتے ہیں کہ لفظ ایک ہے عوامل بھی بدل رہے ہیں لیکن اس کے باوجود اس کا آخر نہیں بدل رہا جیسے **اِنَّ زَیْدًا مَضْرُوْبٌ، اِنِّیْ ضَرَبْتُ زَیْدًا، اِنِّیْ ضَارِبٌ زَیْدًا**۔

جواب: عوامل کے بدلنے سے مراد یہ ہے کہ وہ عوامل تقاضے اور عمل میں مختلف ہوں مثلاً کوئی رفع کو چاہتا ہو، کوئی نصب کو اور کوئی جر کو۔ آپ کی مثال میں عوامل لفظی اور ذاتی طور پر تو مختلف ہیں لیکن تقاضے اور عمل کے اعتبار سے یکساں ہیں کیونکہ حرف مشبہ بالفعل، ضربت اور ضارب تینوں کا تقاضا نصب ہے۔

الاعراب مابہ--الخ" کی وضاحت:

"**ما**" سے مراد حرف یا حرکت اور "**بہ**" میں باء سببیہ ہے مطلب یہ کہ اعراب وہ حرف یا حرکت ہے جس کے سبب معرب کا آخر تبدیل ہو جائے۔

کالضمۃ والفتحۃ--الخ" کی وضاحت:

اعراب کی دو قسمیں ہیں: اعراب بالحرکت جیسے ضمہ، فتحہ اور کسرہ دوسری قسم ہے اعراب الحرف جیسے الف، واؤ اور یاء۔ اس کے بعد مصنف علیہ الرحمہ نے اسم معرب کے اعراب کی اقسام بیان کی ہیں کہ وہ تین ہیں رفع، نصب اور جر۔

"والعامل مابہ--الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ عامل الفعل یعنی **لَمْ، لَمَّا** وغیرہ بیان نہیں کر رہے بلکہ عامل الاسم بیان کر رہے ہیں۔ عامل کا لغوی معنی ہے عمل کرنے والا جبکہ اصطلاح میں جس کی وجہ سے رفع، نصب اور جر آئے اسے عامل کہتے ہیں جیسے **جَاءَنِی زَیْدٌ، رَاَیْتُ زَیْدًا، مَرَرْتُ بِزَیْدٍ** میں بالترتیب جاء، رایت اور باء عامل ہیں۔

"ومحل الاعراب--الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ اسم معرب کے اعراب کا محل آخری حرف ہی ہے۔ اور حصر کے لیے ضمیر فصل اس لیے لائے تاکہ اس وہم کو دور کیا جائے کہ باقی میں تو مان لیا کہ محل اعراب آخری حرف ہوتا ہے لیکن تثنیہ اور جمع مذکر سالم میں محل اعراب ماقبل نون ہوتا ہے۔ اس کا جواب حصر سے مل گیا کہ تثنیہ اور جمع مذکر سالم میں بھی محل

اعراب آخری حرف ہی ہے کیونکہ ان میں آخری حرف نون نہیں بلکہ ما قبل نون ہے جبکہ نون تو حرکت کے عوض میں لایا گیا ہے۔

عامل، معرب، اعراب اور محل اعراب کو سمجھانے کے لیے مصنف علیہ الرحمہ نے مثال دی "قَامَ زَيْدٌ" اس مثال میں "قَامَ" عامل، "زَيْد" معرب، ضمہ اعراب اور دال محل اعراب ہے۔ اس کے بعد مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ کلام عرب میں معرب صرف دو چیزیں ہیں: اسم متمکن اور وہ فعل مضارع جو نون جمع مؤنث اور نون تاکید سے خالی ہو۔

فَصْلٌ فِيْ اَصْنَافِ اِعْرَابِ الْاِسْمِ وَهِيَ تِسْعَةُ اَصْنَافٍ **اَلْاَوَّلُ** اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِالضَّمَّةِ وَالنَّصبُ بِالْفَتْحَةِ وَالْجَرُّ بِالْكَسْرَةِ وَيَخْتَصُّ بِالْمُفْرَدِ الْمُنْصَرِفِ الصَّحِيْحِ وَهُوَ عِنْدَ النُّحَاةِ مَالَا يَكُوْنُ فِيْ اٰخِرِهٖ حَرْفُ عِلَّةٍ كَزَيْدٍ وَبِالْجَارِيْ مَجْرَى الصَّحِيْحِ وَهُوَ مَا يَكُوْنُ فِيْ اٰخِرِهٖ وَاوٌ اَوْ يَاءٌ مَاقَبْلَهَا سَاكِنٌ كَدَلْوٍ وَظَبْيٍ وَبِالْجَمْعِ الْمُكَسَّرِ الْمُنْصَرِفِ كَرِجَالٍ تَقُوْلُ جَاءَنِيْ زَيْدٌ وَدَلْوٌ وَظَبْيٌ وَرِجَالٌ وَرَاَيْتُ زَيْدًا وَدَلْوًا وَظَبْيًا وَرِجَالًا وَمَرَرْتُ بِزَيْدٍ وَدَلْوٍ وَظَبْيٍ وَرِجَالٍ **اَلثَّانِيْ** اَنْ يَكُوْنَ الرَّفْعُ بِالضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ وَالْجَرُّ بِالْكَسْرَةِ وَيَخْتَصُّ بِجَمْعِ الْمُؤَنَّثِ السَّالِمِ تَقُوْلُ هُنَّ مُسْلِمَاتٌ وَرَاَيْتُ مُسْلِمَاتٍ وَمَرَرْتُ بِمُسْلِمَاتٍ **اَلثَّالِثُ** اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِالضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ وَالْجَرُّ بِالْفَتْحَةِ وَيَخْتَصُّ بِغَيْرِ الْمُنْصَرِفِ كَعُمَرَ تَقُوْلُ جَاءَنِيْ عُمَرُ وَرَاَيْتُ عُمَرَ وَمَرَرْتُ بِعُمَرَ **اَلرَّابِعُ** اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِالْوَاوِ وَالنَّصْبُ بِالْاَلِفِ وَالْجَرُّ بِالْيَاءِ وَيَخْتَصُّ بِالْاَسْمَاءِ السِّتَّةِ مُكَبَّرَةً مَوَحَّدَةً مُضَافَةً اِلٰى غَيْرِ يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ وَهِيَ اَخُوْكَ وَاَبُوْكَ وَهَنُوْكَ وَحَمُوْكَ وَفُوْكَ وَذُوْمَالٍ تَقُوْلُ جَاءَنِيْ اَخُوْكَ وَرَاَيْتُ اَخَاكَ وَمَرَرْتُ بِاَخِيْكَ وَكَذَا الْبَوَاقِيْ

ترجمہ: فصل اسم کے اعراب کی اقسام کے بارے میں اور یہ نو قسمیں ہیں: پہلی قسم یہ ہے کہ رفع ضمہ کے ساتھ اور نصب فتحہ کے ساتھ اور جر کسرہ کے ساتھ ہو اور یہ مفرد منصرف صحیح کے ساتھ خاص ہے اور وہ نحویوں

کے نزدیک وہ اسم ہے جس کے آخر میں حرف علت نہ ہو جیسے زید، اور جاری مجریٰ صحیح کے ساتھ خاص ہے اور وہ ایسا اسم ہے جس کے آخر میں واؤ یا یاء ساکن ماقبل کسرہ ہو جیسے دلو اور ظبی۔ اور جمع مکسر منصرف کے ساتھ خاص ہے جیسے رجال، تو کہے گا: جَاءَنِیْ زَیْدٌ وَدَلْوٌ وَظَبْیٌ وَرِجَالٌ وَرَاَیْتُ زَیْدًا وَدَلْوًا وَظَبْیًا وَرِجَالاً وَمَرَرْتُ بِزَیْدٍ وَدَلْوٍ وَظَبْیٍ وَرِجَالٍ **دوسری قسم** یہ ہے کہ رفع ضمہ سے، نصب اور جر کسرہ کے ساتھ ہو اور یہ جمع مؤنث سالم کے ساتھ خاص ہے جیسے تو کہے گا: ھُنَّ مُسْلِمَاتٌ وَرَاَیْتُ مُسْلِمَاتٍ وَمَرَرْتُ بِمُسْلِمَاتٍ **تیسری قسم** یہ ہے کہ رفع ضمہ سے اور نصب و جر فتحہ کے ساتھ ہو اور یہ غیر منصرف کے ساتھ خاص ہے جیسے تو کہے گا: جَاءَنِیْ عُمَرُ وَرَاَیْتُ عُمَرَ وَمَرَرْتُ بِعُمَرَ **چوتھی قسم** یہ ہے کہ رفع واؤ سے، نصب الف سے اور جر یاء کے ساتھ ہو اور یہ اسمائے ستہ موحدہ کے ساتھ خاص ہے جو یاء متکلم کی طرف مضاف نہ ہو اور وہ یہ ہیں: اَخُوْکَ وَاَبُوْکَ وَھَنُوْکَ وَحَمُوْکَ وَفُوْکَ وَذُوْمَالٍ" تو کہے گا: جَاءَنِیْ اَخُوْکَ وَرَاَیْتُ اَخَاکَ وَمَرَرْتُ بِاَخِیْکَ اور اسی طرح باقی۔

تشریح:

"فی اصناف اعراب الاسم--الخ" کی وضاحت:

صنف کا معنی ہے قسم۔ اسم معرب کے اعراب کی نو قسمیں ہیں اور جن اسمائے متمکن پر یہ اعراب آئیں گے وہ سولہ ہیں۔

لفظاً ظاہر ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے اعراب کی اقسام

اس اعتبار سے اعراب کی دو قسمیں ہیں: 1۔ لفظی 2۔ تقدیری

1۔**اعراب لفظی کی تعریف:** وہ اعراب جو لفظوں میں ظاہر ہو۔ جیسے: رَبِحَ زَیْدٌ فِیْ تِجَارَتِه میں زَیْدٌ پر آنے والا اعراب لفظی ہے۔

2۔**اعراب تقدیری کی تعریف:** وہ اعراب جو لفظوں میں ظاہر نہ ہو۔ جیسے: کَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسٰی میں مُوْسٰی کا اعراب تقدیری ہے؛ کیونکہ اس کا اعراب لفظوں میں ظاہر نہیں ہو رہا۔ ان دونوں میں لفظی اعراب اصل جبکہ تقدیری فرع ہے۔ پھر اعراب لفظی کی دو قسمیں ہیں: ا۔ اعراب بالحرکت ۲۔ اعراب بالحرف

1۔**اعراب بالحرکۃ کی تعریف:** وہ اعراب جو زبر، زیر اور پیش یا دو زبر، دو زیر اور دو پیش کی صورت میں ہو، جیسے جَاءَ الرَجُلُ، رَأَیْتُ الرَّجُلَ، نَظَرْتُ اِلَی الرَّجُلِ، جَاءَ زَیْدٌ، رَأَیْتُ زَیْداً، نَظَرْتُ اِلٰی زَیْدٍ

2۔ **اعراب بالحرف کی تعریف:** وہ اعراب جو واؤ، الف اور یاء کی صورت میں ہو، جیسے جَاءَ أَبُوْکَ، رَأَیْتُ أَبَاکَ، نَظَرْتُ اِلٰی أَبِیْکَ

چونکہ اعراب لفظی بالحرکت باقی کی نسبت اصل ہے اس لیے مصنف علیہ الرحمہ نے پہلے اسے بیان کیا۔ چنانچہ اعراب کی پہلی قسم مفرد (جو تثنیہ اور جمع کے مقابلے میں ہو) منصرف صحیح، جاری مجریٰ صحیح اور جمع مکسر کے ساتھ خاص ہے ان کی حالت رفع ضمہ، حالت نصب فتحہ اور حالت جر کسرہ کے ساتھ آتی ہے۔ تینوں کی مثالیں مصنف علیہ الرحمہ نے بیان کر دی ہیں۔

مفرد منصرف صحیح: وہ مفرد جو تثنیہ اور جمع کے مقابلے میں ہو منصرف ہو اور اس کے آخر میں حرف علت نہ ہو جیسے زَیْدٌ

جاری مجریٰ صحیح: جس کے آخر میں واؤ۔ یا۔ یاء ما قبل ساکن ہو جیسے دَلْوٌ ظَبْیٌ وغیرہ۔

جمع مکسر: وہ جمع جسے بناتے وقت واحد کی بناء ٹوٹ گئی ہو جیسے رَجُلٌ سے رِجَالٌ۔

"الثانی--الخ" کی وضاحت:

اعراب کی نو قسموں میں سے دوسری قسم جمع مؤنث سالم کے ساتھ خاص ہے اس کی حالت رفع ضمہ سے اور حالت نصب وجر کسرہ کے ساتھ آتی ہے مثالیں مصنف علیہ الرحمہ نے بیان کر دی ہیں۔

سوال: ہم آپ کو چند ایسی مثالیں پیش کرتے ہیں جو ہیں تو مذکر کی جمع سالم لیکن انہیں جمع مؤنث سالم کا اعراب دیا گیا ہے جیسے مرفوعات، منصوبات اور مجرورات ان کا مفرد مرفوع، منصوب اور مجرور آتا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟

جواب: جمع مؤنث سالم سے ہماری مراد وہ جمع ہے جس کے آخر میں الف اور تاء ہو چاہے اس کا مفرد مذکر ہو یا مؤنث۔

الثالث--الخ" کی وضاحت:

اعراب کی تیسری قسم غیر منصرف کے ساتھ خاص ہے اس کی حالت رفع ضمہ سے اور حالت نصب اور جر فتحہ کے ساتھ آتی ہے مثالیں مصنف علیہ الرحمہ نے بیان کر دی ہیں۔

سوال: غیر منصرف میں جر کو فتحہ کے تابع کیوں کیا؟

جواب: غیر منصرف فعل کے مشابہ ہے اور فعل پر کسرہ نہیں آتی اس لیے ہم نے غیر منصرف کو بھی کسرہ سے بچاکر جر کو فتحہ کے تابع کر دیا۔

"الرابع--الخ" کی وضاحت:

چوتھی قسم اسمائے ستہ مکبرہ موحدہ کے ساتھ خاص ہے جو یائے متکلم کی طرف مضاف نہ ہوں۔ ان میں سے چار ناقص واوی ہیں: اَبُوْكَ، اَخُوْكَ، هَنُوْكَ اور حَمُوْكِ جبکہ "ذُوْ" لفیف مقرون ہے کہ اس کی اصل "ذَوُوْ" ہے یہ ہمیشہ اسم جنس کی طرف مضاف ہو کر استعمال ہوتا ہے اسی وجہ سے مصنف علیہ الرحمہ نے "ذُوْمَالٍ" کہا۔ اور ایک اجوف واوی ہے یعنی "فُوْكَ" کیونکہ اس کی اصل "فَوْهٌ" ہے پھر هاء کو حذف کر دیا گیا اور واؤ کو میم سے بدل دیا حالت اضافت کے علاوہ میں یعنی فَمٌ۔ اور اگر اضافت ہو تو واؤ کے ساتھ پڑھیں گے یعنی فُوْكَ۔ اول الذکر تین اسماء کے آخر میں کاف ضمیر واحد مذکر مخاطب کی ہے جبکہ حَمُوْكِ میں واحد مؤنث مخاطب کی ہے۔

ان کی حالت رفع واؤ سے حالت نصب الف سے اور حالت جر یاء کے ساتھ آتی ہے۔ اس اعراب کے لیے چار شرطیں ہیں: ان میں یائے تصغیر نہ ہو۔ موحد ہوں تثنیہ اور جمع نہ ہوں۔ مضاف ہوں۔ یائے متکلم کے علاوہ کی طرف مضاف ہوں۔

اَلْخَامِسُ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِالْاَلِفِ وَالنَّصْبُ وَالْجَرُّ بِالْيَاءِ الْمَفْتُوْحِ مَاقَبْلَهَا وَيَخْتَصُّ بِالْمُثَنّٰى وَكِلَا مُضَافًا اِلٰى مُضْمَرٍ وَاثْنَانِ وَاثْنَتَانِ تَقُوْلُ جَاءَنِي الرَّجُلَانِ كِلَاهُمَا وَاثْنَانِ وَاثْنَتَانِ وَرَاَيْتُ الرَّجُلَيْنِ كِلَيْهِمَا وَاثْنَيْنِ وَاثْنَتَيْنِ وَمَرَرْتُ بِالرَّجُلَيْنِ كِلَيْهِمَا وَاثْنَيْنِ وَاثْنَتَيْنِ **اَلسَّادِسُ** اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِالْوَاوِ وَالْمَضْمُوْمِ مَاقَبْلَهَا وَالنَّصْبُ وَالْجَرُّ بِالْيَاءِ الْمَكْسُوْرِ مَاقَبْلَهَا وَيَخْتَصُّ بِجَمْعِ الْمُذَكَّرِ السَّالِمِ نَحْوُ مُسْلِمُوْنَ وَاُولُوْ وَعِشْرُوْنَ مَعَ اَخَوَاتِهَا تَقُوْلُ جَاءَنِي مُسْلِمُوْنَ وَعِشْرُوْنَ وَاُولُوْ مَالٍ وَرَاَيْتُ مُسْلِمِيْنَ وَعِشْرِيْنَ وَاُولِيْ مَالٍ وَمَرَرْتُ بِمُسْلِمِيْنَ وَعِشْرِيْنَ وَاُولِيْ مَالٍ وَاعْلَمْ اَنَّ نُوْنَ التَّثْنِيَةِ

مَکْسُوْرَةً اَبَدًاوَنُوْنَ جَمْعِ السَّلَامَةِ مَفْتُوْحَةً اَبَدًاوَكِلَاهُمَاتَسْقُطَانِ عِنْدَالْاِضَافَةِ تَقُوْلُ

جَاءَنِیْ غُلَامَازَيْدٍ وَمُسْلِمُوْ مِصْرَ **اَلسَّابِعُ** اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِتَقْدِيْرِالضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ

بِتَقْدِيْرِالْفَتْحَةِ وَالْجَرُّبِتَقْدِيْرِالْكَسْرَةِ وَيَخْتَصُّ بِالْمَقْصُوْرِوَهُوَمَا فِیْ اٰخِرِهٖ اَلِفٌ مَقْصُوْرَةٌ

كَعَصاً وَبِالْمُضَافِ اِلٰى يَاءِالْمُتَكَلِّمِ غَيْرِجَمْعِ الْمُذَكَّرِالسَّالِمِ كَغُلَامِیْ تَقُوْلُ جَاءَنِیْ عَصاً

وَغُلَامِیْ وَرَاَيْتُ عَصاً وَغُلَامِیْ وَمَرَرْتُ بِعَصاً وَغُلَامِیْ **اَلثَّامِنُ** اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِتَقْدِيْرِالضَّمَّةِ

وَالْجَرُّبِتَقْدِيْرِالْكَسْرَةِ وَالنَّصْبُ بِالْفَتْحَةِ لَفْظًاوَيَخْتَصُّ بِالْمَنْقُوْصِ وَهُوَ مَا فِیْ اٰخِرِهٖ

يَاءٌمَاقَبْلَهَامَكْسُوْرٌكَالْقَاضِیْ تَقُوْلُ جَاءَنِیْ الْقَاضِیْ وَرَاَيْتُ الْقَاضِیَ وَمَرَرْتُ بِالْقَاضِیْ

اَلتَّاسِعُ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِتَقْدِيْرِالْوَاوِوَالنَّصْبُ وَالْجَرُّبِالْيَاءِلَفْظًاوَيَخْتَصُّ بِجَمْعِ

الْمُذَكَّرِالسَّالِمِ مُضَافًااِلٰى يَاءِالْمُتَكَلِّمِ تَقُوْلُ جَاءَنِیْ مُسْلِمِیَّ تَقْدِيْرُهٗ مُسْلِمُوْیَ اِجْتَمَعَتِ

الْوَاوُوَالْيَاءُوَالْاُوْلٰى مِنْهُمَاسَاكِنَةٌ فَقُلِبَتِ الْوَاوُيَاءًوَاُدْغِمَتِ الْيَاءُفِی الْيَاءِوَاُبْدِلَتِ

الضَّمَّةُ بِالْكَسْرَةِلِمُنَاسِبَةِالْيَاءِفَصَارَمُسْلِمِیَّ وَرَاَيْتُ مُسْلِمِیَّ وَمَرَرْتُ بِمُسْلِمِیَّ

ترجمہ: پانچویں قسم وہ ہے کہ رفع الف کے ساتھ اور نصب وجر ایسی یاء کے ساتھ ہو جس کا ماقبل مفتوح ہو۔ اور یہ تثنیہ، اور اس کلا کے ساتھ خاص ہے جو ضمیر کی طرف مضاف ہو اور اثنان اور اثنتان کے ساتھ خاص ہے۔ تو کہے گا جَاءَنِی الرَّجُلَانِ كِلَاهُمَاوَاثْنَانِ وَاثْنَتَانِ وَرَاَيْتُ الرَّجُلَيْنِ كِلَيْهِمَاوَاثْنَيْنِ وَاثْنَتَيْنِ وَمَرَرْتُ بِالرَّجُلَيْنِ كِلَيْهِمَاوَاثْنَيْنِ وَاثْنَتَيْنِ **چھٹی قسم** یہ ہے کہ رفع ایسی واؤ کے ساتھ ہو جس کا ماقبل مضموم ہو اور نصب وجر ایسی یاء کے ساتھ ہو جس کا ماقبل مکسور ہو اور یہ جمع مذکر سالم کے ساتھ خاص ہے جیسے مسلمون، اولو، اور عشرون اپنے متشابہات کے ساتھ۔ تو کہے گا: جَاءَنِیْ مُسْلِمُوْنَ وَعِشْرُوْنَ وَاُولُوْ مَالٍ وَرَاَيْتُ مُسْلِمِيْنَ وَعِشْرِيْنَ وَاُولِیْ مَالٍ وَمَرَرْتُ بِمُسْلِمِيْنَ وَعِشْرِيْنَ وَاُولِیْ مَالٍ تو جان کہ تثنیہ کا نون ہمیشہ مکسور اور جمع

مذکر سالم کانون ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے اور یہ دونوں اضافت کے وقت گر جاتے ہیں ۔تو کہے گا جَاءَنِی غُلَامَا زَیْدٍ وَمُسْلِمُوْ مِصْرَ **ساتویں قسم** یہ ہے کہ رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ نصب فتحہ تقدیری کے ساتھ اور جر کسرہ تقدیری کے ساتھ آتی ہے اور یہ اسم مقصورہ کے ساتھ خاص کی گئی ہے اور اسم مقصورہ وہ ہے جس کے آخر میں الف مقصورہ ہو جیسے عصا اور جمع مذکر سالم کے علاوہ جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہو اس کے ساتھ خاص ہے جیسے غلامی، تو کہے گا: جَاءَنِیْ عَصاً وَغُلَامِیْ وَرَاَیْتُ عَصاً وَغُلَامِیْ وَمَرَرْتُ بِعَصاً وَغُلَامِیْ **آٹھویں قسم** یہ ہے کہ رفع تقدیر ضمہ کے ساتھ، جر تقدیری کسرہ کے ساتھ نصب فتحہ کے ساتھ درحال کہ وہ فتحہ لفظی ہو اور یہ اسم منقوص کے ساتھ خاص ہے اور اسم منقوص وہ اسم ہے جس کے آخر میں ایسی یاء ہو جس کا ما قبل مکسور ہو جیسے القاضی تو کہے گا: جَاءَنِی الْقَاضِیْ وَرَاَیْتُ الْقَاضِیَ وَمَرَرْتُ بِالْقَاضِیْ **نویں قسم** یہ ہے کہ رفع تقدیری واؤ کے ساتھ اور نصب وجر یاء کے ساتھ درحال کہ وہ یاء لفظی ہو اور یہ جمع مذکر سالم کے ساتھ خاص ہے اس حال میں کہ وہ یاء متکلم کی طرف مضاف ہو تو کہے گا جاءنی مسلمی اس کی اصل مسلموی تھی واؤ اور یاء اکٹھے ہو اور ان میں پہلی ساکن ہے پس واؤ کو یاء سے بدل دیا گیا اور یاء کا یاء میں ادغام کر دیا گیا اور ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا یاء کی مناسبت کی وجہ سے پس بن گیا مُسْلِمِیَّ وَرَاَیْتُ مُسْلِمِیَّ وَمَرَرْتُ بِمُسْلِمِیَّ

تشریح:

الخامس--الخ"کی وضاحت:

یہ قسم تثنیہ اور ملحقات تثنیہ کے ساتھ خاص ہے۔ان کی حالت رفع الف کے ساتھ اور حالت نصب وجر یاء ساکن ما قبل مفتوح کے ساتھ ہوتی ہے۔

تثنیہ اور اس کے ملحقات:

تثنیہ صوری اور تثنیہ معنوی کو تثنیہ کے ملحقات کہتے ہیں اور ان کا بھی وہی اعراب ہے جو تثنیہ حقیقی کا ہوتا ہے۔

تثنیہ صوری:

وہ تثنیہ جو صورت میں اور معنی میں تثنیہ کی طرح ہو لیکن اس مادے سے اس کا مفرد موجود نہ ہو جیسے **اثنان** اور **اثنتان**۔

تثنیہ معنوی:

وہ تثنیہ جس کا صرف معنی تثنیہ والا ہو جیسے **کلا** اور **کلتا**۔"**کلا**" اصل میں "**کِلَوٌ**" تھا واؤ کو الف سے بدل دیا گیا، **کِلْتَا**، **کِلَا** کی مؤنث ہے جس کی اصل "**کِلَوَا**" تھی پھر واؤ کو تاء سے بدل دیا گیا۔"**کلا**" اصل ہے اور "**کلتا**" فرع اور اصل کے ذکر میں فرع بھی شامل ہے اس لیے مصنف علیہ الرحمہ نے اصل کے ذکر پر ہی اکتفا کیا۔ان کے اعراب کے لیے ضمیر کی طرف مضاف ہونے کی شرط اس لیے لگائی کہ جب یہ اسم ظاہر کی طرف مضاف ہونگے تو ان کا اعراب بالحرکت تقدیری ہوگا کیونکہ **کِلَا** اور **کِلْتَا** کے دو اعتبار ہیں لفظی اور معنوی، لفظی اعتبار سے دونوں مفرد ہیں کیونکہ ان کے آخر میں علامت تثنیہ نہیں ہے اور معنوی اعتبار سے مثنی ہیں اس لیے کہ ان کا معنی دو ہے لہٰذا اعراب میں بھی دونوں کا لحاظ کرتے ہوئے کہا گیا کہ اسم ظاہر کی طرف مضاف ہوں تو اعراب بالحرکت تقدیری دینگے اور اسم ضمیر کی طرف مضاف ہوں تو اعراب بالحرف دینگے۔

سوال: مصنف علیہ الرحمہ نے "**کِلَا**" میں تو اصل پر اکتفا کر لیا لیکن **اِثْنَانِ** اور **اِثْنَتَانِ** میں ایسا کیوں نہیں کیا؟

جواب: اس لیے کہ اسماء عدد کا حکم اکثر ایک جیسا نہیں ہوتا مگر چونکہ ان دونوں کا حکم ایک جیسا ہی تھا اس لیے دونوں کو ذکر کر دیا اگر ایک کو ذکر کرتے تو وہم پیدا ہوتا کہ شاید مؤنث کا حکم کوئی اور ہوگا۔

"السادس--الخ" کی وضاحت:

یہ قسم جمع مذکر سالم اور اس کے ملحقات کے ساتھ خاص ہے۔ان کی حالت رفع واؤ ما قبل مضموم اور حالت نصب و جر یاء ما قبل مکسور آتی ہے۔

جمع مذکر سالم کے ملحقات:

جمع صوری اور جمع معنوی کو جمع مذکر سالم کے ملحقات کہتے ہیں۔ان کے اعراب کا بھی وہی حکم ہے جو جمع مذکر سالم حقیقی کا ہے۔

جمع مذکر سالم صوری:

وہ جمع جو صورت میں جمع مذکر سالم کی طرح ہو لیکن اور اسی مادہ سے اس کا مفرد ہو نہ ہی جمع والا معنی ہو۔ جیسے **عشرون** سے **تسعون** تک۔

جمع مذکر سالم معنوی:

وہ جمع جو معنی کے اعتبار سے جمع ہو لیکن صورت جمع والی نہ ہو اور نہ ہی اس مادہ سے اس کا مفرد آتا ہو جیسے **اولو**۔

"واعلم ان نون--الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ایک قاعدہ بیان کر رہے ہیں کہ تثنیہ کا نون تینوں حالتوں میں مکسور اور جمع مذکر سالم کا نون مفتوح رہے گا۔ اور جب ان کی اضافت ہو تو دونوں کے نون گر جاتے ہیں۔

"السابع--الخ" کی وضاحت:

یہ قسم اسم مقصور کے ساتھ خاص ہے اس کی حالت رفع ضمہ تقدیری، حالت نصب فتحہ تقدیری اور حالت جر کسرہ تقدیری کے ساتھ آتی ہے۔

"وبالمضاف الی یاء المتکلم--لخ" کی وضاحت:

جمع مذکر سالم کے علاوہ وہ اسم جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہو اس کا بھی وہی اعراب ہے جو اسم مقصور کا ہے۔ جیسے **غلامی**

"الثامن--الخ" کی وضاحت:

یہ قسم اسم منقوص کے ساتھ خاص ہے ان کی حالت رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ، حالت جر کسرہ تقدیری اور حالت نصب فتحہ لفظی کے ساتھ آتی ہے۔

"التاسع--الخ" کی وضاحت:

یہ قسم اس جمع مذکر سالم کے ساتھ خاص ہے جو یاءِ متکلم کی طرف مضاف ہو اس کی حالت رفع واؤ تقدیری اور حالت نصب وجر فتحہ لفظی سے آتی ہے۔

فَصْلٌ اِسْمُ الْمُعْرَبِ عَلٰی نَوْعَیْنِ **مُنْصَرِفٌ** وَهُوَمَالَیْسَ فِیْهِ سَبَبَانِ اَوْوَاحِدٌ یَقُوْمُ مَقَامَهُمَامِنَ الْاَسْبَابِ التِّسْعَةِ کَزَیْدٍ وَیُسَمَّی الْاِسْمَ الْمُتَمَکِّنَ وَحُکْمُهٗ اَنْ یَّدْخُلَهُ الْحَرَکَاتُ الثَّلٰثُ مَعَ التَّنْوِیْنِ تَقُوْلُ جَاءَنِیْ زَیْدٌ وَرَاَیْتُ زَیْدًا وَمَرَرْتُ بِزَیْدٍ **وَغَیْرُمُنْصَرِفٍ** وَهُوَمَافِیْهِ سَبَبَانِ اَوْوَاحِدٌ مِّنْهَا یَقُوْمُ مَقَامَهُمَا **وَالْاَسْبَابُ التِّسْعَةُ** هِیَ الْعَدْلُ وَالْوَصْفُ وَالتَّانِیْثُ وَالْمَعْرِفَةُ وَالْعُجْمَةُ وَالْجَمْعُ وَالتَّرْکِیْبُ وَالْاَلِفُ وَالنُّوْنُ الزَّائِدَتَانِ وَوَزْنُ الْفِعْلِ وَحُکْمُهٗ اَنْ لَایَدْخُلَهُ الْکَسْرَةُ وَالتَّنْوِیْنُ وَیَکُوْنَ فِیْ مَوْضِعِ الْجَرِّ مَفْتُوْحًا اَبَدًا تَقُوْلُ جَاءَنِیْ اَحْمَدُ وَرَاَیْتُ اَحْمَدَ وَمَرَرْتُ بِاَحْمَدَ اَمَّا **الْعَدْلُ فَهُوَ** تَغَیُّرُ اللَّفْظِ مِنْ صِیْغَتِهِ الْاَصْلِیَّةِ اِلٰی صِیْغَةٍ اُخْرٰی تَحْقِیْقًا اَوْتَقْدِیْرًا وَلَایَجْتَمِعُ مَعَ وَزْنِ الْفِعْلِ اَصْلًا وَیَجْتَمِعُ مَعَ الْعَلَمِیَّةِ کَعُمَرَ وَزُفَرَ وَمَعَ الْوَصْفِ کَثُلَاثَ وَمَثْلَثَ وَاُخَرَ وَجُمَعَ

ترجمہ: فصل اسم معرب دو نوعوں پر مشتمل ہے۔ منصرف اور یہ وہ ہے جس میں نو اسباب میں سے دو سبب یا ایک ایسا سبب نہ پایا جائے جو دو کے قائم مقام ہو جیسے زید اور اسے اسم متمکن کہا جاتا ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اس پر تنوین سمیت تینوں حرکتیں داخل ہو سکتی ہیں تو کہے گا جَاءَنِیْ زَیْدٌ وَرَاَیْتُ زَیْدًا وَمَرَرْتُ بِزَیْدٍ اور غیر منصرف وہ جس میں دو سبب یا ایک ایسا سبب پایا جائے جو دو کے قائم مقام ہو۔ اور نو اسباب یہ ہیں: عدل، وصف، تانیث، معرفہ، عجمہ، جمع، ترکیب، الف نون زائدہ تان اور وزن فعل۔ اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس پر کسرہ اور تنوین داخل نہیں ہوتا اور جر کی جگہ ہمیشہ فتحہ ہوتی ہے تو کہے گا جَاءَنِیْ اَحْمَدُ وَرَاَیْتُ اَحْمَدَ وَمَرَرْتُ بِاَحْمَدَ بہر حال عدل وہ لفظ کا اپنے اصل صیغے سے دوسرے صیغے کی طرف تبدیل ہونا ہے حقیقی طور پر یا تقدیری

طور پر، اور عدل وزن فعل کے ساتھ بالکل ہی جمع نہیں ہوتا اور علمیت کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے جیسے عمر اور زفر اور وصف کے ساتھ جیسے ثلاث، مثلث، اخر اور جمع

تشریح

اسم معرب کی اقسام:۔۔۔

اسم معرب کی دو قسمیں ہیں: منصرف اور غیر منصرف، مصنف علیہ الرحمہ نے منصرف کو غیر منصرف پر مقدم کیا کیونکہ اسماء میں منصرف ہونا اصل ہے اور غیر منصرف ہونا فرع، اور اصل فرع سے مقدم ہوتی ہے لہٰذا منصرف کو بھی غیر منصرف پر مقدم کر دیا گیا۔

اسم منصرف کی تعریف: منصرف کا لغوی معنی ہے پھرنے والا جبکہ اصطلاحی طور پر اس اسم معرب کو کہتے ہیں جس میں منع صرف کے نو اسباب میں سے دو سبب یا ایک ایسا سبب نہ پایا جائے جو دو کے قائم مقام ہو جیسے **اَحْمَدُ**

سوال: ہم آپ کو ایسی مثال پیش کرتے ہیں جس میں دو سبب پائے جاتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ غیر منصرف نہیں ہے جیسے **ضَرَبَتْ** اس میں وزن فعل اور تانیث پائی جارہی ہے۔

جواب: آپ کی دی ہوئی مثال فعل ہے جبکہ ہماری بحث تو اسماء کے بارے میں ہے نہ کہ افعال کے بارے میں۔

سوال: "**حضار**" اور "**تمار**" دونوں اسم ہیں اور ان میں دو سبب یعنی علمیت اور تانیث پائے جارہے ہیں لیکن پھر بھی انہیں غیر منصرف نہیں کہا جاتا، اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: ہماری بحث اسمائے مبنیہ سے نہیں بلکہ اسمائے معربہ سے ہے اور آپ کی مثالیں اسمائے مبنیہ سے تعلق رکھتی ہیں۔

سوال: ہم آپ کو اسمائے معربہ میں سے ہی مثالی پیش کرتے ہیں لیکن اسے بھی آپ غیر منصرف نہیں جانتے جیسے "**قائمة**" اور "**ضاربة**" ان دونوں میں تانیث اور وصف پایا جارہا ہے۔

جواب: ان میں سبب تو پائے جارہے ہیں لیکن مؤثر نہیں ہیں کیونکہ سببان سے ہماری مراد "**سببان مؤثران**" ہے۔

"اما العدل--الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ عدل کی تعریف بیان کر رہے ہیں چونکہ اس کی تعریف غیر معروف تھی اس لیے اسے بیان کر دیا اور باقی اسباب معروف تھے اس لیے ان کی تعریفات کے بجائے شرائط بیان کر دیں۔

عدل کی تعریف: عدل کا لغوی معنی ہے پھیرنا، اعراض کرنا، مائل ہونا جبکہ اصطلاحی طور پر عدل کہتے ہیں لفظ کا اپنے اصل صیغے سے دوسرے صیغے کی طرف تبدیل ہونا ہے تحقیقی طور پر یا تقدیری طور پر۔

عدل کی اقسام:

عدل کی دو قسمیں ہیں: عدل تحقیقی اور عدل تقدیری

عدل تحقیقی: جس میں غیر منصرف ہونے کے علاوہ بھی اسم کے اصل صیغہ سے معدول ہونے کی دلیل موجود ہو۔ یعنی یہ اگر غیر منصرف نہ بھی ہو تب بھی اس کے معدول ہونے کی دلیل پائی جائے جیسے **ثُلَاثُ** اور **مَثْلَثُ** دونوں کے معنی ہیں تین تین، قیاس یہ کہتا ہے کہ لفظ کا تکرار نہ ہونے کی وجہ سے معنی صرف تین ہو کیونکہ لفظ کا تکرار معنی کے تکرار پر دلالت کرتا ہے لیکن ایسا نہیں ہے لہٰذا لفظ کا تکرار نہ ہونے کے باوجود معنی کے تکرار کی وجہ سے فرض کر لیا گیا ہے کہ ان کی اصل **ثَلٰثَۃٌ ثَلٰثِۃٌ** تھی۔

عدل تقدیری: جس میں غیر منصرف ہونے کے علاوہ اسم کے اصل صیغہ سے معدول ہونے کی کوئی دلیل موجود نہ ہو۔۔ یعنی اس میں غیر منصرف ہونے میں مستقل ہونے کے علاوہ کوئی اور دلیل نہ پائی جائے جس کی وجہ سے ہم اسے غیر منصرف کہہ سکیں جیسے **عُمَرُ** اور **زُفَرُ** ان دونوں کو اہل عرب غیر منصرف استعمال کرتے ہیں لیکن ان میں علمیت کے سوا منع صرف کا دوسرا سبب نہیں پایا جا رہا لہٰذا قاعدے کی رُو سے اسے غیر منصرف نہیں کہنا چاہیے جبکہ ایسا نہیں ہے لہٰذا ہم نے اس میں دوسرا سبب پیدا کرنے کے لیے فرض کر لیا کہ **عُمَرُ، عَامِر** سے اور **زُفَرُ، زَافِر** سے معدول ہے۔

عدل کس کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے اور کس کے ساتھ نہیں۔۔

"ولا یجتمع مع وزن الفعل--الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ کوئی اسم ایسا نہیں ہو گا جس میں ایک سبب عدل ہو اور دوسرا وزن فعل ہو کیونکہ عدل کے چھ اوزان ہیں اوران میں سے کسی ایک پر بھی وزن فعل نہیں آتا۔ عدل کے چھ اوزان یہ ہیں:
فُعَالِ، مَفْعَلُ، فَعْلِ، فَعَلُ، فُعَلُ اور **فَعَالُ**

عدل علمیت کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے جیسے **عُمَرُ** اور **زُفَرُ** میں ایک سبب علمیت ہے اور دوسرا سبب عدل تقدیری ہے۔ اسی طرح عدل وصف کے ساتھ بھی جمع ہو سکتا ہے جیسے **ثُلَاثُ** اور **مَثْلَثُ** میں ایک سبب وصف اور دوسرا سبب عدل تحقیقی ہے۔ "**اُخَرُ**" میں بھی ایک سبب وصف اور دوسرا سبب عدل تحقیقی ہے۔ اور "**جُمَعُ**" میں ایک سبب وصف اور دوسرا سبب عدل تحقیقی ہے۔

اَمَّا **الْوَصْفُ** فَلَایَجْتَمِعُ مَعَ الْعَلَمِیَّۃِ اَصْلاً وَشَرْطُہٗ اَنْ یَّکُوْنَ وَصْفًا فِیْ اَصْلِ الْوَضْعِ فَاَسْوَدُ وَاَرْقَمُ غَیْرُ مُنْصَرِفٍ وَاِنْ صَارَا اِسْمَیْنِ لِلْحَیَّۃِ لِاِصَالَتِہِمَا فِی الْوَصْفِیَّۃِ وَاَرْبَعٌ فِیْ مَرَرْتُ بِنِسْوَۃٍ اَرْبَعٍ مُنْصَرِفٌ مَعَ اَنَّہٗ صِفَۃٌ وَوَزْنُ الْفِعْلِ لِعَدَمِ الْاِصَالَۃِ فِی الْوَصْفِیَّۃِ اَمَّا **التَّانِیْثُ** بِالتَّاءِ فَشَرْطُہٗ اَنْ یَّکُوْنَ عَلَمًا کَطَلْحَۃَ وَکَذٰلِکَ الْمَعْنَوِیُّ ثُمَّ الْمَعْنَوِیُّ اِنْ کَانَ ثُلَاثِیًّا سَاکِنَ الْاَوْسَطِ غَیْرَ اَعْجَمِیٍّ یَجُوْزُ صَرْفُہٗ وَتَرْکُہٗ لِاَجْلِ الْخِفَّۃِ وَوُجُوْدِ السَّبَبَیْنِ کَہِنْدٍ وَاِلَّا یَجِبُ مَنْعُہٗ کَزَیْنَبَ وَسَقَرَ وَمَاہَ وَجُوْرَ وَالتَّانِیْثُ بِالْاَلِفِ الْمَقْصُوْرَۃِ کَحُبْلٰی وَالْمَمْدُوْدَۃِ کَحَمْرَاءَ مُمْتَنِعٌ صَرْفُہُمَا اَلْبَتَّۃَ لِاَنَّ الْاَلِفَ قَائِمٌ مَقَامَ السَّبَبَیْنِ اَلتَّانِیْثِ وَلُزُوْمِہٖ اَمَّا **الْمَعْرِفَۃُ** فَلَا یُعْتَبَرُ فِیْ مَنْعِ الصَّرْفِ مِنْہَا اِلَّا الْعَلَمِیَّۃِ وَتَجْتَمِعُ مَعَ غَیْرِ الْوَصْفِ

ترجمہ: بہر حال وصف پس یہ علمیت کے ساتھ بالکل ہی جمع نہیں ہوتا اور اس کی شرط یہ ہے کہ یہ اصل وضع میں وصف ہو پس اسود اور ارقم غیر منصرف ہیں اگرچہ سانپ کے لیے دونام ہو چکے ہیں ان دونوں کے وصفیت میں اصل ہونے کی وجہ سے۔ اور **اربع، مررت بنسوۃ اربع** میں منصرف ہے وصف اور وزن فعل کے باوجود اصل

وضع میں وصف نہ ہونے کی وجہ سے۔ بہر حال تانیث بالتاء پس اس کے لیے شرط ہے کہ وہ علم ہو جیسے طلحۃ اور اسی طرح تانیث معنوی ہے پھر تانیث معنوی اگر ثلاثی ساکن الاوسط غیر عجمی ہو تو اس کا منصرف اور غیر منصرف ہونا جائز ہے خفت اور دو سببوں کے پائے جانے کی وجہ سے جیسے ھند ورنہ اس کا غیر منصرف ہونا واجب ہے جیسے زینب، سقر، ماہ اور جور۔ اور تانیث الف مقصورہ کے ساتھ جیسے حبلی اور الف ممدودہ کے ساتھ جیسے حمراء ان دونوں کا منصرف ہونا ممتنع ہے کیونکہ الف دو سببوں کے قائم مقام ہے اول تانیث اور دوم لزوم تانیث۔ بہر حال معرفہ پس منع صرف میں صرف اس میں سے صرف علمیت ہی معتبر ہے اور وصف کے علاوہ کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے۔

تشریح:

وصف کی تعریف:

وصف کا لغوی معنی ہے تعریف کرنا جبکہ اصطلاحی طور پر وصف اس تابع کو کہتے ہیں جو متبوع کے معنی پر دلالت کرے جیسے **جَاءَنِی رَجُلٌ عَالِمٌ** میں **عَالِمٌ** تابع وصف ہے۔ لیکن یہاں ہماری مراد یہ وصف نہیں ہے کیونکہ یہ نکرہ اور معرفہ دونوں ہو سکتا ہے۔ بلکہ ہماری مراد وہ وصف جس کی دلالت ایسی ذات مبہمہ پر ہو جس میں کسی صفت کا لحاظ کیا گیا ہو جیسے **اَحْمَرُ** (سرخ رنگ والا مرد) **اَسْوَدُ** (کالے رنگ والا مرد)۔ اور یہ قسم صرف نکرہ ہوتی ہے کیونکہ علم میں تعین ہوتا ہے اور وصف میں ابہام ہوتا ہے اسی وجہ سے مصنف علیہ الرحمہ نے کہا: "**فلا یجتمع مع العلمیۃ**" وصف علمیت کے ساتھ بالکل جمع نہیں ہو سکتا۔

وصف غیر منصرف کا سبب کب بنے گا؟

وصف غیر منصرف کا سبب اس وقت بنے گا جب اصل وضع میں وصف ہو یعنی واضع نے اسے وصف کے لیے ہی وضع کیا ہو ایسا نہ ہو کہ پہلے تو اسے کسی اور چیز کے لیے وضع کیا گیا ہو اور پھر اسے وصفیت عارض ہو گئی ہو لہٰذا **اسود** اور **ارقم** دونوں وصف اور وزن فعل کی وجہ سے غیر منصرف ہیں کیونکہ ان دونوں کو اصل وضع میں وصف کے لیے ہی وضع کیا گیا ہے وہ اس طرح کہ **اسود** ہر کالی چیز کے لیے اور **ارقم** ہر چتکبری چیز کے لیے وضع کیا گیا ہے اگرچہ بعد میں یہ کالے اور چتکبرے سانپ کے نام بن گئے۔

"مررت بنسوۃ اربع" میں "اربع" منصرف ہے۔۔

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ایک سوال کا جواب دے رہے ہیں۔

سوال: مررت بنسوۃ اربع میں اربع منصرف ہے حالانکہ اس میں دو سبب بھی پائے جارہے ہیں وصف اوروزن فعل،وصف تو اس لیے کہ وہ اس ترکیب میں "نسوۃ" کی صفت واقع ہورہاہے اوروزن فعل اس لیے کہ "اَکْرَم" فعل کے وزن پر ہے لہٰذا اسے غیر منصرف ہونا چاہیے تھا؟

جواب: اگرچہ اس میں وصف پایاجارہاہے لیکن یہ وصف،وصفِ اصلی نہیں ہے۔کیونکہ "اربع" اسمائے عدد میں سے ہے جسے عدد معین پر دلالت کرنے کے لیے وضع کیاگیاہے جو تین سے اوپر اور پانچ سے نیچے ہے۔اگر یہ وصف اصلی ہوتاتواس کی وضع ذات مبہم پر دلالت کے لیے ہوتی جبکہ اس کی وضع توعدد معین کے لیے ہوئی ہے۔

تانیث کی تعریف اوراقسام:

وہ اسم ہے جس میں تانیث کی علامت پائی جائے ہومؤنث کہلاتا ہے جیسے: نَاقَةٌ (اونٹنی)

تانیث کی تین علامات ہیں: ١۔ گول تاء(ۃ) جیسے: بَقَرَةٌ۔ ٢۔ الف مقصورہ جیسے: بُشْرٰی۔ ٣۔ الف ممدودہ جیسے: سَوْدَآءُ

جس اسم میں علامت تانیث لفظاًموجود ہواسے مؤنث لفظی کہتے ہیں جیسے عَائِشَةُ

جس اسم میں علامت تانیث لفظاًموجود نہ ہو لیکن اہل عرب اسے بطور مؤنث استعمال کرتے ہوں اسے مؤنث لفظی کہتے ہیں جیسے اَرْضٌ،شَمْسٌ

"واما التانیث--الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ تانیث بالتاء کے بارے میں بیان کررہے ہیں۔تاء تانیث اس گول تاء کو کہتے ہیں جس کے آخر میں لاحق ہوتی ہے اور حالت وقف میں ھاء بن جاتی ہے۔اس کے غیر منصرف ہونے کے لیے علمیت شرط ہے اسی لیے اسے الگ سے ذکر کیا کہ تانیث بالالف الممدودہ والمقصورہ کے غیر منصرف ہونے کے لیے علمیت شرط نہیں ہے۔تانیث بالتاء کی طرح تانیث معنوی کے غیر منصرف ہونے کے لیے بھی علمیت شرط ہے لیکن فرق یہ ہے کہ تانیث بالتاء میں علمیت وجوب

تاثیر کے لیے شرط ہے یعنی علمیت پائی گئی تو اسے غیر منصرف پڑھنا واجب ہے لیکن تانیث معنوی میں علمیت وجوب تاثیر کے لے شرط نہیں ہے یعنی علمیت پائی گئی تو اسے غیر منصرف پڑھنا جائز ہے واجب نہیں۔

"ثم المعنوی--الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ تانیث معنوی میں علمیت کے علاوہ وجوب تاثیر کے لیے تین شرائط میں سے ایک کا پایا جانا ضروری ہے وہ شرائط یہ ہیں:

1:۔۔وہ مؤنث معنوی علم ہونے کے ساتھ ساتھ تین حروف سے زائد ہو جیسے زَيْنَبُ

2:۔۔اور اگر تین حروف پر مشتمل ہو تو پھر اس کا درمیانی حرف متحرک ہو جیسے سَقَرُ

3:۔۔یا وہ علم عجمہ ہو جیسے مَاهُ اور جَوْرُ۔اور اگر مؤنث معنوی میں علمیت تو ہو لیکن مذکورہ تین شرائط میں سے کوئی ایک بھی نہ پائی جائے تو اسے غیر منصرف پڑھنا جائز ہو گا واجب نہیں۔ کیونکہ وجوب کے لیے مذکورہ شرائط میں سے کسی ایک کا پایا جانا ضروری ہے جیسے ھند اس میں تانیث معنوی اور علمیت تو پائی جاری ہے لیکن تین شرائط میں سے کوئی ایک بھی نہیں پائی جارہی اس لیے اسے غیر منصرف پڑھنا جائز ہے واجب نہیں۔

"ھند" کو منصرف پڑھنا، جائز کیوں ہے؟

"هِنْدٌ" اور اس جیسے دوسرے وہ مؤنث معنوی علم جن میں مذکورہ تین شرائط میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو انہیں منصرف پڑھنا بھی جائز ہے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے مصنف علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:"لِاَجْلِ الْخِفَّةِ وَوُجُوْدِ السَّبَبَيْنِ" ایسے کلمے میں اگرچہ دو سبب تانیث اور علمیت پائے جاتے ہیں۔ لیکن مذکورہ تین شرائط میں سے کسی ایک کے بھی نہ پائے جانے کی وجہ سے خفت پیدا ہو جاتی ہے ثقل باقی نہیں رہتا۔اس لیے اسے منصرف پڑھنا بھی جائز ہے جبکہ کلمے میں تین حروف سے زائد ہو جانا۔۔یا۔۔ تین حروف تو ہوں لیکن متحرک الاوسط ہونا۔۔یا۔۔ عجمہ ہونا ثقل کا باعث بنتا ہے لہٰذا ثقل اور دو سببوں کے پائے جانے کی وجہ سے انہیں غیر منصرف پڑھنا واجب ہے۔

تانیث بالالف مقصورہ دو سببوں کے قائم مقام۔۔

"والتانیث بالالف المقصورۃ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ الف مقصورہ اورالف ممدودہ کے ساتھ مؤنث ہونے والے کلمے کے بارے میں بیان کررہے ہیں کہ یہ اکیلے ہی دو اسباب کے قائم مقام ہونے کی وجہ سے غیر منصرف ہوتے ہیں۔وجہ اس کی یہ ہے کہ الف مقصورہ اورالف ممدودہ جب کسی کلمے پر داخل ہوجاتے ہیں تو اسے لازم ہوجاتے ہیں کسی حالت میں بھی اس سے جدا نہیں ہوتے چاہے وقف کی حال ہو یا غیر وقف کی حالت۔ گویا یہ لزوم دوسری تانیث کے بمنزلہ ہے لہٰذا اس میں دو سبب جمع ہوجائیں گے ایک تانیث اور دوسرا لزوم تانیث۔

معرفہ سے مراد کیا ہے؟

"اما المعرفۃ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ کی مراد وہ معرفہ نہیں ہے جو نکرہ کے مقابلے میں ہو بلکہ معرفہ سے مراد وہ اسم ہے جو کسی معین ذات پر دلالت کرنے والا ہو۔ پس معرفہ کے سبب بننے کے لیے شرط ہے کہ وہ علم ہو۔

سوال: معرفہ کا سبب بننے کے لیے علم ہی کو کیوں شرط رکھا گیا ہے معرفہ کی باقی اقسام شامل کیوں نہیں کی گئیں؟

جواب: معرفہ کے غیر منصرف ہونے کے لیے علم ہونا اس لیے شرط ہے کہ معرفہ کی باقی اقسام میں سے بعض قسمیں مبنی ہیں جیسے اسمائے اشارات، مضمرات، اسمائے موصولہ، یہ غیر منصرف نہیں بن سکتیں کیونکہ غیر منصرف معرب کلمے ہوسکتے ہیں مبنی نہیں۔اور بعض قسمیں جیسے معرف باللام والالف غیر منصرف کو منصرف کے حکم میں کردیتے ہیں لہٰذا یہ بھی غیر منصرف کا سبب نہیں بن سکتے باقی رہا معرف بالنداء تو یہ نحویوں کے نزدیک معرف باللام کے حکم میں ہے لہٰذا یہ بھی غیر منصرف نہیں بن سکتا۔

معرفہ کس کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے؟

معرفہ وصف کے سوا تمام اسباب کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے۔وصف کے ساتھ اس لیے جمع نہیں ہوسکتا کہ وصف ذات مبہم پر دلالت کرتا ہے جبکہ معرفہ معین ذات پر دلالت کرتا ہے اور مبہم و معین میں تضاد پایا جاتا ہے۔

اَمَّا **الْعُجْمَةُ** فَشَرْطُهَا اَنْ تَكُوْنَ عَلَمًا فِي الْعُجْمَةِ وَزَائِدَةً عَلٰى ثَلٰثَةِ اَحْرُفٍ كَاِبْرَاهِيْمَ اَوْثُلَاثِيًّا مُتَحَرِّكَ الْاَوْسَطِ كَشَتَرَفَلِجَامٌ مُنْصَرِفٌ لِعَدَمِ الْعَلَمِيَّةِ وَنُوْحٌ مُنْصَرِفٌ لِسُكُوْنِ الْاَوْسَطِ

اَمَّا **الْجَمْعُ** فَشَرْطُهُ اَنْ يَّكُوْنَ عَلٰى صِيْغَةِ مُنْتَهَى الْجُمُوْعِ وَهُوَاَنْ يَّكُوْنَ بَعْدَاَلِفِ الْجَمْعِ حَرْفَانِ كَمَسَاجِدَاَوْحَرْفٌ مُشَدَّدٌمِثْلُ دَوَابٌّ اَوْثَلٰثَةُ اَحْرُفٍ اَوْسَطُهَا سَاكِنٌ غَيْرُقَابِلٍ لِلْهَاءِكَمَصَابِيْحَ فَصِيَاقَلَةٌ وَفَرَازَنَةٌ مُنْصَرِفٌ لِقُبُوْلِهِمَا الْهَاءَوَهُوَاَيْضًاقَائِمٌ مَقَامَ السَّبَبَيْنِ اَلْجَمْعِيَّةِ وَلُزُوْمِهَاوَامْتِنَاعِ اَنْ يُّجْمَعَ مَرَّةً اُخْرٰى جَمْعَ التَّكْسِيْرِفَكَاَنَّهُ جُمِعَ مَرَّتَيْنِ اَمَّا **التَّرْكِيْبُ** فَشَرْطُهُ اَنْ يَّكُوْنَ عَلَمًا بِلَااِضَافَةٍ وَلَااِسْنَادٍكَبَعْلَبَكَّ فَعَبْدُاللهِ مُنْصَرِفٌ وَمَعْدِيْكَرَبَ غَيْرُمُنْصَرِفٍ وَشَابَ قَرْنَاهَامَبْنِيٌّ

ترجمہ: بہر حال عجمہ اس کی شرط یہ ہے کہ وہ عجم میں علم ہو اور تین حروف سے زائد ہو جیسے ابراہیم یا ثلاثی متحرک الاوسط ہو جیسے شتر پس لجام منصرف ہے علمیت نہ ہونے کی وجہ سے اور نوح منصرف ہے ساکن الاوسط ہونے کی وجہ سے۔ بہر حال جمع اس کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ منتھی الجموع کے وزن پر ہو اور منتھی الجموع یہ ہے کہ الف جمع کے بعد اس میں دو حروف ہوں جیسے مساجد یا ایک حرف مشدد ہو جیسے دوابّ یا تین حرف ہوں جن کا اوسط ساکن ہو اور ھاء کو قبول نہ کرنے والا ہو جیسے مصابیح، پس لفظ صیاقلۃ اور فرازنۃ دونوں منصرف ہیں ھاء کو قبول کرنے کی وجہ سے اور یہ بھی دو سبب کے قائم مقام ہے اول جمع ہونا اور دوسرا جمع کے لیے لازم ہونا۔ اور ممتنع ہے جمع بنانا دوسری مرتبہ جمع مکسر تو گویا یہ دو مرتبہ جمع بنائی گئی ہے۔ بہر حال ترکیب اس کی شرط یہ ہے کہ وہ علم ہو بغیر اضافت اور بغیر اسناد کے جیسے بعلبک اور عبد اللہ منصرف ہے اور معد یکرب غیر منصرف ہے اور شاب قرناھا مبنی ہے۔

تشریح:

عجمہ کی تعریف:

عجمہ کا لغوی معنی ہے کند زبان ہونا جبکہ اصطلاحی طور پر عجمہ کہتے ہیں: "**کَوْنُ الْاِسْمِ مِمَّاوَضَعَهُ غَيْرُالْعَرَبِ**" اسم کا ان الفاظ میں سے ہونا جنہیں غیر عرب نے وضع کیا ہو۔

عجمہ کے غیر منصرف ہونے کی شرطیں: اس کی دو شرطیں ہیں: 1۔ علم ہونا حقیقۃً ہو یا حکماً۔ 2:۔ زائد علی الثلث ہونا جیسے **اِبْرَاهِيْمُ** یا متحرک الاوسط ہونا جیسے **شَتَرَ**

علمیت کی صورتیں: عجمہ کے علم ہونے کی تین صورتیں ہیں جن میں سے دو غیر منصرف اور ایک منصرف ہے۔

1. عجمہ میں بھی اور عربی کی طرف منتقل ہونے کے بعد بھی علم ہو جیسے **ابراھیم**، اسے حقیقۃً علم کہتے ہیں۔
2. عجمہ میں علم نہ ہو لیکن عربی کی طرف منتقل ہونے کے بعد کسی بھی تغیر و تبدل کے بغیر علم ہو گیا ہو جیسے **قالون**، یہ لغت عجم میں حقیقتاً علم نہ تھا بلکہ اس اسم جنس تھا اور ہر جید چیز کو **قالون** کہہ دیا جاتا تھا پھر عربی کی طرف منتقل ہونے کے بعد اسم جنس کے معنی میں استعمال ہونے سے پہلے ہی عمدہ قراءت کی وجہ سے قراء میں سے ایک قاری کا علم بن گیا اسے حکماً علم کہتے ہیں۔ یہ دونوں قسمیں غیر منصرف کا سبب بنتی ہیں۔
3. نہ عجمہ میں علم ہو اور نہ ہی عربی کی طرف منتقل ہوتے وقت علم ہو بلکہ تغیر و تبدل کے بعد علم رکھا گیا ہو یہ غیر منصرف کا سبب نہیں بنتا۔

سوال: عجمہ میں علمیت شرط کیوں ہے؟

جواب: عجمہ چونکہ عربی کی طرف منتقل ہوتا ہے اس لیے ثقیل ہوتا ہے اور جس کلمے میں ثقل ہو اور وہ علم نہ ہو تو اہل عرب اس میں تصرف و تغیر کر دیتے ہیں لہٰذا عجمہ جب علم ہو گا تو اس میں کسی قسم کا تغیر و تصرف نہ ہو سکے گا اسی لیے عجمہ کے غیر منصرف ہونے کے لیے علم ہونا شرط لگا دی گئی ہے۔

"لجام" اور "نوح" منصرف ہے:

"**لِجَامٌ**" لغت عجم میں اسم جنس تھا جس کا معنی تھا لگام، اور اگر یہ لغتِ عرب میں علم بھی ہو جائے تب بھی منصرف ہی رہے گا کیونکہ یہ حقیقۃً علم ہے اور نہ ہی حکمًا۔ حقیقۃً علم نہ ہونا تو ظاہر ہے اور حکمًا علم نہ ہونا اس طرح ہے کہ اب اگر اسے کسی کا علم رکھ بھی دیا جائے تب بھی یہ معنی جنسی میں مستعمل ہونے کے بعد ہو گا۔

"نُوح" لغت عجم میں نبی علیہ السلام کا علم ہے اور عجمہ بھی، لیکن اس کے غیر منصرف ہونے کے لے دوسری شرط میں دو صورتوں میں سے کوئی ایک بھی نہیں پائی جا رہی یعنی نہ تو یہ تین حروف سے زائد ہے اور نہ ہی متحرک الاوسط ہے۔ لہٰذا لفظ نوح بھی منصرف ہے۔

نوٹ: ملائکہ اور انبیاء کرام علیہم السلام کے نام غیر منصرف ہیں سوائے سات انبیاء کرام کے۔ ان میں سے تین عربی ہیں: **محمد** (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) **صالح** اور **شعیب** اور چار عجمی ہیں: **نوح**، **لوط**، **ھود** اور **شیث** علیہم السلام۔

جمع کی تعریف: جمع کا لغوی معنی ہے اکٹھا کرنا جبکہ اصطلاحی طور پر کسی اسم کے مفرد میں تبدیلی کرنے کی وجہ سے بہت سارے افراد پر دلالت کرنے والا ہونا۔

جمع منتھی الجموع: اس کا لغوی معنی ہے جمع کی آخری جمع، نحویوں کے نزدیک وہ جمع جس کے بعد دوسری جمع تکسیر نہ بنائی جا سکے۔ اس کے غیر منصرف ہونے کے لیے دوسرا اسبب ضروری نہیں ہے کیونکہ یہ اکیلی ہی دو سببوں کے قائم مقام ہے۔

جمع منتھی الجموع کے اوزان:

1. پہلا اور دوسرا حرف مفتوح ہو اور تیسری جگہ الف اور اس کے بعد دو حروف متحرک ہوں جن میں سے پہلا مکسور ہو جیسے **مَسْجِدٌ** سے **مَسَاجِدُ**
2. پہلا اور دوسرا حرف مفتوح ہو اور تیسری جگہ الف اور اس کے بعد ایک حرف مشدد ہو جیسے **دَابَۃٌ** سے **دَوَابٌّ**
3. پہلا اور دوسرا حرف مفتوح ہو اور تیسری جگہ الف اور اس کے بعد تین حروف ہوں جس میں سے پہلا مکسور اور درمیانی حرف ساکن ہو جیسے **مِصْبَاحٌ** سے **مَصَابِیْحُ**

<u>جمع منتھی الجموع کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے</u> کہ یہ ایسی تاء کو قبول نہ کرے جو حالت وقف میں ھاء بن جائے جیسے **صیاقلۃ** جمع ہے **صیقل** کی اور **فرازنۃ** جمع ہے **فرزین** کی۔ یہ دونوں منصرف ہیں کیونکہ یہ تائے تانیث کو قبول کرتے ہیں جو حالت وقف میں ھاء ہو جاتی ہے۔ یہ شرط اس لیے لگائی گئی کہ اگر اس کے آخر میں ایسی تاء ہو جو حالت وقف میں ھاء بن جاتی ہو تو اس کا وزن میں ان مفردات کے ساتھ التباس ہو جائے گا جن کے آخر میں ھاء ہوتی ہے اس طرح اس کی جمع میں فتور اور ضعف

آجائے گالہٰذا یہ غیر منصرف کا سبب نہیں بن سکے گی جیسے **صَیَاقِلَۃٌ** اور **فَرَازِنَۃٌ** کا التباس **طَوَاعِیَۃٌ** اور **کَرَاهِیَۃٌ** سے ہورہا ہے اور یہ دونوں مفرد ہیں۔

جمع منتھی الجموع دواسباب کے قائم مقام ہے:

الف مقصورہ وممدودہ کی طرح جمع منتھی الجموع بھی دواسباب کے قائم مقام ہے ایک جمع ہونا اور دوسرا جمع کا لزوم۔ جمع کے لزوم سے مراد یہ ہے کہ جو اسم جمع منتھی الجموع ہو اس کی جمع تکسیر نہ بن سکتی تو گویا وہ ایسا اسم ہو گیا جو دوبار جمع بنایا گیا ہو یعنی اس میں جمع کی تکرار ہو جیسے "**اَکَالِبُ**" جمع ہے "**اَکْلُبٌ**" کی اور "**اَکْلُبٌ**، **کَلْبٌ**" کی جمع ہے۔ اسی طرح "**اَسَاوِرُ**" جمع "**اَسْوِرَۃٌ**" کی اور "**اَسْوِرَۃٌ**" جمع ہے "**سِوَارٌ**" کی۔

تنبیه: جمع منتھی الجموع کی جمع تکسیر ممتنع ہے جمع سالم نہیں جیسے "**صَاحِبَۃٌ**" کی جمع ہے "**صَوَاحِبُ**" اور "**صَوَاحِبُ**" کی جمع سالم "**صَوَاحِبَاتٌ**" بن سکتی ہے لیکن جمع تکسیر نہیں بن سکتی۔

ترکیب کی تعریف: ترکیب کالغوی معنی ہے اکٹھا کرنا جبکہ اصطلاحی طور پر ترکیب کہتے ہیں: "**جعل الکلمتین اواکثر کلمۃ واحدۃ بدون حرفیۃ احدالجزئین**" دو یا دو سے زائد کلموں کا اس طرح ایک کلمہ بنانا کہ ان میں سے کوئی جزء حرف نہ ہو۔

ترکیب کے غیر منصرف ہونے کے لیے شرائط: اس کے لیے دو شرطیں ہیں۔

1. علم ہونا۔
2. ترکیب اضافی اور اسنادی نہ ہو۔

سوال: ترکیب کے غیر منصرف ہونے کے لیے علمیت ہونا اور اضافت واسناد کا نہ ہونا کیوں ضروری ہے؟

جواب: تغیر و تبدل سے محفوظ کرنے کے لیے علمیت شرط رکھی گئی ہے تاکہ ترکیب، زوال سے محفوظ ہو کر غیر منصرف کا سبب بن سکے، کیونکہ جو علم ہو تا اہل عرب اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کرتے۔ اضافت چونکہ غیر منصرف کو منصرف کے حکم میں کر دیتی ہے لہٰذا یہ غیر منصرف میں بھی مؤثر نہ ہو گی اسی لیے اضافت کی نفی کی کر دی گی۔ اور ترکیب اسنادی اگر کسی کا علم ہو گی تو مبنی ہو گی اور غیر منصرف ہونا معرب کی قسم ہے لہٰذا اسناد کی بھی نفی کر دی گی۔

مصنف کی دی ہوئی مثالوں کی وضاحت:

بَعْلَبَکَّ:"بَعْلَ" ایک بت کا نام ہے جبکہ "بَکَّ "بادشاہ کا نام ہے جو اس کی پوجا کرتا تھا۔"بَکَّ" بادشاہ نے جب شہر کی تعمیر کروائی تو اس نے بت اور اپنے نام کو ملا کر شہر کا نام رکھ دیا اور یوں بلا اسناد و اضافت بن گیا"بَعْلَبَکَّ"۔یہ علم ہونے اور اسناد و اضافت کے نہ ہونے کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔

عَبْدُاللّٰہِ:اس مثال میں علمیت والی شرط تو پائی جارہی ہے لیکن بلا داضافت والی شرط نہیں پائی جارہی اس لیے منصرف ہے۔

مَعْدِیْکَرِب:یہ دو اسموں مَعْدِیْ اور کَرِبَ سے بلا اسناد و اضافت کے مرکب ہے اور علم بھی ہے لہٰذا ترکیب کی دونوں شرائط کے پائے جانے کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔

شَابَ قَرْنَاھَا:اس کا لغوی معنی ہے اس کے دونوں گیسو سفید ہوگئے۔پھر ایک عورت کے دو گیسو سفید ہونے کی وجہ سے "شَابَ قَرْنَاھَا"نام رکھ دیا گیا۔اگر چہ اس میں علمیت ہونا اور اضافت نہ ہونا پایا جارہا ہے لیکن مرکب اسنادی ہونے کی وجہ سے مبنی ہے غیر منصرف نہیں۔

اَمَّا **الْاَلِفُ وَالنُّوْنُ الزَّائِدَتَانِ** اِنْ کَانَتَا فِیْ اِسْمٍ فَشَرْطُہٗ اَنْ یَّکُوْنَ عَلَمًا کَعِمْرَانَ عُثْمَانَ فَسَعْدَانٌ اِسْمُ نَبْتٍ مُنْصَرِفٌ لِعَدَمِ الْعَلَمِیَّۃِ وَاِنْ کَانَتَا فِیْ صِفَۃٍ فَشَرْطُہٗ اَنْ لَا یَکُوْنَ مُؤَنَّثُہٗ عَلٰی فَعْلَانَۃٍ کَسُکْرَانَ فَنَدْمَانٌ مُنْصَرِفٌ لِوُجُوْدِ نَدْمَانَۃٍ اَمَّا **وَزْنُ الْفِعْلِ** فَشَرْطُہٗ اَنْ یَّخْتَصَّ بِالْفِعْلِ وَلَا یُوْجَدُ فِی الْاِسْمِ اِلَّا مَنْقُوْلًا عَنِ الْفِعْلِ کَشَمَّرَ وَضَرَبَ وَاِنْ لَمْ یَخْتَصَّ بِہٖ فَیَجِبُ اَنْ یَّکُوْنَ فِیْ اَوَّلِہٖ اِحْدٰی حُرُوْفِ الْمُضَارِعَۃِ وَلَا یَدْخُلُہُ الْھَاءُ کَاَحْمَدَ وَیَشْکُرَ وَتَغْلُبَ وَنَرْجَسَ فَیَعْمَلٌ مُنْصَرِفٌ لِقُبُوْلِھَا الْھَاءَ کَقَوْلِھِمْ نَاقَۃٌ یَعْمَلَۃٌ **وَاعْلَمْ** اَنَّ کُلَّ مَا شُرِطَ فِیْہِ الْعَلَمِیَّۃُ وَھُوَ الْمُؤَنَّثُ بِالتَّاءِ وَالْمَعْنَوِیُّ وَالْعُجْمَۃُ وَالتَّرْکِیْبُ وَالْاِسْمُ الَّذِیْ فِیْہِ الْاَلِفُ وَالنُّوْنُ الزَّائِدَتَانِ اَوْلَمْ یَشْتَرِطْ فِیْہِ ذٰلِکَ وَاجْتَمَعَ مَعَ سَبَبٍ وَاحِدٍ فَقَطْ وَھُوَ الْعَلَمُ الْمَعْدُوْلُ

وَوَزْنُ الْفِعْلِ اِذَا نُكِّرَ صُرِفَ اَمَّا فِي الْقِسْمِ الْاَوَّلِ فَلِبَقَاءِ الْاِسْمِ بِلَا سَبَبٍ وَاَمَّا فِي الثَّانِي فَلِبَقَائِهٖ عَلٰى سَبَبٍ وَاحِدٍ تَقُوْلُ جَاءَنِي طَلْحَةُ وَطَلْحَةٌ اٰخَرُ وَقَامَ عُمَرُ وَعُمَرٌ اٰخَرُ وَضَرَبَ اَحْمَدُ وَاَحْمَدٌ اٰخَرُ وَكُلُّ مَا لَا يَنْصَرِفُ اِذَا اُضِيْفَ اَوْ دَخَلَهُ اللَّامُ فَدَخَلَهُ الْكَسْرَةُ نَحْوُ مَرَرْتُ بِاَحْمَدِكُمْ وَبِالْاَحْمَدِ

ترجمہ: بہر حال الف نون زائد تان اگر ایک اسم میں ہوں تو شرط یہ ہے کہ وہ علم ہو جیسے عمران عثمان پس سعدان جو ایک بوٹی کا نام ہے منصرف ہے علمیت نہ پائے جانے کی وجہ سے اور اگر دونوں صفت میں ہوں تو شرط یہ ہے کہ اس کی مؤنث فعلانۃ کے وزن پر نہ ہو جیسے سکران پس ندمان منصرف ہے ندمانۃ کے پائے جانے کی وجہ سے۔ بہر حال وزن فعل اس کے لیے شرط یہ ہے کہ اسے خاص کیا گیا ہے فعل کے ساتھ اور اسم میں نہ پایا جائے مگر فعل سے نقل کیا گیا ہو جیسے شمر اور ضرب۔ اور اگر فعل کے ساتھ مختص نہ کیا گیا ہو تو ضروری ہے کہ اس کے شروع میں حروف مضارع میں سے کوئی ایک ہو اور اس میں ھاء داخل نہ ہوتی ہو جیسے احمد اور یشکر اور تغلب اور نرجس۔ پس یعمل منصرف ہے اس کے ھاء کو قبول کرنے کی وجہ سے جیسے ان کا قول ناقۃ یعملۃ۔ اور تو جان کہ ہر وہ سبب جس میں علمیت شرط رکھی گئی ہے اور وہ مؤنث بالتاء، مؤنث معنوی، عجمہ، ترکیب اور ایسا اسم ہے جس میں الف نون زائد تان ہو۔ یا وہ سبب جس میں علمیت شرط نہیں اور وہ صرف ایک سبب کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے اور وہ علم معدول اور وزن فعل ہے جب ان کو نکرہ کر دیا جائے گا تو منصرف ہو جائیں گے بہر حال پہلی قسم میں تو اس لیے کہ اسم بلا سبب کے باقی رہ جاتا ہے اور دوسری قسم میں ایک سبب کے باقی رہ جانے کی وجہ سے جیسے تو کہے جَاءَنِي طَلْحَةُ وَطَلْحَةٌ اٰخَرُ وَقَامَ عُمَرُ وَعُمَرٌ اٰخَرُ وَضَرَبَ اَحْمَدُ وَاَحْمَدٌ اٰخَرُ اور ہر وہ اسم جو غیر منصرف ہو جب وہ دوسرے اسم کی طرف مضاف کیا جائے یا اس پر لام داخل ہو جائے تو اس پر کسرہ آسکتا ہے جیسے مررت باحمدکم اور بالاحمد۔

تشریح:

الف نون زائد تان اسم اور صفت میں۔۔

الف نون زائد تان اگر اسم میں ہوتواس کے غیر منصرف ہونے کے لیے شرط ہے کہ وہ علم ہو جیسے **عُثْمَانُ** اوراگر صفت میں ہوتواس کے لیے شرط ہے کہ اس کی مؤنث **فَعْلَانَۃٌ** کے وزن پر نہ ہو۔ جیسے **سَکْرَانُ** یہ غیر منصرف ہے کیونکہ اس کی مؤنث **سَکْریٰ** آتی ہے نہ کہ **سَکْرَانَۃٌ**

سوال: الف نون زائد تان اسم میں ہو تو علمیت کی شرط کیوں رکھی گئی ہے ؟

جواب: کیونکہ علم کی وجہ سے اسم میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی جاتی اور جب اس میں تبدیلی نہیں ہو گی توالف نون زائد تان اسم کولازم ہو کر سبب بھی بن جائے گا جیسے **عمران** اور **عثمان** دونوں علم ہیں لہٰذا غیر منصرف ہیں۔

الف نون زائد تان ہونے کے باوجود منصرف۔۔۔

مصنف علیہ الرحمہ نے الف نون زائد تان جو اسم اور صفت میں ہو ان میں سے ہر ایک کی ایک ایک مثال پیش کی ہے۔اسم کی مثال **سَعْدَانُ** ہے جو کہ ایک بوٹی کانام ہےاس میں اگرچہ الف نون زائد تان ہےلیکن یہ علم نہیں بلکہ اسم جنس ہے لہٰذا منصرف ہے۔اور صفت کی مثال **نَدْمَانُ** بمعنی **نَدِیْم** ہے اس کے آخر میں اگرچہ الف نون زائد تان ہے لیکن اس کی مؤنث **نَدْمَانَۃٌ** آتی ہے جو **فَعْلَانَۃٌ** کے وزن پر ہے لہٰذا یہ بھی منصرف ہے اوراگر **نَدْمَانُ** بمعنی **نَادِم** ہو تو بالاتفاق غیر منصرف ہے کیونکہ اس کی مؤنث **نَدْمیٰ** آتی ہے **نَدْمَانَۃٌ** نہیں۔

وزن فعل سے کیا مراد ہے؟

وزن فعل سے مراد کسی اسم کاایسے وزن پر ہوناہے جو فعل کے اوزان میں سے شمار کیاجاتاہو۔اس کے غیر منصرف میں مؤثر ہونے کے لیے دوشرطوں میں سے ایک کاپایاجاناضروری ہے وہ دوشرطیں یہ ہیں:

1. وہ وزن فعل کے ساتھ خاص ہو۔اوراس کے خاص ہونے سے مرادیہ ہے کہ وہ وزن اصل وضع کے اعتبار سے فعل کے ساتھ خاص ہو پھر فعل سے اسم کی طرف نقل ہوا ہو جیسے "**شَمَّرَ**" یہ وزن باب تفعیل کے فعل ماضی کے صیغہ واحد مذکر غائب کے ساتھ خاص ہے جس کا معنی ہے اس نے "دامن سمیٹا"۔پھر فعل سے اسم کی طرف نقل کرکے گھوڑے کانام رکھ دیا گیالہٰذا علمیت اور وزن فعل کی وجہ سے غیر منصرف ہو گا۔اسی طرح "**ضُرِبَ**" یہ وزن فعل

ماضی مجہول کے صیغہ واحد مذکر غائب کے ساتھ خاص ہے۔ اگر اسے کسی مرد کا نام رکھ دیا جائے تو علمیت اور وزن فعل کی وجہ سے غیر منصرف ہو گا اور اگر کسی عورت کا نام رکھ دیا جائے تو علمیت و تانیث کی وجہ سے غیر منصرف ہو گا۔

2. اگر وہ وزن فعل کے ساتھ خاص نہ ہو تو اس کے شروع میں حروف مضارعہ ہونا ضروری ہے اور اس کے آخر میں ھاء نہ ہو یعنی ایسی تائے تانیث نہ ہو جو حالتِ وقف میں ھاء بن جاتی ہو۔ جیسے **اَحْمَدُ، یَشْکُرُ، تَغْلَبُ** اور **نَرْجَسُ** یہ چاروں علمیت اور وزن فعل کی وجہ سے غیر منصرف ہیں۔

سوال: وزن کا فعل کے ساتھ خاص ہونے کی شرط کیوں لگائی گئی ہے؟

جواب: اس کی وجہ یہ ہے کہ فعل کے ساتھ خاص ہونے والے وزن کا اسم میں پایا جانا خلاف عادت ہے اور خلاف عادت ہونے کی وجہ سے اس میں ثقل پایا جائے گا لہٰذا اسی ثقل کی وجہ سے یہ غیر منصرف کا سبب بن جائے گا۔

سوال: مصنف علیہ الرحمہ نے فعل ماضی مجہول کی مثال کیوں دی؟ معروف کی کیوں نہیں دی۔

جواب: فعل ماضی معروف کا صیغہ "**ضَرَبَ**" فعل کے ساتھ خاص نہیں ہے کیونکہ یہ وزن اسم میں بھی پایا جاتا ہے جیسے **فَرَسٌ، شَجَرٌ** اور **ھَجَرٌ** وغیرہ، آخری حرکت کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔

سوال: حروف مضارعہ اور ھاء کی شرط کیوں لگائی؟

جواب: حروف مضارعہ میں سے کسی ایک کا ہونا اس لیے کہ وہ وزن فعل کے ساتھ خاص ہو جائے کیونکہ حروف مضارعہ فعل کے خواص میں سے ہیں اور جب یہ فعل کے شروع میں آجائیں گے تو وہ وزن بھی فعل کے ساتھ خاص ہو جائے گا۔ اور تائے تانیث کی شرط اس لیے لگائی تاکہ وہ وزن فعل کے اوزان میں سے نکل کر اسم کے اوزان میں داخل نہ ہو جائے کیونکہ تائے تانیث متحرکہ اسم کے خواص میں سے ہے۔

یعمل، منصرف ہے:

"**یَعْمَلٌ**" وزن فعل اور وصف اصلی کے باوجود منصرف ہے تائے تانیث کو قبول کرنے کی وجہ سے جیسے کہا جاتا ہے "**نَاقَةٌ یَعْمَلَةٌ**"، اور اگر "**یَعْمَل**" کسی مرد کا نام رکھ دیا جائے تب غیر منصرف ہو گا کیونکہ اس وقت یہ تاء کو قبول نہیں کرے گا۔

اسباب کی تاثیر کے ختم ہونے کا بیان:

جن اسباب جن کے غیر منصرف ہونے کے لیے علمیت شرط ہے وہ چار ہیں: مؤنث بالتاء، مؤنث معنوی، عجمہ، ترکیب اور ایسا اسم جس میں الف نون زائدتان ہو۔ اور جن اسباب کے غیر منصرف ہونے میں علمیت مؤثر تو ہے لیکن شرط نہیں ہے وہ دو ہیں: عدل اور وزن فعل۔ جب انہیں نکرہ بنا دیا جائے تو یہ منصرف ہو جاتے ہیں کیونکہ جن اسباب کے غیر منصرف ہونے کے لیے علمیت شرط ہے وہ بغیر سبب کے رہ جاتے ہیں اور جن میں علمیت شرط نہیں ہے وہ ایک سبب پر باقی رہ جاتے ہیں لہٰذا دونوں طرح کے اسباب منصرف ہو جائیں گے۔

علم کو نکرہ بنانے کی دو صورتیں:

1. ایک ہی نام کی جماعت میں سے کسی غیر معین فرد کو مراد لینا مثلاً کہنا "**جَاءَنِی طَلْحَةُ وَطَلْحَةٌ اٰخَرُ وَقَامَ عُمَرُ وَعُمَرٌ اٰخَرُ وَضَرَبَ اَحْمَدُ وَاَحْمَدٌ اٰخَرُ**۔ ان مثالوں میں پہلا لفظ تو متعین ہونے کی وجہ سے غیر منصرف ہے جبکہ دوسرے غیر متعین ہونے کی وجہ سے منصرف ہے۔
2. علم بول کر مشہور وصف مراد ہو نہ کہ غیر معین فرد۔ جیسے **لِکُلِّ فِرْعَوْنٍ مُوْسیٰ** (ہر فرعون کے لیے ایک موسیٰ ہے۔) اس مثال میں فرعون سے متعین فرد نہیں بلکہ فرعون کا وصف مراد ہے۔

غیر منصرف پر کسرہ آسکتی ہے:

غیر منصرف پر اس وقت کسرہ آسکتی ہے جب دوسرے اسم کی طرف مضاف ہو یا اس پر الف لام آجائے جیسے **مَرَرْتُ بِاَحْمَدِکُمْ وَبِالْاَحْمَدِ**

سوال: الف لام اور اضافت کی وجہ سے غیر منصرف پر کسرہ کیوں آسکتی ہے؟

جواب: غیر منصرف پر کسرہ نہ پڑھنے کی وجہ فعل کے ساتھ مشابہت تھی لیکن جب اس کی اضافت ہو یا اس پر الف لام داخل ہو تو فعل کے ساتھ مشابہت کمزور ہو جاتی ہے کیونکہ الف لام اور اضافت اسم کی علامتیں ہیں لہٰذا غیر منصرف پر کسرہ آسکتی ہے۔

اَلْمَقْصَدُالْاَوَّلُ فِی الْمَرْفُوْعَاتِ

اَلْاَسْمَاءُالْمَرْفُوْعَاتُ ثَمَانِيَّةُ اَقْسَامٍ اَلْفَاعِلُ وَمَفْعُوْلُ مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ وَالْمُبْتَدَأُوَالْخَبَرُوَخَبَرُاِنَّ وَاَخَوَاتِهَاوَاِسْمُ كَانَ وَاَخَوَاتِهَاوَاِسْمُ مَاوَلَاالْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ وَخَبَرُلَاالَّتِیْ لِنَفْيِ الْجِنْسِ **فَصْلٌ** اَلْفَاعِلُ كُلُّ اِسْمٍ قَبْلَهٗ فِعْلٌ اَوْصِفَةٌ اُسْنِدَاِلَيْهِ عَلٰی مَعْنًی اَنَّهٗ قَامَ بِهٖ لَاوَقَعَ عَلَيْهِ نَحْوُقَامَ زَيْدٌوَزَيْدٌضَارِبٌ اَبُوْهُ عَمْرًاوَمَاضَرَبَ زَيْدٌعَمْرًاوَكُلُّ فِعْلٍ لَابُدَّلَهٗ مِنْ فَاعِلٍ مَرْفُوْعٍ مُظْهَرٍكَذَهَبَ زَيْدٌاَوْمُضْمَرٍبَارِزٍكَضَرَبْتُ زَيْدًااَوْمُسْتَتِرٍكَزَيْدٌ ذَهَبَ وَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ مُتَعَدِّيًاكَانَ لَهٗ مَفْعُوْلٌ بِهٖ اَيْضًانَحْوُضَرَبَ زَيْدٌعَمْرًاوَاِنْ كَانَ الْفَاعِلُ مُظْهَرًاوُحِّدَالْفِعْلُ اَبَدًانَحْوُ ضَرَبَ زَيْدٌ وَضَرَبَ الزَّيْدَانِ وَضَرَبَ الزَّيْدُوْنَ وَاِنْ كَانَ مُضْمَرًاوُحِّدَلِلْوَاحِدِنَحْوُزَيْدٌضَرَبَ وَثُنِّیَ لِلْمُثَنّٰی نَحْوُاَلزَّيْدَانِ ضَرَبَا وَجُمِعَ لِلْجَمْعِ نَحْوُ اَلزَّيْدُوْنَ ضَرَبُوْا

ترجمہ: پہلا مقصد مرفوعات کے بارے میں: مرفوع اسماء کی آٹھ قسمیں ہیں: فاعل، مفعول مالم یسم فاعلہ، مبتداء، خبر، ان اوراس کے اخوات کی خبر، کان اوراس کے اخوات کا اسم، ماولامشابہ بلیس کا اسم اورلائے نفی جنس کی خبر۔ **فصل:** فاعل ہروہ اسم ہے جس سے پہلے کوئی فعل ہویاایسی صفت ہوجواس اسم کی جانب مسند ہواس طورپرکہ وہ فعل یاصفت اس اسم کے ساتھ قائم ہوجیسے **قام زید** اور **زیدضارب ابوہ عمرا** اور **ماضرب زیدعمرا** اورہرفعل کے لیے فاعل کاہوناضروری ہے چاہےوہ مظہرہوجیسے **ذھب زید** یابارزہوجیسے **ضربت زیدا** یاضمیر مستترہوجیسے **زیدذھب** اوراگرفعل متعدی ہوتواس کے لیے مفعول بہ بھی ہوگاجیسے **ضرب زیدعمرا** اوراگرفاعل اسم ظاہرہوتوفعل ہمیشہ واحد لایاجائے گاجیسے **ضرب زید** اور **ضرب الزیدان** اور **ضرب الزیدون**۔ اوراگرفاعل مضمرہوتوفعل کوفاعل واحدکے لیے واحد لایاجائے گاجیسے

زیدضرب اور فاعل مثنی کے لیے فعل تثنیہ لایا جائے گا جیسے **الزیدان ضربا** اور جمع کے لیے فعل کو جمع لایا جائے گا جیسے **الزیدون ضربوا**

تشریح:

مصنف علیہ الرحمہ مقاصدِ ثلاثہ میں سے مقصد اول کو بیان کر رہے ہیں جس میں مرفوعات کے بارے میں تفصیل سے کلام ہوگا۔ مرفوعات چونکہ اکثر طور پر مسند الیہ ہوتے ہیں اور مسند الیہ کلام میں عمدہ ہوتا ہے اس لیے انہیں منصوبات اور مجرورات پر مقدم کر دیا گیا ہے۔ مرفوعات کی آٹھ قسمیں ہیں جنہیں مصنف علیہ الرحمہ نے کتاب میں بیان کر دیا ہے اب ہر ایک کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

فاعل کی وضاحت:

ہر وہ اسم جس سے پہلے فعل یا شبہ فعل ہو اور اس کی اسناد اس اسم کی طرف ہو اس طرح کہ وہ فعل اس اسم کے ساتھ قائم ہو نہ کہ اس پر واقع ہو فاعل کہلاتا ہے جیسے "**قَامَ زَیْدٌ**" میں "**زید**" اسم ہے اور فاعل ہے کیونکہ اس سے پہلے "**قام**" فعل لازم ہے جو اس کی طرف مسند ہے اس طرح کہ وہ فعل اس کے ساتھ قائم ہے نہ کہ اس پر واقع ہے۔ اسی طرح "**زَیْدٌ ضَارِبٌ اَبُوْہُ عَمْرًا**" میں "**ابوہ**" اسم ہے اور فاعل ہے کیونکہ اس سے پہلے شبہ فعل "**ضارب**" ہے جو اس کی طرف مسند ہے اس طور پر کہ "**ضرب**" والا فعل اس کے ساتھ قائم ہے نہ کہ اس پر واقع ہے۔ اسی طرح "**مَاضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرًا**" میں "**زید**" اسم ہے اور فاعل ہے فعل متعدی منفی "**مَاضَرَبَ**" کا جس کی نسبت زید کی طرف اس طور پر ہو رہی ہے کہ وہ اس اسم کے ساتھ قائم ہے نہ کہ اس پر واقع ہے۔

فاعل کی تعریف کے فوائد قیود:

کل اسم: جنس ہے جو معرّف وغیر معرّف سب کو شامل ہے۔

قبلہ فعل اور صفۃ: پہلی فصل ہے اس سے وہ اسم نکل گیا جس سے پہلے فعل یا صفت نہ ہو۔ جیسے زید اخوک اور زید قام۔

اسندالیه: فصل ثانی ہے جس سے وہ اسم نکل گیا جس سے پہلے فعل تو ہو لیکن اس کی نسبت اسم کی طرف بالتبع ہو جیسے **ضرب زیدزید،** اس مثال میں زید ثانی سے پہلے فعل تو ہے لیکن اس کی فعل کی نسبت اول زید کی طرف بالاصالۃ ہے اور ثانی کی طرف بالتبع ہے لہٰذا اسے فاعل نہیں کہیں گے۔

علی معنی انه قام به لا وقع علیه: فصل ثالث ہے جس سے وہ اسم نکل گیا جس سے پہلے فعل یا شبہ فعل ہو اور اس کی نسبت بھی اسم کی طرف ہو لیکن یہ نسبت بطور قیام نہ ہو بلکہ بطور وقوع ہو جیسے نائب الفاعل۔ فعل کی مثال: **ضُرِبَ زَیْدٌ**، اس میں زید کے ساتھ فعل قائم نہیں ہے بلکہ زید پر واقع ہے اس لیے زید فاعل نہیں ہے۔ صفت کی مثال: **زَیْدٌ مَضْرُوْبٌ غُلَامُهٗ**، اس میں **غلامه** کے ساتھ شبہ فعل **مضروب** قائم نہیں ہے بلکہ اس پر واقع ہے اس لیے **غلامه** فاعل نہیں ہے۔

"وَکُلّ فعل لا بد--الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ ہر فعل کے لیے فاعل کا ہونا ضروری ہے چاہے فعل لازم ہو یا متعدی۔ اسی طرح فاعل مظہر بھی ہو سکتا ہے جیسے **ذَھَبَ زَیْدٌ** میں "**زَیْدٌ**"۔ اور ضمیر بارز بھی ہو سکتا ہے جیسے **ضَرَبْتُ زَیْدًا** میں "**تُ**" ضمیر بارز۔ اور ضمیر مستتر بھی ہو سکتا ہے جیسے **زَیْدٌ ذَھَبَ** میں **ھُوَ** ضمیر جو **ذَھَبَ** فعل میں مستتر ہے۔

سوال: ہر فعل کے لیے فاعل کا ہونا کیوں ضروری ہے؟

جواب: کیونکہ فعل عرض ہے اور عرض کے لیے ضروری ہے کہ وہ کسی چیز کے ساتھ قائم ہو لہٰذا ہر فعل کے لیے فاعل کا ہونا ضروری کرار دیا گیا۔

"وان کان الفعل متعدیا--الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ جس طرح ہر فعل کے لیے فاعل کا ہونا ضروری ہے اسی طرح فعل متعدی کے لیے مفعول بہ کا ہونا بھی ضروری ہے جیسے **ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرًا** میں **عَمْرًا**۔

فعل واحد، تثنیہ اور جمع کب لایا جائے گا؟

اگر فاعل مظہر ہو تو فعل ہمیشہ واحد لایا جائے گا جیسے **ضَرَبَ زَیْدٌ، ضَرَبَ الزَّیْدَانِ، ضَرَبَ الزَّیْدُوْنَ**

اوراگرفاعل اسم ضمیرہوتوفعل کوضمیرکے مرجع کے مطابق لایاجائے گاجیسے زَیْدٌذَھَبَ،اَلزَّیْدَانِ ذَھَبَا،اَلزَّیْدُوْنَ ذَھَبُوْا۔پہلی مثال میں ضمیر کامرجع واحدہےاس لیے فاعل بھی واحدلائے دوسری مثال میں ضمیرکامرجع تثنیہ ہے اس لیے فعل بھی تثنیہ لائےاور تیسری مثال میں ضمیرکامرجع جمع ہے اس لیے فعل بھی جمع لائے۔

متن:وَاِنْ کَانَ الْفَاعِلُ مُؤَنِّثًاحَقِیْقِیًّا وَھُوَمَابِاِزَاءِہٖ ذَکَرٌمِنَ الْحَیَوَانِ اُنِّثَ الْفِعْلُ اَبَدًااِنْ لَمْ تَفْصِلْ بَیْنَ الْفِعْلِ وَالْفَاعِلِ نَحْوُقَامَتْ ھِنْدٌ وَاِنْ فَصَّلْتَ فَلَكَ الْخِیَارُفِي التَّذْکِیْرِوَالتَّانِیْثِ نَحْوُضَرَبَ الْیَوْمَ ھِنْدٌوَاِنْ شِءْتَ قُلْتَ ضَرَبَتِ الْیَوْمَ ھِنْدٌوَکَذٰلِكَ فِي الْغَیْرِالْحَقِیْقِيِّ نَحْوُطَلَعَتِ الشَّمْسُ وَاِنْ شِءْتَ قُلْتَ طَلَعَ الشَّمْسُ ھٰذَااِذَاکَانَ الْفِعْلُ مُسْنَدًااِلَی الْمُظْھَرِوَاِنْ کَانَ مُسْنَدًااِلَی الْمُضْمَرِاُنِّثَ اَبَدًانَحْوُاَلشَّمْسُ طَلَعَتْ وَجُمِعَ التَّکْسِیْرُکَالْمُؤَنَّثِ الْغَیْرِالْحَقِیْقِيِّ تَقُوْلُ قَامَ الرِّجَالُ وَاِنْ شِءْتَ قُلْتَ قَامَتِ الرِّجَالُ وَالرِّجَالُ قَامَتْ وَیَجُوْزُفِیْہِ الرِّجَالُ قَامُوْا

ترجمہ:اگرفاعل مؤنث حقیقی ہو۔اورفاعل مؤنث حقیقی وہ ہے جس کے مقابلے میں کوئی حیوان مذکرہوتوفعل ہمیشہ مؤنث ہی لایاجائے گا۔اگرفعل اورفاعل کے درمیان فصل نہ ہوجیسے قامت ھنداوراگرتوفاصلہ لائے توتجھے تذکیروتانیث میں اختیارہے جیسے ضرب الیوم ھنداوراگرتوچاہے توکہہ سکتاہےضربت الیوم ھنداورمؤنث غیرحقیقی میں بھی اسی طرح ہے جیسے طلعت الشمس اوراگرچاہےتوکہہ سکتاہےطلع الشمس،یہ اس وقت ہے جب فعل اسم ظاہرکی طرف مسند ہو۔اوراگرفعل مضمرکی طرف مسندہوتوفعل ہمیشہ مؤنث لایاجائے گاجیسے الشمس طلعت اورجمع مکسر،مؤنث غیرحقیقی کی طرح ہےتوکہے گاقام الرجال اوراگرتوچاہے توکہہ سکتاہےقامت الرجال اورالرجال قامت اوراس میں الرجال قاموابھی جائزہے۔

تشریح:

1:۔۔فاعل مؤنث حقیقی ہو تو فعل کی تذکیر و تانیث

مؤنث حقیقی: وہ مؤنث جس کے مقابلے میں نر جاندار ہو چاہے اس میں علامت تانیث ہو یا نہ ہو۔ جیسے: **اِمْرَأَۃٌ**۔ اس کے مقابلے میں **اِمْرَءٌ** (مرد) نر جاندار ہے اور **أَتَانٌ** (گدھی) اس کے مقابلے میں **حِمَارٌ** (گدھا) نر جاندار ہے۔

☆۔۔۔فاعل مؤنث حقیقی ہو تو فعل ہمیشہ مؤنث لایا جائے گا جبکہ فعل متصرف ہو اور فاعل جنس انسان میں سے ہو اور فعل وفاعل کے درمیان فاصلہ نہ ہو چاہے فاعل اسم مظہر ہو یا مضمر جیسے **قَامَتْ ھِنْدٌ، ھِنْدٌ قَامَتْ**

☆۔۔۔فاعل مؤنث حقیقی ہو لیکن فعل اور فاعل کے درمیان فاصلہ ہو تو فعل مذکر و مؤنث دونوں طرح لاسکتے ہیں جیسے **ضَرَبَ الْیَوْمَ ھِنْدٌ، ضَرَبَتِ الْیَوْمَ ھِنْدٌ**

2:۔۔فاعل مؤنث غیر حقیقی ہو تو فعل کی تذکیر و تانیث

مؤنث غیر حقیقی: وہ مؤنث جس کے مقابلے میں کوئی نر جاندار نہ ہو خواہ اس میں علامت تانیث ہو یا نہ ہو۔ جیسے: **ظُلْمَۃٌ** (اندھیرا) اور **عَیْنٌ** (پانی کا چشمہ)

☆۔۔۔فاعل مؤنث غیر حقیقی اسم ظاہر ہو تو فعل مذکر و مؤنث دونوں طرح لاسکتے ہیں چاہے فاصلہ ہو یا نہ ہو۔ جیسے **طَلَعَ الشَّمْسُ، طَلَعَتِ الشَّمْسُ، طَلَعَ الْیَوْمَ الشَّمْسُ، طَلَعَتِ الْیَوْمَ الشَّمْسُ**

☆۔۔۔فعل کا فاعل مؤنث غیر حقیقی کی ضمیر ہو تو فعل ہمیشہ مؤنث لایا جائے گا جیسے **اَلشَّمْسُ طَلَعَتْ**

3:۔۔فاعل جمع مکسر ہو تو فعل کی تذکیر و تانیث

جمع مکسر: وہ جمع جس میں واحد کی صورت سلامت نہ رہے۔ جیسے: **أَقْلَامٌ، رِجَالٌ، مَسَاجِدُ**

☆۔۔۔فاعل جمع مکسر اسم ظاہر ہو تو فعل مذکر و مؤنث دونوں طرح لاسکتے ہیں جیسے **جَاءَ الرِّجَالُ، جَاءَتِ الرِّجَالُ**

☆۔۔۔فاعل اسم ضمیر ہو اور اس کا مرجع مذکر عاقل کی جمع ہو تو فعل مذکر و مؤنث دونوں طرح لاسکتے ہیں جیسے **اَلرِّجَالُ قَامَتْ، اَلرِّجَالُ قَامُوْا**۔ اور اگر ضمیر کا مرجع غیر ذوی العقول مذکر یا مؤنث کی جمع مکسر ہو یا ذوی العقول مؤنث کی جمع مکسر ہو تو فعل تاء ساکنہ واحدہ اور نون جمع مؤنث دونوں طرح آسکتا ہے جیسے **اَلْاَیَّامُ مَضَتْ، اَلْاَیَّامُ مَضِیْنَ**۔

متن:وَيَجِبُ تَقْدِيْمُ الْفَاعِلِ عَلَى الْمَفْعُوْلِ اِذَاكَانَامَقْصُوْرَيْنِ وَخِفْتَ اللَّبْسَ نَحْوُضَرَبَ مُوْسىٰ عِيْسىٰ وَيَجُوْزُتَقْدِيْمُ الْمَفْعُوْلِ عَلَى الْفَاعِلِ اِنْ لَمْ تَخِفِ اللَّبْسَ نَحْوُاَكَلَ الْكُمَّثْرٰى يَحْيٰ وَضَرَبَ عَمْرًازَيْدٌ وَيَجُوْزُحَذْفُ الْفِعْلِ حَيْثُ كَانَتِ قَرِيْنَةٌ نَحْوُزَيْدٌفِي جَوَابِ مَنْ قَالَ مَنْ ضَرَبَ وَكَذَايَجُوْزُحَذْفُ الْفِعْلِ وَالْفَاعِلِ مَعًاكَنَعَمْ فِي جَوَابِ مَنْ قَالَ اَقَامَ زَيْدٌوَقَدْيُحْذَفُ الْفَاعِلُ وَيُقَامُ الْمَفْعُوْلُ مَقَامَهٗ اِذَاكَانَ الْفِعْلُ مَجْهُوْلًا نَحْوُضُرِبَ زَيْدٌوَهُوَالْقِسْمُ الثَّانِي مِنَ الْمَرْفُوْعَاتِ

ترجمہ:اور فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا جائز ہے جب دونوں مقصور ہوں اور تمہیں التباس کا خوف ہو جیسے ضرب موسیٰ عیسیٰ۔اور مفعول کو فاعل پر مقدم کرنا جائز ہے اگر التباس کا خوف نہ ہو جیسے اکل الکمثریٰ یحیٰ اور ضرب عمرا زید۔اور فعل کو حذف کرنا جائز ہے جس جگہ قرینہ ہو جیسے زید اس کے جواب میں جو کہے من ضرب اور اسی طرح فعل اور فاعل کو اکٹھا حذف کرنا جائز ہے جیسے نعم کہنا اس کے جواب میں جو کہے اقام زید۔اور کبھی فاعل کو حذف کر دیا جاتا ہے اور مفعول کو اس کے قائم مقام کر دیا جاتا ہے جبکہ فعل مجہول ہو جیسے ضرب زید اور یہ مرفوعات کی قسم ثانی ہے۔

تشریح:

فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے:

عربی کلام میں پہلے فاعل اور پھر مفعول آتا ہے اور کبھی پہلے مفعول اور پھر فاعل آتا ہے لیکن جب فاعل اور مفعول دونوں اسم مقصور ہوں اور ان کے درمیان التباس کا خوف ہو یعنی فاعل کے تعین پر قرینہ نہ پایا جائے تو فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا ضروری ہے۔ایسی صورت میں فاعل کو مقدم نہ کرنے کی وجہ سے معلوم نہ ہو گا کہ فاعل کون ہے اور مفعول کون ہے۔جیسے **ضَرَبَ مُوْسىٰ عِيْسىٰ**،اس مثال میں دونوں اسم مقصور ہیں اور کسی ایک کے فاعل ہونے پر کوئی قرینہ بھی نہیں پایا جا رہا کیونکہ دونوں اسم فاعل اور مفعول بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں لہٰذا فاعل کو مقدم کرنا واجب ہے۔

مفعول کو فاعل پر مقدم کرنا جائز ہے:

☆۔۔۔اگر فاعل کے فاعل ہونے پر قرینہ پائے جانے کی وجہ سے التباس کا خوف نہ ہو تو پھر مفعول کو فاعل پر مقدم کرنا جائز ہے جیسے **اَكَلَ الْكُمَّثْرٰى يَحْيٰى**، اس مثال میں **یحییٰ** کے فاعل ہونے اور **کمثری** کے مفعول ہونے پر قرینہ پایا جارہا ہے کیونکہ **یحییٰ** میں فاعل ہونے کی صلاحیت ہے اور "**کمثری**" میں فاعل ہونے کی صلاحیت نہیں ہے لہٰذا "**کمثری**" کو فاعل پر مقدم کرنا جائز ہے۔

☆۔۔۔اور اگر فاعل کے فاعل ہونے پر قرینہ لفظی پائے جانے کی وجہ سے التباس کا خوف نہ ہو تو پھر بھی مفعول کو فاعل پر مقدم کرنا جائز ہے جیسے **ضَرَبَ عَمْرًا زَيْدٌ**، اس مثال میں **زَيْدٌ** کے فاعل ہونے پر قرینہ لفظی یعنی مرفوع ہونا پایا جارہا ہے اور **عَمْرًا** کے مفعول ہونے پر قرینہ لفظی یعنی منصوب ہونا پایا جارہا ہے۔

فعل کو حذف کرنا۔۔

☆۔۔۔جب فاعل کے فعل کو حذف کرنے پر کوئی قرینہ پایا جائے تو اسے حذف کرنا جائز ہے جیسے کسی نے کہا: **مَنْ ضَرَبَ**؟ تو جواب میں فعل کو حذف کرکے صرف "**زید**" کہہ دینا جائز ہے۔ اصل عبارت یوں تھی "**ضَرَبَ زَيْدٌ**" لیکن چونکہ **ضَرَبَ** فعل پر قرینہ پایا جارہا ہے تھا اس لیے اسے حذف کرکے صرف فاعل کو ذکر کر دینا بھی جائز ہے۔

☆۔۔۔فعل کو حذف کرنے کی طرح قرینہ پائے جانے کی وجہ سے فعل اور فاعل دونوں کو اکٹھا حذف کرنا بھی جائز ہے جیسے کوئی کہے: **اَقَامَ زَيْدٌ**؟ تو جواب میں کہہ دیا جائے **نَعَمْ**۔ اصل عبارت تھی **نَعَمْ قَامَ زَيْدٌ**، یہاں **نَعَمْ** کو **قَامَ زَيْدٌ** کے قائم مقام کرکے فعل اور فاعل دونوں کو اکٹھا حذف کر دیا گیا قرینہ کے پائے جانے کی وجہ سے۔

فاعل کو حذف کرنا۔۔

جب فعل مجہول ہو تو فاعل کو حذف کرکے مفعول کو اس کے قائم مقام کر دیا جاتا ہے جیسے **ضُرِبَ زَيْدٌ** میں **زَيْدٌ** مفعول ہے جو فاعل کے قائم مقام ہے یہ مرفوعات کی قسم ثانی ہے جسے نائب فاعل کہتے ہیں۔

★★★۔۔۔تنازع فعلان۔۔۔★★★

فصل اِذَا تَنَازَعَ الْفِعْلَانِ فِیْ اِسْمٍ ظَاهِرٍ بَعْدَهُمَا اَیْ اَرَادَ كُلٌّ وَاحِدٍ مِنَ الْفِعْلَیْنِ اَنْ یَّعْمَلَ فِیْ ذٰلِكَ الْاِسْمِ فَهٰذَا اِنَّمَا یَكُوْنُ عَلٰی اَرْبَعَةِ اَقْسَامٍ اَلْاَوَّلُ اَنْ یَّتَنَازَعَا فِی الْفَاعِلِیَّةِ فَقَطْ نَحْوُ ضَرَبَنِیْ وَاَكْرَمَنِیْ زیدٌ اَلثَّانِیْ اَنْ یَّتَنَازَعَا فِی الْمَفْعُوْلِیَّةِ فَقَطْ نَحْوُ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ زَیْداً اَلثَّالِثُ اَنْ یَّتَنَازَعَا فِی الْفَاعِلِیَّةِ وَالْمَفْعُوْلِیَّةِ وَیَقْتَضِی الْاَوَّلُ الْفَاعِلَ وَالثَّانِیْ الْمَفْعُوْلَ نَحْوُ ضَرَبَنِیْ وَاَكْرَمْتُ زَیْداً اَلرَّابِعُ عَكْسُهٗ نَحْوُ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِیْ زَیْدٌ

ترجمه: جب دو فعل ایسے اسم ظاہر میں جھگڑا کریں جو ان کے بعد ہو یعنی دونوں فعلوں میں سے ہر ایک اس بات کا ارادہ کرے کہ وہ اس اسم میں عمل کرے گا تو یہ چار قسموں پر مشتمل ہو گا۔ پہلی قسم یہ کہ وہ دونوں صرف فاعلیت میں جھگڑا کریں جیسے **ضربني واكرمني زيد**۔ دوسری قسم یہ کہ وہ دونوں فعل صرف مفعولیت میں جھگڑا کریں جیسے **ضربت واكرمت زيدا**۔ تیسری قسم یہ کہ وہ دونوں فاعلیت اور مفعولیت دونوں میں جھگڑا کریں اور پہلا فعل فاعل کا تقاضا کرے اور دوسرا مفعول کا تقاضا کرے جیسے **ضربني واكرمت زيدا**۔ چوتھی قسم اس کا عکس ہے جیسے ضربت واکرمنی زید

تشریح

"اذا تنازع الفعلان--الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ایسے دو افعال کی بحث کر رہے ہیں جو اپنے مابعد اسم ظاہر میں عمل کرنے اور اسے اپنا معمول بنانے کے اعتبار سے جھگڑا کر رہے ہوں۔ یہ تنازع افعال کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ اسم فاعل، اسم مفعول اور صفت مشبہ میں بھی جاری ہوتا ہے چونکہ فعل عمل میں اصل ہے اور شبہ فعل فرع، اس لیے مصنف علیہ الرحمہ نے اصل کے ذکر پر اکتفاء کیا۔

"فی اسم ظاہر بعدهما" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ نے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ تنازع اسم میں ہوگا ضمیر میں نہیں ہو سکتا۔ اور جو اسم مقدم یا درمیان میں ہوگا اس میں بھی تنازع نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ فعل اول کا معمول ہوتا ہے۔

"ای اراد کل واحد--الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ایک سوال کا جواب دے رہے ہیں۔

سوال: تنازع یعنی جھگڑا کرنا ذی روح کی صفت ہے لہٰذا دو فعلوں کے لیے تنازع کا لفظ استعمال کرنا درست نہیں ہے۔

جواب: ہماری مراد تنازع حقیقی نہیں بلکہ تنازع سے مراد ارادہ اور اقتضاء ہے یعنی دونوں فعلوں میں سے ہر ایک کا بعد والے اسم ظاہر کو اپنا معمول بنانے کا تقاضا اور ارادہ کرنا تنازع فعلین ہے۔

تنازع فعلین کی اقسام:

تنازع فعلین کی چار قسمیں ہیں

1. دونوں فعل مابعد اسم ظاہر کو اپنا فاعل بنانے کا تقاضا کریں جیسے **ضَرَبَنِی وَاَکْرَمَنِی زَیْدٌ**
2. دونوں فعل مابعد اسم ظاہر کو اپنا مفعول بنانے کا تقاضا کریں جیسے **ضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُ زَیْدًا**
3. پہلا فعل مابعد اسم ظاہر کو فاعل اور دوسرا فعل مابعد اسم ظاہر کو اپنا مفعول بنانے کا تقاضا کرے جیسے **ضَرَبَنِی وَاَکْرَمْتُ زَیْدًا**
4. پہلا فعل مابعد اسم ظاہر کو مفعول اور دوسرا فعل مابعد اسم ظاہر کو اپنا فاعل بنانے کا تقاضا کرے جیسے **ضَرَبْتُ وَاَکْرَمَنِی زَیْدٌ**

متن: وَاعْلَمْ اَنَّ فِیْ جَمِیْعِ هٰذِهِ الْاَقْسَامِ یَجُوْزُ اِعْمَالُ الْفِعْلِ الْاَوَّلِ وَاِعْمَالُ الْفِعْلِ الثَّانِیْ خِلَافًا لِلْفَرَّاءِ فِی الصُّوْرَةِ الْاُوْلٰی وَالثَّالِثَةِ اَنْ یُّعْمَلَ الثَّانِیْ وَدَلِیْلُهٗ لُزُوْمُ اَحَدِ الْاَمْرَیْنِ اِمَّا حَذْفُ الْفَاعِلِ اَوِ الْاِضْمَارِ قَبْلَ الذِّکْرِ وَکِلَاهُمَا مَحْظُوْرَانِ وَهٰذَا فِی الْجَوَازِ وَاَمَّا الْاِخْتِیَارُ فَفِیْهِ خِلَافُ الْبَصْرِیِّیْنَ فَاِنَّهُمْ یَخْتَارُوْنَ اِعْمَالَ الْفِعْلِ الثَّانِیْ

اِعْتِبَارًا لِلْقُرْبِ وَالْجِوَارِ وَالْكُوْفِيُّوْنَ يَخْتَارُوْنَ اِعْمَالَ الْفِعْلِ الْاَوَّلِ مُرَاعَاةً لِلتَّقْدِيْمِ وَالْاِسْتِحْقَاقِ

ترجمہ: تو جان کہ ان تمام اقسام میں فعل اول اور فعل ثانی دونوں کو عمل دینا جائز ہے۔ پہلی اور تیسری صورت میں فراء کا اختلاف ہے کہ ان دونوں صورتوں میں دوسری فعل کو عمل دیا جائے۔ اور ان کی دلیل دو امروں میں سے ایک امر کا لازم آنا ہے یا تو فاعل کو حذف کرنا لازم آئے گا یا اضمار قبل الذکر لازم آئے گا اور یہ دونوں ممنوع ہیں۔ اور (فراء کا) یہ اختلاف جواز میں ہے۔ بہر حال اختیار (یعنی کس فعل کو عمل دینا اولیٰ ہے) تو اس میں بصریوں کا اختلاف ہے کہ وہ فعل ثانی کو عمل دینے کو اختیار کرتے ہیں قرب وجوار کا اعتبار کرتے ہوئے اور کوفیوں کا اختلاف ہے کہ وہ فعل اول کو عمل دینے کو اختیار کرتے ہیں تقدیم اور استحقاق کی رعایت کرتے ہوئے۔

تشریح:

بصریوں اور کوفیوں کے درمیان اصل اختلاف:

بصریوں اور کوفیوں دونوں کے نزدیک بالاتفاق تنازع فعلین کی چاروں قسموں میں فعل اول اور فعل ثانی دونوں کو عمل دینا جائز ہے۔ جبکہ امام فراء پہلی اور تیسری قسم میں اختلاف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان دونوں قسموں میں دوسرے فعل کو عمل دینا جائز نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا کیا جائے تو دو ممنوع امروں میں سے کوئی ایک امر لازم آئے گا:

1. فعل اول کے فاعل کو حذف کرنا لازم آئے گا۔ اور فاعل کلام میں عمدہ ہوتا ہے اس لیے اسے بغیر قائم حذف کرنا جائز نہیں۔
2. فاعل کو حذف نہ کرنے کی صورت میں ضمیر مستتر ماننی پڑے گی اور ضمیر کا مرجع پیچھے مذکور نہ ہونے کی وجہ سے اضمار قبل الذکر لازم آئے گا۔

بصریوں اور کوفیوں کے نزدیک اصل اختلاف یہ ہے کہ کس فعل کو عمل دینا مختار اور اولیٰ ہے۔ بصری قرب وجوار کی وجہ سے دوسرے فعل کے عمل دینے کو ترجیح دیتے اور اختیار کرتے ہیں اور کوفی مقدم ہونے کی وجہ سے پہلے فعل کے عمل دینے کو ترجیح دیتے اور اختیار کرتے ہیں۔

متن: فَاِنْ اَعْمَلْتَ الثَّانِي فَانْظُرْ اِنْ كَانَ الْفِعْلُ الْاَوَّلُ يَقْتَضِي الْفَاعِلَ اَضْمَرْتَهُ فِي الْاَوَّلِ كَمَا تَقُوْلُ فِي الْمُتَوَافِقَيْنِ ضَرَبَنِي وَاَكْرَمَنِي زَيْدٌ وَ ضَرَبَانِي وَاَكْرَمَنِي الزَّيْدَانِ وَضَرَبُوْنِي وَاَكْرَمَنِي الزَّيْدُوْنَ وَ فِي الْمُتَخَالِفَيْنِ ضَرَبَنِي وَاَكْرَمْتُ زَيْدًا وَضَرَبَانِي وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَيْنِ وَضَرَبُوْنِي وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَيْنِ وَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ الْاَوَّلُ يَقْتَضِي الْمَفْعُوْلَ وَلَمْ يَكُنِ الْفِعْلَانِ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ حُذِفَتِ الْمَفْعُوْلُ مِنَ الْفِعْلِ الْاَوَّلِ كَمَا تَقُوْلُ فِي الْمُتَوَافِقَيْنِ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ زَيْدًا وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَيْنِ وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَيْنِ وَفِي الْمُتَخَالِفَيْنِ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِي زَيْدٌ وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِي الزَّيْدَانِ وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِي الزَّيْدُوْنَ وَاِنْ كَانَ الْفِعْلَانِ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ يَجِبُ اِظْهَارُ الْمَفْعُوْلِ لِلْفِعْلِ الْاَوَّلِ كَمَا تَقُوْلُ حَسِبَنِي مُنْطَلِقًا وَحَسِبْتُ زَيْدًا مُنْطَلِقًا اِذْ لَا يَجُوْزُ حَذْفُ الْمَفْعُوْلِ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ وَاِضْمَارُ الْمَفْعُوْلِ قَبْلَ الذِّكْرِ هٰذَا هُوَ مَذْهَبُ الْبَصْرِيِّيْنَ

ترجمہ: پس اگر تو دوسرے فعل کو عمل دے تو دیکھ اگر فعل اول فاعل کا تقاضا کر رہا ہے تو پہلی قسم میں تو اسے ضمیر دیدے جیسے تو متوافقین میں کہے گا ضَرَبَنِي وَاَكْرَمَنِي زَيْدٌ وَ ضَرَبَانِي وَاَكْرَمَنِي الزَّيْدَانِ وَضَرَبُوْنِي وَاَكْرَمَنِي الزَّيْدُوْنَ، اور متخالفین میں کہے گا ضَرَبَنِي وَاَكْرَمْتُ زَيْدًا وَضَرَبَانِي وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَيْنِ وَضَرَبُوْنِي وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَيْنِ۔ اور اگر فعل اول مفعول کا تقاضا کر رہا ہو اور دونوں فعل افعال قلوب میں سے نہ ہوں تو فعل اول کے مفعول کو حذف کر دیا جائے گا جیسا کہ تو متوافقین میں کہے گا ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ زَيْدًا وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَيْنِ وَضَرَبْتُ

وَاَکْرَمْتُ الزَّیْدَیْنِ اور متخالفین میں کہے گا ضَرَبْتُ وَاَکْرَمَنِی زَیْدٌ وَضَرَبْتُ وَاَکْرَمَنِی الزَّیْدَانِ وَضَرَبْتُ وَاَکْرَمَنِی الزَّیْدُوْنَ اور اگر دونوں فعل، افعال قلوب میں سے ہوں تو فعل اوّل کے لیے مفعول کا اظہار واجب ہے جیسا کہ تو کہے گا حَسِبَنِی مُنْطَلِقًا وَحَسِبْتُ زَیْدًا مُنْطَلِقًا کیونکہ افعال قلوب میں سے مفعول کو حذف کرنا اور ذکر سے پہلے مفعول کی ضمیر لانا جائز نہیں ہے۔ یہ بصریوں کا مذہب ہے۔

تشریح:

"فان اعملت الثانی--الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بصریوں کے مذہب کو بیان کرتے ہوئے فعل کے عمل کی صورت بیان کر رہے ہیں۔ اسے پہلے ذکر کرنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ ان کے نزدیک بصریوں کا مذہب مختار ہے۔ چنانچہ، بصریوں کے نزدیک تنازع دور کرنے کی تین صورتیں بنتی ہیں:

1. دونوں فعل فاعلیت کا تقاضا کر رہے ہوں یا فعل اوّل فاعلیت کا تقاضا کر رہا ہو تو دوسرے فعل کو عمل دے کر پہلے فعل میں ضمیر لائیں گے جو افراد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث میں اسم ظاہر کے مطابق ہو گی۔ پس متوافقین (یعنی جس قسم میں دونوں فعل ایک ہی چیز کا تقاضا کر رہے ہوں) میں کہیں گے ضَرَبَنِی وَاَکْرَمَنِی زَیْدٌ وَضَرَبَانِی وَاَکْرَمَنِی الزَّیْدَانِ وَضَرَبُوْنِی وَاَکْرَمَنِی الزَّیْدُوْنَ اور متخالفین (یعنی جس قسم میں دونوں فعل الگ الگ چیز کا تقاضا کر رہے ہوں) میں کہیں گے: ضَرَبَنِی وَاَکْرَمْتُ زَیْدًا وَضَرَبَانِی وَاَکْرَمْتُ الزَّیْدَیْنِ وَضَرَبُوْنِی وَاَکْرَمْتُ الزَّیْدَیْنِ۔
2. اگر پہلا فعل مفعول کا تقاضا کر رہا ہو اور دونوں فعل افعال قلوب میں سے نہ ہوں تو دوسرے فعل کو عمل دینگے اور پہلے فعل کے مفعول کو محذوف مانیں گے۔ پس متوافقین میں کہیں گے ضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُ زَیْدًا وَضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُ الزَّیْدَیْنِ وَضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُ الزَّیْدَیْنِ اور متخالفین میں کہیں گے: ضَرَبْتُ وَاَکْرَمَنِی زَیْدٌ وَضَرَبْتُ وَاَکْرَمَنِی الزَّیْدَانِ وَضَرَبْتُ وَاَکْرَمَنِی الزَّیْدُوْنَ
3. اگر پہلا فعل مفعول کا تقاضا کر رہا ہو اور دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہوں تو دوسرے فعل کو عمل دینگے اور پہلے فعل کے لیے مفعول کو ظاہر کر دینگے کیونکہ نحویوں کے نزدیک افعال قلوب کا مفعول حذف کرنا بالاتفاق ناجائز ہے اور اضمار قبل الذکر لازم آنے کی وجہ سے اسم ظاہر مفعول کے بجائے ضمیر لانا بھی ناجائز ہے کیونکہ مفعول

فضلہ ہے اور فضلہ میں اضمار قبل الذکر کرنا جائز ہے۔ پس پہلے فعل کے لیے مفعول کو ذکر کر کے کہیں گے: "حَسِبَنِی مُنْطَلِقًاوَحَسِبْتُ زَیْداًمُنْطَلِقًا، اس مثال میں حسبنی اور حسبت دونوں فعل زید کو اپنا مفعول بنانے میں تنازع کر رہے ہیں۔ لہٰذا ہم نے بصریوں کے مذہب پر دوسرے فعل کو عمل دیا اور پہلے فعل کے لیے ھُوَ ضمیر مستتر کو فاعل بنایا جو زید کی طرف راجع ہے اگرچہ یہاں اضمار قبل الذکر ہے لیکن عمدہ میں بشرط التفسیر جائز ہے۔ پھر دونوں مفعولوں نے منطلقا میں تنازع کیا تو بصریوں کے مطابق دوسرے فعل کو عمل دیا اور منطلقا کو اس کا مفعول ثانی بنا دیا گیا۔ پہلے فعل میں مفعول کو حذف ماننا جائز نہیں کیونکہ افعال قلوب میں کسی ایک مفعول کو ذکر کرنا اور دوسرے کو حذف کرنا جائز نہیں اسی طرح ضمیر لانا بھی درست نہیں ہے کیونکہ فضلہ میں اضمار قبل الذکر لازم آئے گا لہٰذا حسبنی کے بعد منطلقا کو ظاہر کر دیا۔

متن: وَاَمَّا اِنْ اَعْمَلْتَ الْفِعْلَ الْاَوَّلَ عَلٰی مَذْهَبِ الْكُوْفِيِّيْنَ فَانْظُرْ اِنْ كَانَ الْفِعْلُ الثَّانِيْ يَقْتَضِي الْفَاعِلَ اَضْمَرْتَ الْفَاعِلَ فِي الْفِعْلِ الثَّانِيْ كَمَا تَقُوْلُ فِي الْمُتَوَافِقَيْنِ ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمَنِيْ زَيْدٌ وَضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمَنِي الزَّيْدَانِ وَضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمُوْنِي الزَّيْدُوْنَ وَفِي الْمُتَخَالِفَيْنِ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِيْ زَيْداً وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمَانِي الزَّيْدَيْنِ وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمُوْنِي الزَّيْدَيْنِ وَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ الثَّانِيْ يَقْتَضِي الْمَفْعُوْلَ وَلَمْ يَكُنِ الْفِعْلَانِ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ جَازَ فِيْهِ الْوَجْهَانِ حَذْفُ الْمَفْعُوْلِ وَالْاِضْمَارُ وَالثَّانِيْ هُوَ الْمُخْتَارُ لِيَكُوْنَ الْمَلْفُوْظُ مُطَابِقًا لِلْمُرَادِ اَمَّا الْحَذْفُ فَكَمَا تَقُوْلُ فِي الْمُتَوَافِقَيْنِ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ زَيْداً وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَيْنِ وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَيْنِ وَفِي الْمُتَخَالِفَيْنِ ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمْتُ زَيْدٌ وَضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَانِ وَضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدُوْنَ وَاَمَّا الْاِضْمَارُ فَكَمَا تَقُوْلُ فِيْ

الْمُتَوَافِقَيْنِ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُهُ زَيْداً وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُهُمَا الزَّيْدَيْنِ وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُهُمْ الزَّيْدُوْنَ وَفِي الْمُتَخَالِفَيْنِ ضَرَبَنِي وَاَكْرَمْتُهُ زَيْدٌ وَضَرَبَنِي وَاَكْرَمْتُهُمَا الزَّيْدَانِ وَضَرَبَنِي وَاَكْرَمْتُهُمْ الزَّيْدُوْنَ وَاَمَّا اِذَا كَانَ الْفِعْلَانِ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ فَلَابُدَّ مِنْ اِظْهَارِ الْمَفْعُوْلِ كَمَا تَقُوْلُ حَسِبَنِي وَحَسِبْتُهُمَا مُنْطَلِقَيْنِ الزَّيْدَانِ مُنْطَلِقًا وَذٰلِكَ لِاَنَّ حَسِبَنِي وَحَسِبْتُهُمَا تَنَازَعَا فِي مُنْطَلِقًا وَاَعْمَلْتَ الْاَوَّلَ وَهُوَ حَسِبَنِي وَاَظْهَرْتَ الْمَفْعُوْلَ فِي الثَّانِي فَاِنْ حَذَفْتَ مُنْطَلِقَيْنِ وَقُلْتَ حَسِبَنِي وَحَسِبْتُهُمَا الزَّيْدَانِ مُنْطَلِقًا يَلْزَمُ الْاِقْتِصَارُ عَلٰى اَحَدِ الْمَفْعُوْلَيْنِ فِي اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ وَهُوَ غَيْرُ جَائِزٍ وَاِنْ اَضْمَرْتَ فَلَا يَخْلُوْ مِنْ اَنْ تُضْمِرَ مُفْرَدًا وَتَقُوْلُ حَسِبَنِي وَحَسِبْتُهُمَا اِيَّاهُ الزَّيْدَانِ مُنْطَلِقًا وَحِيْنَئِذٍ لَا يَكُوْنُ الْمَفْعُوْلُ الثَّانِي مُطَابِقًا لِلْمَفْعُوْلِ الْاَوَّلِ وَهُوَ هُمَا فِي قَوْلِكَ حَسِبْتُهُمَا وَلَا يَجُوْزُ ذٰلِكَ اَوْ اَنْ تُضْمِرَ مُثَنًّى وَتَقُوْلُ حَسِبَنِي وَحَسِبْتُهُمَا اِيَّاهُمَا الزَّيْدَانِ مُنْطَلِقًا وَحِيْنَئِذٍ يَلْزَمُ عَوْدُ الضَّمِيْرِ الْمُثَنّٰى اِلَى اللَّفْظِ الْمُفْرَدِ وَهُوَ مُنْطَلِقًا اَلَّذِيْ وَقَعَ فِيْهِ التَّنَازُعُ وَهٰذَا اَيْضًا لَا يَجُوْزُ وَاِذَا لَمْ يَجُزْ اَلْحَذْفُ وَالْاِضْمَارُ كَمَا عَرَفْتَ وَجَبَ الْاِظْهَارُ

ترجمہ: اور جب تو کوفیوں کے مذہب کے مطابق پہلے فعل کو عمل دے گا تو دیکھ! اگر دوسرا فعل فاعل کا تقاضا کر رہا ہے تو دوسرے فعل میں فاعل کی ضمیر لا جیسا کہ تو متوافقین میں کہے گا ضَرَبَنِی وَاَکْرَمَنِی زَیْدٌ وَضَرَبَنِی وَاَکْرَمَنِی الزَّیْدَانِ وَضَرَبَنِی وَاَکْرَمُوْنِی الزَّیْدُوْنَ اور متخالفین میں کہے گا ضَرَبْتُ وَاَکْرَمَنِی زَیْدًا وَضَرَبْتُ وَاَکْرَمَانِی الزَّیْدَیْنِ وَضَرَبْتُ وَاَکْرَمُوْنِی الزَّیْدَیْنِ اور اگر دوسرا فعل مفعول کا تقاضا کر رہا ہو اور دونوں فعل افعال قلوب میں سے نہ ہوں تو اس میں دونوں صورتیں جائز ہیں مفعول کو حذف کر دینا اور اضمار۔ اور دوسری صورت مختار ہے تاکہ ملفوظ، مراد کے مطابق ہو جائے۔ بہر حال حذف تو متوافقین میں تو کہے گا ضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُ زَیْدًا وَضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُ الزَّیْدَیْنِ وَضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُ الزَّیْدَیْنِ اور متخالفین میں کہے گا: ضَرَبَنِی وَاَکْرَمْتُ زَیْدٌ وَضَرَبَنِی وَاَکْرَمْتُ الزَّیْدَانِ وَضَرَبَنِی وَاَکْرَمْتُ الزَّیْدُوْنَ۔ اور اضمار تو جیسا کہ تو متوافقین میں کہے گا ضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُهٗ زَیْدًا وَضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُهُمَا الزَّیْدَیْنِ وَضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُهُمْ الزَّیْدُوْنَ۔ اور مخالفین میں کہے گا: ضَرَبَنِی وَاَکْرَمْتُهٗ زَیْدٌ وَضَرَبَنِی وَاَکْرَمْتُهُمَا الزَّیْدَانِ وَضَرَبَنِی وَاَکْرَمْتُهُمْ الزَّیْدُوْنَ اور دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہوں تو مفعول کو ظاہر کرنا جیسا کہ تو کہے گا حَسِبَنِی وَحَسِبْتُهُمَا مُنْطَلِقَیْنِ الزَّیْدَانِ مُنْطَلِقًا اور یہ اس لیے ہے کہ حسبنی اور حسبتھما نے منطلقا میں تنازع کیا ہے اور تو نے پہلے فعل کو عمل دیا اور وہ ہے حسبنی اور دوسرے فعل میں مفعول کو ظاہر کر دیا۔ اور اگر تم نے منطلقین کو حذف کر دیا اور کہے حَسِبَنِی وَحَسِبْتُهُمَا الزَّیْدَانِ مُنْطَلِقًا تو افعال قلوب میں دو مفعولوں میں سے ایک پر اقتفاء کرنا لازم آئے گا اور وہ جائز نہیں ہے۔ اور اگر تو ضمیر لائے تو اس سے خالی نہیں ہے کہ مفرد کی ضمیر لائے اور کہے حَسِبَنِی وَحَسِبْتُهُمَا اِیَّاهُ الزَّیْدَانِ مُنْطَلِقًا تو اس صورت میں دوسرا مفعول پہلے مفعول کے مطابق نہ ہو گا اور وہ پہلا مفعول ھما ہے تمہارے قول حسبتھما میں اور یہ جائز نہیں ہے۔ یا یہ کہ تم تثنیہ کی ضمیر لائے اور کہے حَسِبَنِی وَحَسِبْتُهُمَا اِیَّاهُمَا الزَّیْدَانِ مُنْطَلِقًا تو اس صورت میں تثنیہ کی ضمیر کا مفرد لفظ کی طرف لوٹنا لازم آئے گا اور وہ منطلقا ہے جس میں تنازع واقع ہوا ہے اور یہ بھی جائز نہیں ہے۔ لہٰذا جب حذف کرنا اور ضمیر کا لانا دونوں جائز نہ رہے تو اظہار کرنا واجب ہو گا۔

تشریح:

کوفیوں کے نزدیک تنازع فعلان ختم کرنے کی صورت:۔۔۔

کوفیوں کے نزدیک پہلے فعل کو عمل دیا جائے گا لہٰذا یہاں بھی تنازع فعلان ختم کرنے کی تین صورتیں بنتی ہیں جو درج ذیل ہیں:

1. دوسرا فعل فاعل کا تقاضا کر رہا ہو تو اسے ضمیر دیدینگے اور پہلے فعل کو عمل دیدینگے۔پس متوافقین میں کہا جائے گا: ضَرَبَنِي وَأَكْرَمَنِي زَيْدٌ وَضَرَبَنِي وَأَكْرَمَنِي الزَّيْدَانِ وَضَرَبَنِي وَأَكْرَمُونِي الزَّيْدُونَ۔اور متخالفین میں کہا جائے گا: ضَرَبْتُ وَأَكْرَمَنِي زَيْداً وَضَرَبْتُ وَأَكْرَمَانِي الزَّيْدَيْنِ وَضَرَبْتُ وَأَكْرَمُونِي الزَّيْدَيْنِ

2. دوسرا فعل مفعول کا تقاضا کر رہا ہے اور دونوں فعل افعال قلوب میں سے نہ ہوں تو پہلے فعل کو عمل دیا جائے گا اور دوسرے فعل کے مفعول کو حذف کرنا بھی جائز ہے اور اسم ظاہر کے مطابق ضمیر لانا بھی جائز ہے لیکن حذف کی نسبت ضمیر لانا اولیٰ ہے تا کہ ملفوظ، متکلم کی مراد کے مطابق ہو جائے اور مقصود و مراد یہ ہے کہ دونوں فعل اسی اسم ظاہر میں تنازع کر رہے ہیں کسی اور میں نہیں۔ اگر ضمیر لائیں گے تو وہ اس بات پر دالت کرے گی کہ ان دونوں فعلوں کا تنازع اسی اسم ظاہر میں ہو رہا ہے اور اگر دوسرے فعل کے مفعول کو حذف کر دینگے تو وہم پیدا ہو گا کہ فعل ثانی کا مفعول یہ اسم ظاہر نہیں بلکہ کوئی اور اسم ہے۔دوسرے فعل کے مفعول کو حذف کرنے کی صورت میں متوافقین میں کہا جائے گا: ضَرَبْتُ وَأَكْرَمْتُ زَيْداً وَضَرَبْتُ وَأَكْرَمْتُ الزَّيْدَيْنِ وَضَرَبْتُ وَأَكْرَمْتُ الزَّيْدَيْنِ۔اور متخالفین میں کہا جائے گا: ضَرَبَنِي وَأَكْرَمْتُ زَيْدٌ وَضَرَبَنِي وَأَكْرَمْتُ الزَّيْدَانِ وَضَرَبَنِي وَأَكْرَمْتُ الزَّيْدُونَ ۔اور لفظا اضمار قبل الذکر لانے کی صورت میں متوافقین میں کہا جائے گا: ضَرَبْتُ وَأَكْرَمْتُهُ زَيْداً وَضَرَبْتُ وَأَكْرَمْتُهُمَا الزَّيْدَيْنِ وَضَرَبْتُ وَأَكْرَمْتُهُمْ الزَّيْدُونَ ۔اور متخالفین میں کہا جائے گا: ضَرَبَنِي وَأَكْرَمْتُهُ زَيْدٌ وَضَرَبَنِي وَأَكْرَمْتُهُمَا الزَّيْدَانِ وَضَرَبَنِي وَأَكْرَمْتُهُمْ الزَّيْدُونَ۔

3. دوسرا فعل مفعول کا تقاضا کر رہا ہو اور دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہوں تو پہلے فعل کو عمل دیا جائے گا اور دوسرے فعل کے لیے مفعول کو ظاہر کرنا واجب ہے۔پس کہا جائے گا حَسِبَنِي وَحَسِبْتُهُمَا مُنْطَلِقَيْنِ الزَّيْدَانِ مُنْطَلِقًا۔اس مثال میں "**حَسِبَنِي**" اور "**حَسِبْتُ**" نے پہلے "**اَلزَّيْدَانِ**" میں تنازع کیا ہم نے کوفیوں کے مذہب کے مطابق پہلے فعل کو عمل دے کر "**الزیدان**" کو اس کا فاعل بنا دیا اور دوسرے فعل کے لیے "**هما**" ضمیر کو مفعول بنا دیا جو "**اَلزَّيْدَانِ**" کی طرف لوٹ رہی ہے۔اس کے بعد دونوں فعلوں نے "**مُنْطَلِقًا**" کو اپنا مفعول بنانے کے

اعتبار سے تنازع کیا تو کوفیوں کے مذہب کے مطابق اسے پہلے فعل کا مفعول بنادیا گیا اور دوسرے کے لیے مفعول کو ظاہر کر دیا۔

سوال: کوفیوں کے مذہب کے مطابق اگر پہلے فعل کو عمل دیں اور دوسرا فعل مفعول کا تقاضا کر رہا اور دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہوں تو مفعول کو حذف کرنا یا ضمیر دینا کیوں جائز نہیں ہے ؟

جواب: حذف کرنا اس لیے جائز نہیں کہ افعال قلوب کے دو مفعولوں میں سے ایک کا حذف کرنا لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں۔ اور ضمیر دینا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ مفرد کی ضمیر دینے کی صورت میں افعال قلوب کے دو مفعولوں میں مطابقت نہ ہوگی اگرچہ راجع (یعنی ضمیر) مرجع (یعنی منطلقاً) میں مطابقت ہوگی۔ مفرد کی ضمیر لانے کی صورت میں مثال یوں بن جائے گی: "**حَسِبَنِی وَحَسِبْتُهُمَا اِیَّاهُ الزَّیْدَانِ مُنْطَلِقًا**" اس مثال میں راجع یعنی ضمیر اور مرجع یعنی "**مُنْطَلِقًا**" میں اگرچہ مطابقت پائی جارہی ہے لیکن دوسرے فعل کا پہلا مفعول "**هُمَا**" ضمیر ہے جو تثنیہ ہے اور دوسرا مفعول "**اِیَّاهُ**" ہے جو مفرد ہے۔ لہٰذا افعال قلوب کے دونوں مفعولوں میں مطابقت نہ پائے جانے کی وجہ سے مفرد کی ضمیر لانا ناجائز ہے۔ اور اگر دونوں مفعولوں کے درمیان مطابقت پیدا کرنے کے لیے تثنیہ کی ضمیر لائیں تو پھر راجع اور مرجع کے درمیان مطابقت باقی نہ رہے گی کیونکہ "ھما" ضمیر تثنیہ کی ہے اور اس کا مرجع "منطلقا" مفرد ہے حالانکہ راجع اور مرجع کے درمیان مطابقت ہونا ضروری ہوتا ہے۔

مفعول مالم یسم فاعله (نائب فاعل)

فَصْلٌ مَفْعُوْلُ مَالَمْ یُسَمَّ فَاعِلُهٗ وَهُوَكُلُّ مَفْعُوْلٍ حُذِفَ فَاعِلُهٗ وَاُقِیْمَ هُوَمَقَامَهٗ نَحْوُضُرِبَ زَیْدٌوَحُكْمُهٗ فِیْ تَوْحِیْدِ فِعْلِهٖ وَتَثْنِیَّتِهٖ وَجَمْعِهٖ وَتَذْكِیْرِهٖ وَتَانِیْثِهٖ عَلٰی قِیَاسِ مَاعَرَفْتَ فِی الْفَاعِلِ

ترجمہ: مفعول (اس فعل یا شبہ فعل کا) جس کا فاعل ذکر نہ کیا گیا ہو اور وہ ہر وہ مفعول ہے جس کا فاعل حذف کر دیا گیا ہو اور اسے اس کے قائم مقام کر دیا گیا ہو جیسے ضرب زید اور اس کا حکم اس کے فعل کے مفرد ہونے تثنیہ ہونے جمع ہونے مذکر و مؤنث ہونے میں اسی پر قیاس ہے جو آپ نے فاعل (کی بحث) میں جان لیا۔

تشریح:

مفعول مالم یسم فاعلہ:

مفعول مالم یسم فاعلہ کا دوسرا نام نائب فاعل ہے مصنف علیہ الرحمہ نے اس کی تعریف اور ایک مثال بیان کر دی ہے۔ مثال پر غور کریں تو "ضُرِبَ زَیْدٌ" میں "زَیْد" حقیقت میں مفعول تھا جسے فاعل کے حذف ہونے کی وجہ سے نائب فاعل بنا کر مرفوع کر دیا گیا ہے۔

نائب فاعل کا فعل افراد، تثنیہ اور جمع کے اعتبار سے:

نائب فاعل کے احکام افراد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث میں فاعل کی طرح ہی ہیں۔ افراد، تثنیہ اور جمع کے اعتبار سے نائب فاعل کے فعل کے احکام درج ذیل ہیں:

☆۔۔۔نائب فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل ہمیشہ مفرد لایا جائے گا جیسے ضُرِبَ زَیْدٌ، ضُرِبَ الزَّیْدَانِ، ضُرِبَ الزَّیْدُوْنَ

☆۔۔۔نائب فاعل اسم ضمیر ہو تو مرجع کے مطابق فعل لایا جائے گا جیسے زَیْدٌ ضُرِبَ، اَلزَّیْدَانِ ضُرِبَا، اَلزَّیْدُوْنَ ضُرِبُوْا

نائب فاعل کے احکام تذکیر و تانیث کے اعتبار سے

1:۔۔نائب فاعل مؤنث حقیقی ہو تو فعل کی تذکیر و تانیث

☆۔۔۔نائب فاعل مؤنث حقیقی ہو تو فعل ہمیشہ مؤنث لایا جائے گا جبکہ فعل متصرف ہو اور فاعل جنس انسان میں سے ہو اور فعل و فاعل کے درمیان فاصلہ نہ ہو چاہے فاعل اسم مظہر ہو یا مضمر جیسے ضُرِبَتْ هِنْدٌ، هِنْدٌ ضُرِبَتْ

☆۔۔۔نائب فاعل مؤنث حقیقی ہو لیکن فعل اور نائب فاعل کے درمیان فاصلہ ہو تو فعل مذکر و مؤنث دونوں طرح لا سکتے ہیں جیسے ضُرِبَ الْیَوْمَ هِنْدٌ، ضُرِبَتِ الْیَوْمَ هِنْدٌ

2:۔۔نائب فاعل مؤنث غیر حقیقی ہو تو فعل کی تذکیر و تانیث

☆۔۔۔نائب فاعل مؤنث غیر حقیقی اسم ظاہر ہو تو فعل مذکر و مؤنث دونوں طرح لا سکتے ہیں چاہے فاصلہ ہو یا نہ ہو جیسے کُوِّرَ الشَّمْسُ، کُوِّرَتِ الشَّمْسُ، کُوِّرَ الْیَوْمَ الشَّمْسُ، کُوِّرَتِ الْیَوْمَ الشَّمْسُ

☆۔۔۔فعل کا نائب فاعل مؤنث غیر حقیقی کی ضمیر ہو تو فعل ہمیشہ مؤنث لایا جائے گا جیسے اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ

3:۔۔نائب فاعل جمع مکسر ہو تو فعل کی تذکیر و تانیث

☆۔۔۔نائب فاعل جمع مکسر اسم ظاہر ہو تو فعل مذکر و مؤنث دونوں طرح لاسکتے ہیں جیسے **ضُرِبَ الرِّجَالُ،ضُرِبَتِ الرِّجَالُ**

☆۔۔۔نائب فاعل اسم ضمیر ہو اور اس کا مرجع مذکر عاقل کی جمع ہو تو فعل مذکر و مؤنث دونوں طرح لاسکتے ہیں جیسے اَلرِّجَالُ ضُرِبَتْ،اَلرِّجَالُ ضُرِبُوْا۔

★★★۔۔۔مبتداء اور خبر۔۔۔★★★

فَصْلٌ اَلْمُبْتَدَاُ وَالْخَبْرُهُمَااِسْمَانِ مُجَرَّدَانِ عَنِ الْعَوَامِلِ اللَّفْظِيَّةِ اَحَدُهُمَامُسْنَدٌاِلَيْهِ وَيُسَمّٰى الْمُبْتَدَاَوَالثَّانِي مُسْنَدٌبِهٖ وَيُسَمّٰى الْخَبْرَنَحْوُزَيْدٌقَائِمٌ وَالْعَامِلُ فِيْهِمَامَعْنَوِيٌّ وَهُوَالْاِبْتِدَاءُوَاَصْلُ الْمُبْتَدَاءِاَنْ يَّكُوْنَ مَعْرِفَةً وَاَصْلُ الْخَبْرِاَنْ يَّكُوْنَ نَكِرَةً وَالنَّكِرَةُ اِذَاوُصِفَتْ جَازَاَنْ تَقَعَ مُبْتَدَاءًنَحْوُقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَلَعَبْدٌمُّؤْمِنٌ خَيْرٌمِّنْ مُّشْرِكٍ وَكَذَااِذَاتَخَصَّصَتْ بِوَجْهٍ اٰخَرَنَحْوُاَرَجُلٌ فِي الدَّارِاَمْ اِمْرَاَةٌ وَمَااَحَدٌخَيْرٌمِّنْكَ وَشَرٌّاَهَرَّذَانَابٍ وَفِي الدَّارِرَجُلٌ وَسَلَامٌ عَلَيْكَ وَاِنْ كَانَ اَحَدُالْاِسْمَيْنِ مَعْرِفَةً وَالْاٰخَرُ نَكِرَةً فَاجْعَلِ الْمَعْرِفَةَ مُبْتَدَاءًوَالنَّكِرَةَ خَبْرًااَلْبَتَّةَ كَمَامَرَّوَاِنْ كَانَامَعْرِفَتَيْنِ فَاجْعَلْ اَيَّهُمَاشِئْتَ مُبْتَدَاءًوَالْاٰخَرَخَبْرًانَحْوُاَللّٰهُ اِلٰهُنَاوَمُحَمَّدٌنَبِيُّنَاوَاٰدَمُ اَبُوْنَا

ترجمہ: مبتدا اور خبر وہ اسم ہیں جو عوامل لفظیہ سے خالی ہوں،ان میں سے ایک مسند الیہ ہوتا ہے اور اسے مبتداء کہا جاتا ہے اور دوسرا مسند بہ ہوتا ہے اسے خبر کہتے ہیں جیسے زید قائم اور ان دونوں کا عامل معنوی ہے اور وہ ابتداء ہے۔اور مبتداء کی اصل یہ ہے کہ وہ معرفہ ہو اور خبر کی اصل یہ ہے کہ وہ نکرہ ہو۔اور نکرہ کی جب صفت بیان کی جائے تو جائز ہے کہ وہ مبتداء واقع ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان: وَلَعَبْدٌمُّؤْمِنٌ خَيْرٌمِّنْ مُّشْرِكٍ اور اسی طرح جب وہ کسی دوسری وجہ سے خاص ہو جائے تب بھی مبتداء واقع ہو سکتا ہے اَرَجُلٌ فِي الدَّارِاَمْ اِمْرَاَةٌ

وَمَا اَحَدٌ خَیْرٌ مِّنْکَ وَشَرٌّ اَھَرَّ ذَانَابٍ وَفِی الدَّارِ رَجُلٌ وَسَلَامٌ عَلَیْکَ۔ اوراگر دونوں اسموں میں سے ایک معرفہ ہواور دوسرا نکرہ ہو تو تم یقینی طور پر معرفہ کو مبتداء اور نکرہ کو خبر بنادو جیسا کہ گزر چکا۔ اوراگر دونوں اسم معرفہ ہوں تو دونوں میں سے جسے چاہو مبتداء بنادو اور دوسرے کو خبر دو جیسے اَللّٰہُ اِلٰھُنَا وَمُحَمَّدٌ نَبِیُّنَا وَاٰدَمُ اَبُوْنَا۔

تشریح:

مبتداء اور خبر کو الگ الگ ذکر کیوں نہیں کیا؟

مصنف علیہ الرحمہ نے مبتداء اور خبر الگ سے ذکر کرنے کے بجائے ایک ہی فصل میں ذکر کر دیا ہے کیونکہ ان دونوں کا عامل معنوی ہوتا ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے کو لازم وملزوم ہیں۔

مبتداء اور خبر کی تعریف کے فوائد قیود:

اسمان: جنس ہے جو معرَّف اور غیر معرَّف دونوں کو شامل ہے۔

مجردان عن العوامل اللفظیة: پہلی فصل ہے جس سے وہ اسماء خارج ہو گئے جن پر عوامل لفظیہ داخل ہوں جیسے اِنّ اور کانَ وغیرہ کا اسم اور خبر۔

احدھمامسندالیه: مبتداء کے لیے دوسری فصل ہے جس سے خبر اور مبتداء کی قسم ثانی خارج ہو گئی کیونکہ وہ مسند بہ ہوتے ہیں۔

والثانی مسندبه: خبر کے لیے دوسری فصل ہے جس سے مبتداء خارج ہو گیا کیونکہ وہ مسند الیہ ہوتا ہے۔

مبتداء اور خبر کے لیے دونوں اسم۔۔۔

مبتداء اور خبر کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ دونوں اسم حقیقی ہوں بلکہ حکمی اسم بھی مبتداء اور خبر بن سکتے ہیں۔

حقیقی اسماء مبتداء اور خبر بن رہے ہوں جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ، اس مثال میں "**زید**" مسند الیہ ہونے کی وجہ سے مبتداء اور "**قائم**" مسند بہ ہونے کی وجہ سے خبر ہے اور دونوں اسم حقیقی ہیں۔

حکمی اسم مبتداء بن رہا ہو جیسے "اَنْ تَصَدَّقُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ، اس مثال میں اَنْ تَصَدَّقُوْا، حقیقی اسم نہیں ہے بلکہ حکمی اسم ہے جو "تَصَدُّقُکُمْ" کی تاویل میں ہو کر مبتداء اور "خَیْرٌ لَّکُمْ" اس کی خبر ہے۔

حکمی اسم خبر بن رہا ہو جیسے زَیْدٌ یَضْرِبُ، اس مثال میں یَضْرِبُ، حقیقی اسم نہیں ہے بلکہ حکمی اسم ہے جو "ضَارِبٌ" کی تاویل میں ہو کر "زید" مبتداء کی خبر بن رہا ہے۔

عامل معنوی:

مبتداء اور خبر کو رفع دینے والا عامل معنوی ہے اور وہ ہے ابتداء یعنی اسم کا عوامل لفظیہ سے خالی ہونا تاکہ اس کی طرف کسی چیز کو مسند کیا جاسکے مبتداء کا عامل معنوی ہے اور اسم کا عوامل لفظیہ سے خالی ہونا تاکہ اسے کسی چیز کی طرف مسند کیا جاسکے خبر کا عامل معنوی ہے۔ یہ مذہب جمہور نحات کا ہے لیکن بعض نحویوں کے نزدیک مبتداء کا عامل تو معنوی ہے لیکن خبر کا عامل لفظی ہے اور وہ مبتداء ہے جو خبر کو رفع دے رہا ہے۔

مبتداء اور خبر کی حالتِ مناسبہ

مبتداء کی اصل یہ ہے کہ وہ معرفہ ہو کیونکہ مبتداء محکوم علیہ ہوتا ہے اور محکوم علیہ کی تعیین کے بغیر اس پر حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ اور خبر اگرچہ معرفہ بھی ہو سکتی ہے لیکن اس کی اصل یہ ہے کہ وہ نکرہ ہو کیونکہ خبر محکوم بہ ہوتی ہے اور محکوم بہ میں اصل نکرہ ہونا ہوتا ہے۔

نکرہ میں تخصیص پیدا ہو جائے تو یہ بھی مبتداء بن سکتا ہے:۔۔

"والنکرۃ اذا وصفت۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ نکرہ کے مبتداء بننے کی صورت بیان فرما رہے ہیں اور وہ یہ کہ نکرہ میں تخصیص پیدا کر دی جائے تب نکرہ بھی مبتداء بن سکتا ہے۔ مصنف علیہ الرحمہ نے نکرہ کی تخصیص کی چھ صورتیں بیان فرمائی ہیں جو درج ذیل ہیں:

1. نکرہ کی صفت بیان کی گئی ہو جیسے وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ اس مثال میں "عبد" نکرہ ہے جس کی صفت "مؤمن" ہے اس نکرہ میں صفت کی وجہ سے تخصیص پیدا ہو گئی ہے۔ ایسی صورت میں نکرہ مبتداء اس لیے بن سکتا ہے کہ اس میں صفت کی وجہ سے خصوص پیدا ہو جاتا ہے لیکن یہ خصوص ایسا نہیں ہوتا کہ نکرہ کو معرفہ بنا دے۔

2. نکرہ اس ہمزہ کے بعدواقع ہوجوام متصلہ کے ساتھ واقع ہورہاہو جیسے اَرَجُلٌ فِي الدَّارِاَمْ اِمْرَاَةٌ اس مثال میں "**رجل**" اور "**امراۃ**" نکرہ مخصوصہ ہیں کیونکہ ان میں متکلم کے علم کے اعتبار سے تخصیص پائی جارہی ہے اوروہ اس طرح کہ متکلم جانتاہے کہ مرد وعورت میں سے کوئی ایک فرد گھر میں ضرور موجود ہے جس کی تعیین وہ ہمزہ اورام کے ذریعے طلب کررہاہے۔

3. نکرہ تحت نفی واقع ہو جیسے "**مَااَحَدٌخَيْرٌمِّنْکَ**" میں "**احد**" نکرہ مخصوصہ ہے جو نفی کے تحت واقع ہے جس میں عموم والے معنی کی وجہ سے تخصیص حاصل ہوئی ہے۔

4. نکرہ میں کسی صفت مقدرہ کی وجہ سے تخصیص پائی جائے جیسے **شَرٌّاَهَرَّذَانَابٍ**،اس مثال میں "**شَرٌّ**" نکرہ مخصوصہ ہے اور مبتدا ہے جبکہ "**اَهَرَّذَانَابٍ**" خبر ہے۔**شَرٌّ** موصوف ہے اوراس کی صفت مقدرہ **عَظِيْمٌ** ہے جس کی وجہ سے نکرہ میں تخصیص پیدا ہوگئی ہے۔صفت کے مقدرہونے پر قرینہ یہ ہے کہ "**شَرٌّ**" میں تنوین تعظیم کی ہے جو "**شَرٌّ**" کے عظیم ہونے پر دلالت کررہی ہے مطلب یہ ہوگا کہ **شَرٌّعَظِيْمٌ لَاحَقِيْرٌاَهَرَّذَانَابٍ**،لہٰذا "**شَرٌّ**" مخصوص ہوگیااور مبتداء بھی بن سکتاہے۔

5. نکرہ پر خبر مقدم ہو جیسے **فِي الدَّارِرَجُلٌ**،اصل میں مبتداءمقدم ہوتاہے جبکہ اس مثال میں "**فِي الدَّارِ**" خبر ہے جو مقدم ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جس کا حق مؤخرہے اسے پہلے لے آنا حصر اوراختصاص کا فائدہ دیتاہے لہٰذا "**فِي الدَّارِ**" کے مقدم ہونے کی وجہ سے رجل میں تخصیص پیدا ہوگئی اس لیے اسے مبتداء بنانا درست ہے۔

6. وہ نکرہ جو متکلم کی طرف نسبت کرنے کی وجہ سے خاص ہو جائے جیسے **سَلَامٌ عَلَيْکَ** میں **سَلَامٌ** نکرہ مخصوصہ ہے کیونکہ یہ جملہ فعلیہ سے اسمیہ کی طرف معدول ہے اصل میں تھا "**سَلَّمْتُ سَلَامًاعَلَيْکَ**"،**سَلَّمْتُ** کوحذف کردیا گیاپھر "**سَلَامًا**" کے نصب کورفع سے بدل دیا گیا تاکہ یہ جملہ فعلیہ سے اسمیہ کی طرف معدول ہوجائے اوردوام واستمراروالا معنی دے کیونکہ یہ معنی جملہ اسمیہ سے ہی حاصل ہوتاہے اورجملہ فعلیہ تجدد وحدوث پر دلالت کرتاہے۔اب جب یہ دوام واستمرار پر دلالت کررہاہے تو معلوم ہوا کہ "**سَلَام عَلَيْکَ**" میں "**سَلَامٌ**" عام نہیں ہے بلکہ وہ "**سلام**" ہے جویاءِ متکلم کی طرف منسوب ہے گویااس کی اصل "**سَلَامِیْ عَلَيْکَ**" ہے لہٰذا سلام میں تخصیص پیدا ہوگئی۔

ایک اسم معرفہ ہو اوردوسرا نکرہ تو۔۔۔

اگر دو اسموں میں سے ایک معرفہ ہو اور دوسرا نکرہ ہو تو معرفہ کو مبتداء جبکہ نکرہ کو خبر بنا دیتے ہیں کیونکہ مبتداء میں اصل معرفہ ہونا ہے جبکہ خبر میں اصل نکرہ ہونا ہے جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ

دونوں اسم معرفہ ہوں تو۔۔۔

اور اگر دونوں معرفہ ہوں تو جسے چاہیں مبتداء بنا دیں اور جسے چاہیں خبر بنا دیں کیونکہ دونوں معرفہ اور تخصیص کی وجہ سے مبتداء بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ لہٰذا جسے آپ مقدم کریں گے وہ مبتداء ہو گا اور جسے آپ مؤخر کریں گے وہ خبر ہو گی۔ اور اگر قرینہ نہ ہو تو مبتداء کو مقدم کرنا واجب ہے تاکہ مبتداء اور خبر کے درمیان التباس پیدا نہ ہو جائے جیسے بَنُوْنَا بَنُوْ اَبْنَائِنَا (ہمارے پوتے ہمارے بیٹے ہیں۔)، اس مثال میں "بَنُوْ اَبْنَائِنَا" مبتداء ہے اور "بَنُوْنَا" خبر اس لیے ہے کہ بنونا مبتداء ہو تو معنی الٹ ہو جائے گا معنی یہ ہو گا "ہمارے بیٹے ہمارے پوتوں کے بیٹے ہیں۔" مصنف علیہ الرحمہ نے تین مثالیں پیش کی ہیں: " اَللّٰہُ اِلٰھُنَا وَمُحَمَّدٌ نَبِیُّنَا وَاٰدَمُ اَبُوْنَا" ان تینوں مثالوں میں دونوں اسم معرفہ ہیں جسے چاہیں مبتداء بنا دیں اور جسے چاہیں خبر بنا دیں۔

متن: وَقَدْ یَکُوْنُ الْخَبَرُ جُمْلَۃً اِسْمِیَّۃً نَحْوُ زَیْدٌ اَبُوْہُ قَائِمٌ اَوْ فِعْلِیَّۃً نَحْوُ زَیْدٌ قَامَ اَبُوْہُ اَوْ شَرْطِیَّۃً نَحْوُ زَیْدٌ اِنْ جَاءَنِیْ فَاَکْرَمْتُہٗ اَوْ ظَرْفِیَّۃً نَحْوُ زَیْدٌ خَلْفَکَ وَعَمْرٌو فِی الدَّارِ وَالظَّرْفُ مُتَعَلِّقٌ بِجُمْلَۃٍ عِنْدَ الْاَکْثَرِ وَھِیَ اِسْتَقَرَّ فِی الدَّارِ مَثَلًا تَقُوْلُ زَیْدٌ فِی الدَّارِ تَقْدِیْرُہٗ زَیْدٌ اِسْتَقَرَّ فِی الدَّارِ وَلَابُدَّ فِی الْجُمْلَۃِ مِنْ ضَمِیْرٍ یَعُوْدُ اِلَی الْمُبْتَدَاءِ کَالْھَاءِ فِی مَا مَرَّ وَیَجُوْزُ حَذْفُہٗ عِنْدَ وُجُوْدِ قَرِیْنَۃٍ نَحْوُ اَلسَّمَنُ مَنَوَانِ بِدِرْھَمٍ وَالْبُرُّ الْکُرُّ بِسِتِّیْنَ دِرْھَمًا وَقَدْ یَتَقَدَّمُ الْخَبَرُ عَلَی الْمُبْتَدَاءِ نَحْوُ فِی الدَّارِ زَیْدٌ وَیَجُوْزُ لِلْمُبْتَدَاءِ الْوَاحِدِ اَخْبَارٌ کَثِیْرَۃٌ نَحْوُ زَیْدٌ عَالِمٌ فَاضِلٌ عَاقِلٌ

ترجمہ: اور خبر کبھی جملہ اسمیہ ہوتی ہے جیسے زَیْدٌ اَبُوْہُ قَائِمٌ۔ یا کبھی فعلیہ ہوتی ہے جیسے زَیْدٌ قَامَ اَبُوْہُ۔ یا شرطیہ ہوتی ہے جیسے زَیْدٌ اِنْ جَاءَنِیْ فَاَکْرَمْتُہٗ۔ یا ظرفیہ ہوتی ہے جیسے زَیْدٌ خَلْفَکَ وَعَمْرٌو فِی الدَّارِ اور ظرف

اکثر کے نزدیک کسی جملے کے متعلق ہوتا ہے اور وہ اِسْتَقَرَّ ہے فِی الدَّارِ میں مثلاً تو کہے گا زَیْدٌ فِی الدَّارِ تو اس کی تقدیری عبارت ہے زَیْدٌ اِسْتَقَرَّ فِی الدَّارِ اور جملے میں ایک ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو مبتداء کی طرف لوٹ رہی ہو جیسے ھاء اس مثال میں جو گزر چکی ہے۔ اور قرینہ کے پائے جانے کی وجہ سے ضمیر کو حذف کرنا بھی جائز ہے جیسے اَلسَّمَنُ مَنَوَانِ بِدِرْھَمٍ وَالْبُرُّ الْکُرُّ بِسِتِّیْنَ دِرْھَمًا اور کبھی خبر مبتداء پر مقدم ہوتی ہے جیسے فِی الدَّارِ زَیْدٌ اور ایک مبتداء کے لیے کثیر خبریں ہونا بھی جائز ہے جیسے زَیْدٌ عَالِمٌ فَاضِلٌ عَاقِلٌ۔

تشریح:

وَقَدْ یَکُوْنُ الْخَبَرُ--الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ اس بات کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ خبر میں اصل مفرد ہونا ہے یعنی وہ مرکب تام نہ ہو لیکن کبھی جملہ اسمیہ ہوتی ہے۔ جیسے: زَیْدٌ اَبُوْہُ قَائِمٌ، اس مثال میں "زَیْدٌ" مبتدائے اول ہے اور "اَبُوْہُ" مبتدائے ثانی ہے اور "قَائِمٌ" مبتدائے ثانی کی خبر ہے یہ دونوں جملہ اسمیہ ہو کر مبتدائے اول کی خبر بنیں گے۔

کبھی جملہ فعلیہ ہوتی ہے۔ جیسے: زَیْدٌ قَامَ اَبُوْہُ، اس مثال میں "زَیْدٌ" مبتداء ہے اور "قَامَ اَبُوْہُ" جملہ فعلیہ ہو کر اس کی خبر۔

کبھی شرطیہ ہوتی ہے۔ جیسے: زَیْدٌ اِنْ جَاءَنِیْ فَاَکْرَمْتُہٗ، اس مثال میں " زَیْدٌ " مبتدا ہے۔ اور "اِنْ جَاءَنِیْ" شرط اپنی جزا "فَاَکْرَمْتُہٗ" سے مل کر جملہ شرطیہ ہو کر مبتداء کی خبر۔

کبھی ظرفیہ ہوتی ہے چاہے ظرف زمان ہو یا مکان یا ظرف کے قائم مقام ہو یعنی جار مجرور ہو۔ جیسے: زَیْدٌ خَلْفَکَ، اس مثال میں "زَیْدٌ" مبتداء ہے اور " خَلْفَکَ " فعل مقدر "ثَبَتَ" کا ظرف مکان ہے۔ "ثَبَتَ" فعل ھو ضمیر فاعل اور ظرف سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر۔

عَمْرٌو فِی الدَّارِ، اس مثال میں "عَمْرٌو" مبتداء ہے اور "**فی الدار**"، ثَبَتَ فعل کے متعلق ہو کر خبر۔

خبر ظرف ہو تو فعل یا شبہ فعل کے متعلق ہوتی ہے:

خبر ظرف ہو تو کس کے متعلق ہو گی اس اعتبار سے دو مذہب ہیں: ایک اکثر نحات کا اور دوسرا بعض نحات کا۔ دونوں کی تفصیل درج ذیل ہے:

اکثر نحات کا مذہب:

اکثر نحات کے نزدیک خبر جب ظرف ہو تو وہ فعل مذکور کے متعلق ہوتی ہے یا فعل مقدر کے متعلق ہوتی ہے اور یہ فعل مقدر اکثر افعال عامہ میں سے ہوتا ہے۔ افعال عامہ یہ ہیں: **کَوْن، ثُبُوْت، حُصُوْل** اور **وُجُوْد**۔ لیکن جب قرینہ پایا جائے تو خاص فعل بھی مقدر نکال سکتے ہیں۔

اکثر نحات کی دلیل:

چونکہ ظرف معمول ہوتا ہے جس کے لیے عامل کی ضرورت ہوتی ہے اور عمل میں اصل فعل ہوتا ہے اس لیے جب عامل کو مقدر ماننا ہے تو اصل یعنی فعل کو ہی مقدر ماننا چاہیے۔

بعض نحات کا مذہب:

بعض نحات کے نزدیک خبر جب ظرف ہو تو اس کا متعلق شبہ فعل ہو گا۔

بعض نحات کی دلیل:

خبر میں اصل مفرد ہونا ہے اور ظرف کا متعلق شبہ فعل مقدر ماننے کی صورت میں ہی خبر مفرد ہو سکتی ہے۔

ظرف لغو اور ظرف مستقر:

اگر ظرف یا جار مجرور کا متعلَّق عبارت میں لفظاً موجود ہو تو انہیں "ظرفِ لغو" اور اگر لفظاً موجود نہ ہو تو انہیں "ظرفِ مستقر" کہتے ہیں۔ جیسے "**زَیْدٌ فِی الدَّارِ**" اس مثال میں "**فِی الدَّارِ**، **اِسْتَقَرَّ**" فعل مقدر کے متعلق ہے اصل عبارت "زَیْدٌ اِسْتَقَرَّ فِی الدَّارِ" ہے۔

خبر جملہ ہو تو اس میں ضمیر عائد کا ہونا ضروری ہے:

خبر اگر جملہ ہو تو اس میں ایک ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو مبتداء کی طرف لوٹ رہی ہو کیونکہ جملہ خود مستقل ہوتا ہے لہٰذا خبر کا مبتداء کے ساتھ ربط ضروری ہے۔ اسی لیے خبر اگر جملہ خبریہ ہو تو اس میں ایک ضمیر عائد کا ہونا ضروری ہے جو مبتداء کی طرف لوٹے۔ جیسے "زَیْدٌ اِسْتَقَرَّ فِی الدَّارِ" میں "**اِسْتَقَرَّ**" کی "**ھو**" ضمیر مبتداء کی طرف لوٹ رہی ہے۔ ضمیر کے علاوہ عائد کی چند قسمیں ہیں جو درج ذیل ہیں:

1. الف لام کا ہونا۔ جیسے نعم الرجل زید، میں زید مبتدائے مؤخر ہے اور نعم الرجل جملہ فعلیہ ہو کر خبر مقدم، مبتداء کے ساتھ خبر کا ربط قائم کرنے والا الرجل کا الف لام ہے۔

2. اسم ظاہر کا ضمیر کی جگہ ہونا۔ جیسے الحاقۃ ماالحاقۃ،اس مثال میں دوسرا الحاقۃ اسم ظاہر ہے جو ھی ضمیر کی جگہ واقع ہے اگر ضمیر لائی جاتی تو یوں ہوتا الحاقۃ ماھی۔
3. خبر مفسر ہو۔ جیسے ھو اللہ احد،اس مثال میں ھو ضمیر شان مبتداء، اللہ اسم جلالت مبتدائے ثانی اور احد خبر، مبتدائے ثانی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مبتدائے اول کی خبر، یہ جملہ مبتدائے اول کی تفسیر کر رہا ہے کہ ھو سے مراد اللہ ہے۔اس کا تفسیر ہونا ہی عائد و ربط ہے لیکن چونکہ زیادہ تر ربط میں ضمیر ہی استعمال ہوتی ہے اور وہی اصل اور عمدہ ہے اس لیے مصنف علیہ الرحمہ نے اسی کو ذکر کر دیا ہے۔

قرینہ ہونے کی وجہ سے ضمیر عائد حذف کرنا جائز ہے:

جب قرینہ پایا جائے تو ضمیر عائد کو حذف کرنا جائز ہے۔ جیسے "اَلسَّمَنُ مَنْوَانِ بِدِرْھَمٍ "اس مثال میں "**السمن**" مبتدائے اول اور "**منوان** "مبتدائے ثانی ہے جس کی خبر "**بدرھم** "ہے۔"**منوان**" اپنے مبتداء سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مبتدائے اول "**السمن**"کی خبر ہے اس خبر میں موجود ضمیر محذوف ہے۔کیونکہ بیچنے والا جب بیچ گھی رہا ہے تو یقیناً قیمت بھی اسی کی بتا رہا ہو گا۔اس کی اصل "**اَلسَّمَنُ مَنْوَانِ مِنْهُ بِدِرْھَمٍ**"(دو سیر گھی ایک درہم کے بدلے) تھی۔

دوسری مثال: **وَالْبُرُّ الْكُرُّ بِسِتِّيْنَ دِرْھَمًا** ۔اس مثال میں "**البر**"مبتدائے اول ہے اور"**الکرّ**"مبتدائے ثانی ہے اور "**بستین درھما**"اس کی خبر ہے، مبتدائے ثانی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مبتدائے اول کے لیے خبر ہے۔ اس خبر میں موجود ضمیر محذوف ہے۔کیونکہ بیچنے والا جب بیچ گیہوں رہا ہے تو یقیناً قیمت بھی اسی کی بتا رہا ہو گا۔اصل عبارت یوں تھی"**وَالْبُرُّ الْكُرُّ مِنْهُ بِسِتِّيْنَ دِرْھَمًا**"۔

خبر کی تقدیم :

خبر میں اصل یہ ہے کہ وہ مؤخر ہو لیکن کبھی مقدم بھی ہو جاتی ہے اور یہ ظرف یا جار مجرور ہونے کی صورت میں ہو گی۔ جیسے "**فِی الدَّارِ زَیْدٌ**"،میں "**زید**"مبتدائے مؤخر ہے اور "**فی الدار**"خبر مقدم ہے۔

ایک سے زائد خبریں:

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک مبتداء کی ایک سے زائد خبریں ہوں کیونکہ خبر حکم ہے اور ایک چیز پر ایک سے زیادہ احکام جاری ہو سکتے ہیں۔ جیسے **زَیْدٌ عَالِمٌ فَاضِلٌ عَاقِلٌ**،اس مثال میں عالم،فاضل اور عاقل تین خبریں ہیں۔

متن: وَاعْلَمْ اَنَّ لَهُمْ قِسْمًا اٰخَرَمِنَ الْمُبْتَدَاءِ لَيْسَ مُسْنَدًا اِلَيْهِ وَهُوَصِفَةٌ وَقَعَتْ بَعْدَ حَرْفِ النَّفْيِ نَحْوُمَاقَايِمٌ زَيْدٌ اَوْبَعْدَ حَرْفِ الْاِسْتِفْهَامِ نَحْوُ اَقَايِمٌ زَيْدٌ بِشَرْطِ اَنْ تَرْفَعَ تِلْكَ الصِّفَةُ اِسْمًا ظَاهِرًا نَحْوُمَاقَايِمٌ الزَّيْدَانِ وَاَقَايِمٌ الزَّيْدَانِ بِخِلَافِ مَاقَايِمَانِ الزَّيْدَانِ

ترجمہ: اور تو جان کہ نحویوں کے نزدیک مبتداء کی ایک دوسری قسم بھی ہے جو مسند الیہ نہیں ہوتی۔ اور وہ صیغہ صفت ہے جو حرف نفی کے بعد واقع ہو جیسے مَاقَائِمٌ زَیْدٌ یا حرف استفہام کے بعد واقع ہو جیسے اَقَائِمٌ زَیْدٌ اس شرط کے ساتھ کہ یہ صفت کا صیغہ اسم ظاہر کو رفع دے جیسے مَاقَائِمٌ نِ الزَّیْدَانِ وَاَقَائِمٌ نِ الزَّیْدَانِ بخلاف مَاقَائِمَانِ الزَّیْدَانِ۔

تشریح:

مبتداء کی قسم ثانی:

نحویوں کے نزدیک مبتداء کی ایک اور قسم بھی ہے جو مسند الیہ نہیں ہوتی بلکہ مسند ہوتی ہے اور اس کے بعد والا اسم خبر نہیں بلکہ فاعل قائم مقام خبر ہوتا ہے۔ نحویوں کے نزدیک مبتداء کی قسم ثانی وہ صیغہ صفت ہے جو حرف استفہام یا حرف نفی کے بعد واقع ہو اس شرط کے ساتھ کہ وہ اسم ظاہر کو رفع دے نہ کہ اسم ضمیر کو۔ جیسے مَاقَائِمٌ زَیْدٌ اور اَقَائِمٌ زَیْدٌ۔ ان دونوں مثالوں میں قائم صیغہ صفت مبتداء ہے اور زید اس کا فاعل قائم مقام خبر ہے۔

حرف نفی اور استفہام کی شرط:

یہ شرط اس لیے لگائی کہ صیغہ صفت ضعیف عامل ہے جو بغیر سہارے کے عمل نہیں کرتا اور جب حرف استفہام یا نفی کے بعد واقع ہو گا تو اسے سہارا مل جائے گا۔

سوال: آپ نے مبتداء کی قسم ثانی کے عمل کے لیے یہ شرط رکھی ہے کہ وہ اسم ظاہر کو رفع دے لیکن اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِیْ، میں صیغہ صفت اسم ضمیر کو رفع دے رہا ہے۔ لہٰذا آپ کا قاعدہ ٹوٹ گیا ہے۔

جواب: اسم ظاہر سے مراد یہ ہے کہ وہ اسم حقیقۃً ظاہر ہو یا حکماً یعنی ضمیر منفصل ہو۔ اگر ضمیر متصل کو رفع دینے والا ہوگا تو وہ مبتداء کی قسم ثانی نہیں ہوگی جیسے ما قائمان الزیدان، اس مثال میں قائمان صفت کا صیغہ ہے جو ھما ضمیر متصل کو رفع دے رہا ہے نہ کہ زیدان کو، کیونکہ صیغہ صفت عمل میں فعل کی طرح ہوتا ہے اور جب فعل کا فاعل اسم ظاہر تو وہ واحد رہتا ہے چاہے فاعل مفرد، تثنیہ یا جمع ہو۔ اور جب فاعل ضمیر ہو تو اگر ضمیر مفرد ہو تو فعل مفرد ہوگا اور اگر ضمیر تثنیہ ہو تو فعل بھی تثنیہ ہوگا اور اگر ضمیر جمع ہو تو فعل بھی جمع ہوگا۔ اس مثال میں بھی صیغہ صفت تثنیہ ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ اس کا فاعل ضمیر تثنیہ ہے اسم ظاہر اس کا فاعل نہیں ہے لہٰذا یہ مبتداء کی قسم ثانی نہیں ہے۔

متن: فَصْلٌ خَبْرُ اِنَّ وَاَخَوَاتِهَا وَهِيَ اَنَّ وَكَاَنَّ وَلٰكِنَّ وَلَيْتَ وَلَعَلَّ فَهٰذِهِ الْحُرُوْفُ تَدْخُلُ عَلَى الْمُبْتَدَاءِ وَالْخَبْرِ فَتَنْصِبُ الْمُبْتَدَاءَ وَيُسَمَّى اِسْمَ اِنَّ وَتَرْفَعُ الْخَبْرَ وَيُسَمَّى خَبْرَ اِنَّ فَخَبْرُ اِنَّ هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُوْلِهَا نَحْوُ اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ وَحُكْمُهُ فِي كَوْنِهِ مُفْرَدًا اَوْ جُمْلَةً اَوْ مَعْرِفَةً اَوْ نَكِرَةً كَحُكْمِ خَبْرِ الْمُبْتَدَاءِ وَلَا يَجُوْزُ تَقْدِيْمُ اَخْبَارِهَا عَلٰى اَسْمَائِهَا اِلَّا اِذَا كَانَ ظَرْفًا نَحْوُ اِنَّ فِي الدَّارِ زَيْدًا لِمَجَالِ التَّوَسُّعِ فِي الظُّرُوْفِ

ترجمہ: ان اور اس کے ملحقات کی خبر اور یہ ہیں پس یہ حروف مبتداء اور خبر پر داخل ہوتے ہیں اور مبتداء کو نصب دیتے ہیں اور اسے ان کا اسم کہا جاتا ہے اور خبر کو رفع دیتے ہیں اور اسے ان کی خبر کہا جاتا ہے۔ پس ان کی خبر ان حروف کے داخل ہونے کے بعد مسند ہے جیسے اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ اور اس کا حکم مفرد ہونے میں یا جملہ ہونے میں یا معرفہ ہونے میں یا نکرہ ہونے میں مبتداء کی خبر کی طرح ہے۔ اور ان حروف کی اخبار کی ان کے اسماء پر تقدیم جائز نہیں ہے مگر یہ کہ جب وہ خبر ظرف ہوں جیسے اِنَّ فِي الدَّارِ زَيْدًا ظروف میں وسعت ہونے کی وجہ سے۔

تشریح:

حروف مشبہ بالفعل:

یہ تمام حروف جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں، مبتدا کو نصب اور خبر کو رفع دیتے ہیں. مبتدا کو "حرف مشبہ بالفعل کا اسم" اور خبر کو "حرف مشبہ بالفعل کی خبر" کہتے ہیں۔ جیسے: اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ میں اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہے، زَیْدًا اس کا اسم ہے اور اسی بناء پر منصوب ہے، اور قَائِمٌ ، اِنَّ کی خبر ہے اور اسی بناء پر مرفوع ہے۔

حروف مشبہ بالفعل کی خبر کے احکام:

حروف مشبہ بالفعل کی خبر کے وہی احکام ہیں جو مبتدا کی خبر کے ہیں یعنی جس طرح مبتداء کی خبر مفرد ہوتی ہے اور جملہ ہوتی ہے اور معرفہ ہوتی ہے اور نکرہ ہوتی ہے اسی طرح ان حروف کی خبر بھی مفرد، جملہ، معرفہ اور نکرہ ہوتی ہے اور جملہ ہونے کی صورت میں جملہ فعلیہ، اسمیہ، شرطیہ اور ظرفیہ بھی ہو سکتی ہے لیکن جملہ میں ضمیر عائد کا ہونا ضروری ہے جو ان حروف کے اسم کی طرف لوٹے، یہ عائد عموماً ضمیر ہوتی ہے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ تذکیر و تانیث اور افراد و تثنیہ و جمع میں مبتدا کے مطابق ہو۔ جیسے: زَیْدٌ ضَرَبَ، اَلزَّیْدَانِ ضَرَبَا، اَلزَّیْدُوْنَ ضَرَبُوْا، هِنْدٌ ضَرَبَتْ۔

حروف مشبہ بالفعل کی خبر کی تقدیم:

حروف مشبہہ بالفعل کی خبر کو نہ تو خود ان حروف پر مقدم کرنا جائز ہے اور نہ ان کے اسماء پر۔ کیونکہ یہ حروف عامل ضعیف ہیں مگر جب خبر ظرف یا جار کا مجرور ہو تو اسماء پر مقدم ہو سکتی ہے۔ جیسے: اِنَّ فِی الدَّارِ زَیْدًا۔ اس مثال میں زید حرف مشبہ بالفعل کا اسم ہے اور "فِی الدَّارِ" ظرف، خبر مقدم ہے۔ یہ تقدیم اس وجہ سے جائز ہے کہ ظرف میں اپنے غیر کی نسبت زیادہ وسعت ہوتی ہے۔

متن: فَصْلٌ اِسْمُ كَانَ وَاَخَوَاتِهَا وَهِيَ صَارَ وَاَصْبَحَ وَاَمْسٰى وَاَضْحٰى وَظَلَّ وَبَاتَ وَرَاحَ وَاٰضَ وَعَادَ وَغَدَا وَمَا زَالَ وَمَا بَرِحَ وَمَا فَتِئَ وَمَا انْفَكَّ وَمَا دَامَ وَلَيْسَ فَهٰذِهِ الْاَفْعَالُ تَدْخُلُ اَيْضاً عَلَى الْمُبْتَدَاءِ وَالْخَبَرِ فَتَرْفَعُ الْمُبْتَدَاءَ وَيُسَمَّى اِسْمَ كَانَ وَتَنْصِبُ الْخَبَرَ وَيُسَمَّى خَبَرَ كَانَ فَاِسْمُ كَانَ هُوَ الْمُسْنَدُ اِلَيْهِ بَعْدَ دُخُوْلِهَا نَحْوُ كَانَ زَيْدٌ قَائِمًا وَيَجُوْزُ فِي الْكُلِّ تَقْدِيْمُ اَخْبَارِهَا عَلٰى اَسْمَائِهَا نَحْوُ كَانَ قَائِمًا زَيْدٌ وَعَلٰى نَفْسِ الْاَفْعَالِ اَيْضًا فِي التِّسْعَةِ الْاَوَّلِ نَحْوُ قَائِمًا كَانَ زَيْدٌ وَلَا يَجُوْزُ ذٰلِكَ فِي مَا فِي اَوَّلِهِ مَا فَلَا يُقَالُ قَائِمًا مَا زَالَ زَيْدٌ وَفِي لَيْسَ خِلَافٌ وَبَاقِي الْكَلَامِ فِي هٰذِهِ الْاَفْعَالِ يَجِيْئُ فِي الْقِسْمِ الثَّانِي اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى

ترجمہ:کان اوراس کے ملحقات کااسم اوروہ یہ ہیں: صَارَوَاَصْبَحَ وَاَمْسٰی وَاَضْحٰی وَظَلَّ وَبَاتَ وَرَاحَ وَاٰضَ وَعَادَوَغَدَا وَمَازَالَ وَمَابَرِحَ وَمَافَتِیَٔ وَمَاانْفَکَّ وَمَادَامَ وَلَیْسَ پس یہ افعال ایسے ہی مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں اور مبتداء کو رفع دیتے ہیں اوراسے کان کا اسم کہتے ہیں اور خبر کو نصب دیتے ہیں اوراسے کان کی خبر کہتے ہیں ۔پس کان کااسم ان کے داخل ہونے کے بعد مسندالیہ ہوتا ہے جیسے کَانَ زَیْدٌقَائِمًا اور تمام میں ان کی خبروں کاان کے اسماء پر مقدم کرنا جائز ہے جیسے اورایسے ہی نفس افعال پر بھی مقدم کرنا جائز ہے پہلے میں وسعت ہونے کی وجہ سے جیسے قَائِمًا کَانَ زَیْدٌ اور یہ اس میں جائز نہیں ہے جس کی ابتداء میں ماہو۔پس یہ نہیں کہاجائے گا قَائِمًا مَازَالَ زَیْدٌ اور لیس کے بارے میں اختلاف ہے۔اوران افعال کے بارے میں باقی کلام دوسری قسم میں آئے گا۔ان شاءاللہ تعالیٰ

تشریح:

اِسْمُ کَانَ وَاَخَوَاتِہَا۔۔الخ"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ مرفوعات کی چھٹی قسم بیان کررہے ہیں اوروہ ہے افعال ناقصہ کااسم ۔یہ افعال جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں۔مبتدا کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں۔مبتدا کو"فعل ناقص کااسم"اور خبر کو"فعل ناقص کی خبر"کہتے ہیں۔جیسے "کَانَ زَیْدٌقَائِمًا"اس مثال میں"کَانَ" فعل ناقص ہے اور"زَیْدٌ" فعل ناقص کا اسم ہے اوراسی بناء پر وہ مرفوع ہے۔اور "قَائِمًا" فعل ناقص کی خبر ہے اوراسی بناء پر وہ منصوب ہے۔

افعال ناقصہ سترہ(۱۷)ہیں:

۱۔کَانَ ۲۔صَارَ ۳۔ظَلَّ ۴۔بَاتَ ۵۔أَصْبَحَ ۶۔أَضْحٰی ۷۔أَمْسٰی ۸۔عَادَ ۹۔اٰضَ ۱۰۔غَدَا ۱۱۔رَاحَ ۱۲۔مَازَالَ ۱۳۔مَاانْفَکَّ ۱۴۔مَابَرِحَ ۱۵۔مَافَتِیئَ ۱۶۔مَادَامَ ۱۷۔لَیْسَ۔

افعال ناقصہ کے چند ضروری قواعد:

1. ان کے اسم اور خبر کے وہی احکام ہیں جو مبتدا اور خبر کے ہیں۔اتنا فرق ہے کہ مبتدا کی خبر مرفوع اور ان کی خبر منصوب ہوتی ہے۔

2. جس طرح مبتدا کی خبر کو مبتدا پر مقدم کرنا جائز ہے اسی طرح افعال ناقصہ کی خبر کو بھی ان کے اسماء پر مقدم کرنا جائز ہے۔ جیسے: **كَانَ قَائِماً زَيْدٌ**۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ یہ افعال ہیں اور افعال قوی عامل ہونے کی وجہ سے مقدم و مؤخر دونوں میں بھی عمل کرسکتے ہیں۔

3. افعال ناقصہ میں سے جن افعال کے شروع میں لفظ ''مَا'' نہیں آتا ان میں خود ان افعال پر بھی خبر کو مقدم کرنا جائز ہے۔ جیسے: **قَائِماً كَانَ زَيْدٌ**۔

4. جن افعال کے شروع میں لفظ ''مَا'' آتا ہے ان میں خود ان افعال پر خبر کو مقدم کرنا جائز نہیں ہے۔ جیسے **قَائِمًا مَازَالَ زَيْدٌ** کہنا درست نہیں ہے۔

5. **لیس** کے بارے میں اختلاف ہے کہ اس کی خبر کو اس پر مقدم کرسکتے ہیں یا نہیں، جمہور کے نزدیک تقدیم جائز ہے، جبکہ بعض منع فرماتے ہیں۔

متن: فَصْلٌ اِسْمُ مَاوَلَاالْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ وَهُوَ الْمُسْنَدُاِلَيْهِ بَعْدَ دُخُوْلِهَا نَحْوُ مَازَيْدٌقَائِمًا وَلَارَجُلٌ اَفْضَلُ مِنْكَ وَيُخْتَصُّ لَابِالنَّكِرَةِ وَيَعُمُّ مَابِالْمَعْرِفَةِ وَالنَّكِرَةِ فَصْلٌ خَبَرُلَالِنَفْيِ الْجِنْسِ وَهُوَالْمُسْنَدُبَعْدَدُخُوْلِهَانَحْوُلَارَجُلَ قَائِمٌ

ترجمہ: **مَاوَلَا مُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ** کااسم وہ ان کے داخل ہونے کے بعد مسندالیہ ہوتا ہے جیسے **مَازَيْدٌقَائِمًا** اور **لَارَجُلٌ اَفْضَلُ مِنْكَ** اور "لا" کو نکرہ کے ساتھ خاص کیا گیا ہے اور "ما" معرفہ اور نکرہ دونوں کو عامل ہے۔ **فصل:** لائے نفی جنس کی خبر اور وہ اس کے داخل ہونے کے بعد مسند ہوتی ہے جیسے **لَارَجُلَ قَائِمٌ**

تشریح:

ماولَا مشبّہتان بِلَيْسَ کااسم:

وہ مَا اور لَا جو نفی کا معنی دینے اور مبتدا و خبر پر داخل ہونے میں لَيْسَ کے مشابہ ہوتے ہیں۔ جیسے: **مَازَيْدٌ قَائِماً، لَارَجُلٌ اَفْضَلُ مِنْكَ**۔ چونکہ یہ دونوں مبتدا و خبر پر داخل ہونے اور نفی کا معنی دینے میں لَيْسَ کی طرح ہوتے ہیں اس لیے انہیں ''**ماولَا مشبّہتان بِلَيْسَ**'' کہا جاتا ہے۔ اور اسی لیے یہ دونوں لَيْسَ کا سا عمل بھی کرتے ہیں یعنی مبتدا کو رفع دیتے ہیں جسے "مایالَا کا اسم" کہا جاتا ہے اور خبر کو نصب دیتے ہیں جسے "مایالَا" کی خبر کہا جاتا ہے۔

مااور لامیں فرق:

"لَا" نکرہ کے ساتھ خاص ہے یعنی صرف نکرہ میں عمل کرتا ہے معرفہ میں نہیں کرتا۔ جیسے: **لَا شَجَرٌ مُثْمِراً فِی الْحَدِیْقَةِ، لَا زَیْدٌ شَاعِرٌ**۔ اور "مَا" دونوں میں عمل کرتا ہے۔ جیسے: **مَاهٰذَا بَشَراً، مَا رَجُلٌ قَائِماً**۔

لائے نفی جنس کی تعریف:

وہ حرف جو اپنے بعد واقع ہونے والی جنس سے خبر کی نفی کرتا ہے۔ جیسے: (**لَا رَیْبَ فِیْهِ**) (اس میں کوئی شک کی جگہ نہیں)
اس آیت کریمہ میں لفظ "لا" نے قرآن کریم سے جنس ریب کی نفی کر دی اور ظاہر کر دیا کہ یہ کتاب عظیم اصلا محل شک نہیں۔

لائے نفی جنس کی خبر کے احکام:

لائے نفی جنس جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے مبتدا کو "لَا کا اسم" اور خبر کو "لَا کی خبر" کہتے ہیں۔ جیسے: آیت کریمہ میں ''رَیْبَ'' لائے نفی جنس کا اسم اور ''فِیْهِ'' اس کی خبر ہے۔ اس کے اسم اور خبر کے وہی احکام ہیں جو مبتدا و خبر کے ہیں۔ اس کی خبر ہمیشہ مرفوع ہوتی ہے۔ جیسے: **لَا رَجُلَ قَائِمٌ**۔

اَلْمَقْصَدُ الثَّانِی فِی الْمَنْصُوْبَاتِ

اَلْاَسْمَاءُ الْمَنْصُوْبَةُ اِثْنَا عَشَرَ قِسْمًا اَلْمَفْعُوْلُ الْمُطْلَقُ وَبِهٖ وَفِیْهِ وَلَهٗ وَمَعَهٗ وَالْحَالُ وَالتَّمْیِیْزُ وَالْمُسْتَثْنٰی وَاِسْمُ اِنَّ وَاَخَوَاتِهَا وَخَبْرُ کَانَ وَاَخَوَاتِهَا وَالْمَنْصُوْبُ بِلَا الَّتِیْ لِنَفْیِ الْجِنْسِ وَخَبْرُ مَا وَلَا الْمُشَبَّهَتَیْنِ بِلَیْسَ **فَصْلٌ** اَلْمَفْعُوْلُ الْمُطْلَقُ وَهُوَ مَصْدَرٌ بِمَعْنٰی فِعْلٍ مَذْکُوْرٍ قَبْلَهٗ وَیُذْکَرُ لِلتَّاکِیْدِ کَضَرَبْتُ ضَرْبًا اَوْ لِبَیَانِ النَّوْعِ نَحْوُ جَلَسْتُ جِلْسَةَ الْقَارِیْ اَوْ لِبَیَانِ الْعَدَدِ کَجَلَسْتُ جَلْسَةً اَوْ جَلْسَتَیْنِ اَوْ جَلْسَاتٍ وَقَدْ یَکُوْنُ مِنْ غَیْرِ لَفْظِ الْفِعْلِ الْمَذْکُوْرِ نَحْوُ قَعَدْتُ جُلُوْسًا وَاَنْبَتَ نَبَاتًا وَقَدْ یُحْذَفُ فِعْلُهٗ لِقِیَامِ قَرِیْنَةٍ جَوَازًا کَقَوْلِكَ لِلْقَادِمِ خَیْرَ مَقْدَمٍ اَیْ قَدِمْتَ قُدُوْمًا خَیْرَ مَقْدَمٍ وَوُجُوْبًا سِمَاعًا نَحْوُ سَقْیًا وَشُکْرًا وَحَمْدًا وَرَعْیًا اَیْ سَقَاكَ اللّٰہُ سَقْیًا وَشَکَرْتُكَ شُکْرًا وَحَمِدْتُكَ حَمْدًا وَرَعَاكَ اللّٰہُ رَعْیًا

ترجمہ: دوسرا مقصد منصوبات کے بارے میں: اسمائے منصوبہ کی بارہ قسمیں ہیں: مفعول مطلق، مفعول بہ، مفعول فیہ، مفعول لہ اور مفعول معہ، حال، تمییز اور مستثنیٰ، اور ان اور اس کے اخوات کا اسم اور کان اور اس کے اخوات کی خبر اور لائے نفی جنس کے ساتھ منصوب اور ماولا مشابھتان بلیس کی خبر **فصل:** مفعول مطلق وہ مصدر ہے جو ایسے فعل کے ہم معنی ہو جو اس سے پہلے مذکور ہو۔ اور مفعول مطلق کو ذکر کیا جاتا ہے تاکید کے لیے جیسے ضَرَبْتُ ضَرْبًا۔۔یا۔۔بیان نوع کے لیے جیسے جَلَسْتُ جِلْسَةَ الْقَارِیْ۔۔یا۔۔بیان عدد کے لیے جیسے جَلَسْتُ جَلْسَةً اَوْجَلْسَتَيْنِ اَوْجَلْسَاتٍ ۔ کبھی فعل مذکور کے لفظ کے غیر سے مفعول مطلق ہوتا ہے جیسے قَعَدْتُ جُلُوْسًا وَاَنْبَتَ نَبَاتًا۔ اور کبھی قرینہ کے قیام کی وجہ سے اس کے فعل کو جوازی طور پر حذف کر دیا جاتا ہے جیسے آنے والے کے لیے تیرا کہنا خَيْرَمَقْدَمٍ اَیْ قَدِمْتَ قُدُوْمًا خَيْرَمَقْدَمٍ ۔ اور کبھی وجوباً سماعی طور پر بھی حذف کر دیا جاتا ہے جیسے سَقْيًاوَشُكْرًااَوحَمْدًااَورَعْيًااَیْ سَقَاكَ اللہ سَقْيًا وَشَكَرْتُكَ شُكْرًااَوحَمِدْتُكَ حَمْدًااَورَعَاكَ اللہ رَعْيًا۔

تشریح:

منصوبات کو مرفوعات کے بعد اور مجرورات سے پہلے ذکر کرنے کی وجہ۔۔۔

مصنف علیہ الرحمہ نے منصوبات کو مرفوعات کے بعد اس لیے ذکر کیا کہ یہ دونوں عامل واحد میں مشترک ہیں اور وہ ہے فعل۔ جیسے ضرب زید عمرا۔ منصوبات کو مجرورات پر مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ منصوبات مجرورات کی نسبت زیادہ ہیں اور جو چیز کثیر ہو اسے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے اس لیے منصوبات کی اہمیت کے پیش نظر انہیں مجرورات پر مقدم کر دیا گیا۔

منصوبات کس کی جمع ہے؟

منصوبات جمع ہے منصوب کی نہ کہ منصوبۃ کی کیونکہ منصوب اسم کی صفت ہے اور اسم مذکر غیر عاقل ہے اور مذکر غیر عاقل کی جمع الف اور تاء کے ساتھ آتی ہے۔

سوال: مصنف علیہ الرحمہ نے دیگر منصوبات کی طرح لا نفی جنس کا اسم کیوں نہیں کہا؟

جواب: چونکہ لائے نفی جنس کا اسم بہت کم منصوب ہوتا ہے۔اور اگر اسے بھی دیگر منصوبات کی طرح کہہ دیا جاتا تو شبہ پیدا ہوتا کہ شاید لائے نفی جنس کا اسم ہر حال میں یا اکثر حال میں منصوب ہوتا ہے جبکہ ایسا نہیں ہے۔لہٰذا مصنف علیہ الرحمہ نے اس سے عدول کر کے المنصوب بلا التی لنفی الجنس کہہ دیا۔

مفعول مطلق کو دیگر مفاعیل پر مقدم کرنے کی وجہ۔۔

دیگر مفاعیل کسی نہ کسی قید سے مقید ہیں جبکہ مفعول مطلق کسی قید سے مقید نہیں ہے اور جو چیز مطلق ہوتی ہے وہ مقید پر مقدم ہوتی ہے اس لیے مفعول مطلق کو دیگر مفاعیل پر مقدم کر دیا گیا۔

مفعول مطلق کی تعریف:

مفعول مطلق وہ مصدر ہے جو اس سے پہلے فعل مذکور کا ہم معنی ہو چاہے وہ فعل حقیقتاً مذکور ہو یا حکماً۔

حقیقتاً کی مثال: جیسے ضَرَبْتُ ضَرْبًا میں ضَرْبًا مفعول مطلق ہے جس سے پہلے فعل حقیقتاً مذکور ہے۔

حکماً کی مثال: جیسے "فَاِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ" (محمد:4) میں "ضَرْبَ الرِّقَاب" مفعول مطلق ہے۔اس کی اصل تھی اِضْرِبُوْا ضَرْبَ الرِّقَابِ، پس اِضْرِبُوْا کو مصدر پر نصب کے قرینے کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے اور قاعدہ ہے "اَلْمَحْذُوْفُ كَالْمَذْكُوْرِ" یعنی محذوف مذکور کی طرح ہوتا ہے۔لہٰذا معلوم ہوا کہ مفعول مطلق کا فعل حکماً مذکور ہو سکتا ہے۔

مفعول مطلق کی تعریف کے فوائد قیود:

مصدر: جنس ہے جو تمام مصادر کو شامل ہے۔

بمعنی فعل مذکور: اس سے ضَرَبْتُهٗ تَادِيْبًا میں جو "تَادِيْبًا" ہے خارج ہو گیا کیونکہ یہ فعل مذکور کا ہم معنی نہیں ہے۔

مذکور قبلہ: اس سے اَلضَّرْبُ وَاقِعٌ عَلٰى زَيْدٍ میں "اَلضَّرْب" خارج ہو گیا کیونکہ الضرب سے پہلے کوئی فعل نہیں ہے۔

مفعول مطلق کی اقسام: اس کی تین قسمیں ہیں جو درج ذیل ہیں

1. **مفعول مطلق تاکیدی:** وہ مفعول مطلق جو اپنے فعل کے معنی سے کسی زائد معنی پر دلالت نہ کرے۔ جیسے ضَرَبْتُ ضَرْبًا

2. **مفعول مطلق نوعی:** وہ مفعول مطلق جو اپنے فعل کے معنی سے کسی زائد معنی پر دلالت کرتے ہوئے کسی صورت وشکل پر دلالت کرے۔ جیسے **جَلَسْتُ جِلْسَةَ الْقَارِی**
3. **مفعول مطلق عددی:** وہ مفعول مطلق جو اپنے فعل کے معنی سے کسی زائد معنی پر دلالت کرتے ہوئے تعداد بیان کرے۔ جیسے **جَلَسْتُ جَلْسَةً اَوْ جَلْسَتَيْنِ اَوْ جَلْسَاتٍ**

"قد یکون من غیر لفظ--الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ امام مبرد اور کسائی کا مذہب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کبھی مفعول مطلق ما قبل فعل مذکور کا غیر ہوتا ہے۔ ما قبل فعل اور مصدر کے درمیان تغایر تین طرح ہو سکتا ہے۔

1. باب اور مادہ دونوں میں مغایرت ہو جیسے **اَوْجَسَ فِی نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُوْسیٰ**، اس مثال میں "**خیفة** "مفعول مطلق ہے اور "**اوجس** "ما قبل فعل مذکور ہے ان دونوں کا باب اور مادہ یعنی حروف اصلیہ ایک دوسرے سے مختلف ہے۔
2. صرف باب میں مغایرت ہو جیسے **اَنْبَتَ نَبَاتًا**، اس مثال میں "**نباتا**"مفعول مطلق ہے جو ثلاثی مجرد باب **نَصَرَ یَنْصُرُ** کا مصدر ہے جبکہ "**انبت** "ما قبل فعل مذکور ثلاثی مزید فیہ کے باب افعال کا مصدر ہے۔
3. صرف مادہ یعنی حروف اصلیہ میں مغایرت ہو جیسے **جَلَسْتُ قُعُوْدًا**، اس مثال میں "**قعودا** "مفعول مطلق ہے اور "**جلست** "ما قبل فعل مذکور ہے ان دونوں کے حروف اصلیہ کے درمیان تغایر پایا جا رہا ہے۔

مفعول مطلق کے فعل کے حذف کی صورتیں:

مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنے کی دو صورتیں ہیں۔ جوازی اور وجوبی۔

جوازی: جب مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنے پر قرینہ حالیہ یا مقالیہ پایا جائے تو اسے حذف کرنا جائز ہے۔

قرینہ حالیہ کی مثال: جیسے کوئی سفر سے آئے تو کہے کہا جائے **خَيْرَ مَقْدَمٍ**۔ یہ اصل میں تھا **قَدِمْتَ قُدُوْمًا خَيْرَ مَقْدَمٍ**، اس میں **قَدِمْتَ** فعل کو حذف کر دیا گیا کیونکہ مخاطب کے آنے والی حالت اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ مخاطب کے آنے پر دلالت کرنے والا فعل محذوف ہے پھر **قُدُوْمًا** کو حذف کر کے اس کی صفت **خَيْرَ مَقْدَمٍ** کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا۔

قرینہ مقالیہ کی مثال: جیسے کسی نے پوچھا کَیْفَ ضَرَبْتُ؟(تونے کس کیفیت سے مارا؟)توجواب میں ضَرَبْتُ فعل کوحذف کرکے صرف "ضَرْبًاشَدِیْدًا"کہہ دیناکافی ہے کیونکہ سائل کاسوال خودہی "ضَرَبْتُ" فعل کے حذف ہونے پر دلالت کررہاہے۔

وجوبی: کبھی مفعول مطلق کے ماقبل فعل مذکورکووجوباًحذف کردیاجاتاہے یہ وجوب سماعی ہے یعنی اہل عرب سے سناہی اسی طرح گیاہے۔جیسے سقیا،شکرا،حمدااوررعیا،ان سب کی اصل بالترتیب یہ تھی **سَقَاکَ اللّٰہ سَقْیًا،شَکَرْتُکَ شُکْرًا،حَمِدْتُکَ حَمْدًا،رَعَاکَ اللّٰہ رَعْیًا**۔ان مصادر کے افعال کوکثرت استعمال کی وجہ سے تخفیف کے حصول کے لیے حذف کیاگیاہے۔

فَصْلٌ اَلْمَفْعُوْلُ بِہٖ وَھُوَ اِسْمٌ مَاوَقَعَ عَلَیْہِ فِعْلُ الْفَاعِلِ کَضَرَبَ زَیْدٌعَمْرًاوَقَدْ یُتَقَدَّمُ عَلَی الْفَاعِلِ کَضَرَبَ عَمْرًازَیْدٌوَقَدْ یُحْذَفُ فِعْلُہٗ لِقِیَامِ قَرِیْنَۃٍ جَوَازًانَحْوُ زَیْدًا فِیْ جَوَابِ مَنْ قَالَ مَنْ اَضْرِبُ وَوُجُوْبًا فِیْ اَرْبَعَۃِ مَوَاضِعَ اَلْاَوَّلُ سِمَاعِیٌّ نَحْوُ اِمْرَأً وَنَفْسَہٗ وَاِنْتَھُوْاخَیْرًالَّکُمْ وَاَھْلًاوَسَھْلًاوَالْبَوَاقِی قِیَاسِیَۃٌ اَلثَّانِی اَلتَّحْذِیْرُ وَھُوَ مَعْمُوْلٌ بِتَقْدِیْرِ اِتَّقِ تَحْذِیْرًا مِمَّابَعْدَہٗ نَحْوُاِیَّاکَ وَالْاَسَدَاَصْلُہٗ اِتَّقِکَ وَالْاَسَدَاَوْذُکِرَالْمُحَذَّرُمِنْہُ مُکَرَّرًانَحْوُاَلطَّرِیْقَ اَلطَّرِیْقَ

ترجمہ: فصل مفعول بہ وہ اسم ہے جس پرفاعل کافعل واقع ہو جیسے **ضرب زیدعمروا**،اور کبھی فاعل پرمفعول بہ کومقدم کردیاجاتاہے جیسے **ضرب عمرازید**،اور کبھی قرینہ پائے جانے کی وجہ سے اس کے فعل کوحذف کردیاجاتاہے جوازی طورپر۔جیسے زیدا کہنااس کے جواب میں جوکہے **من اضرب**؟اورچار جگہوں میں مفعول بہ کووجوبی طورپرحذف کیاجاتاہے۔پہلی جگہ سماعی ہے جیسے امراءونفسہ اورانتھواخیرالکم اوراھلا وسھلا اورباقی جگہیں قیاسی ہیں۔دوسری قسم تحذیرہے اوروہ معمول ہے اتق کی تقدیرکے ساتھ ڈراتے ہوئے اس سے جواس کے بعد ہے جیسے **ایاک والاسد** اس کی اصل **اتقک والاسد** تھی یاجس سے ڈرایاگیاہواسے مکررذکرکیاگیاہوجیسے **الطریق الطریق**

تشریح:

مفعول بہ کی تعریف:

وہ اسم جس پر فاعل کا فعل واقع ہو۔ جیسے: ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرًا (زید نے عمرو کو مارا)۔اس مثال میں عمرو مفعول بہ ہے جس پر زید فاعل کا مارنے والا فعل واقع ہوا ہے۔

مفعول بہ کی اقسام:

اس کی دو قسمیں ہیں: ا۔ صریح ۲۔ غیر صریح

1۔صریح کی تعریف:

وہ اسم جو بغیر تاویل کے اور بلا واسطہ حرفِ جر مفعول بہ واقع ہو۔ جیسے: أَکَلْتُ خُبْزاً، رَأَیْتُه

2۔غیر صریح کی تعریف:

وہ اسم جو بتاویل یا بواسطہ حرفِ جر مفعول بہ واقع ہو۔اس کی چند صورتیں ہیں:

ا۔جملہ مفرد کی تاویل میں ہو کر مفعول بہ بنے۔ جیسے: عَلِمْتُ أَنَّکَ عَالِمٌ

۲۔جملہ مصدر کی تاویل میں ہو کر مفعول بہ بنے۔ جیسے: زَعَمْتُ أَنْ تَفُوْزَ

۳۔کوئی اسم حرفِ جر کے واسطے سے مفعول بن رہا ہو۔ جیسے: (اَنعَمْتَ عَلَيْهِم)

مفعول بہ کی فاعل پر تقدیم:

اصل ترتیب تو یہ ہے کہ فعل کے بعد فاعل اور پھر مفعول بہ ہو لیکن کبھی مفعول بہ کو فاعل پر مقدم کر دیا جاتا ہے اور یہ اس وجہ سے جائز ہے کہ فعل قوی عامل ہوتا ہے اس کا معمول مقدم ہو یا مؤخر دونوں صورتوں میں یہ عمل کر لیتا ہے۔

مفعول بہ کے فعل کے حذف کی صورتیں:

مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنے کی دو صورتیں ہیں۔جوازی اور وجوبی

جوازی: جب مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنے پر قرینہ حالیہ یا مقالیہ پایا جائے تو اسے حذف کرنا جائز ہے۔

قرینہ حالیہ کی مثال: جیسے کوئی مکہ جانے کا ارادہ رکھتا ہو اور مکے جا رہا ہو تو اسے کہنا "**مکة**" یہ مفعول بہ ہے جس کا فعل "اُرِیْدُ" محذوف ہے جس کے حذف پر قرینہ حالیہ دلالت کر رہا ہے۔

قرینہ مقالیہ کی مثال: جیسے کوئی سوال کرے مَنْ اَضْرِبُ؟ تو جواب میں صرف "زَیْدًا" کہہ دینا کافی ہے کیونکہ سائل کے سوال میں مارنے کے بارے میں پوچھا جارہا ہے جو اس بات پر قرینہ ہے کہ جواب میں مارنے والے فعل کو حذف کر دیا گیا ہے۔

وجوبی: مفعول بہ چار جگہوں پر وجوبی طور پر محذوف ہوتا ہے۔ پہلی جگہ سماعی ہے اس کی مثالیں یہ ہیں:

پہلی مثال: جیسے "اِمْرَاًوَنَفْسَهٗ" اس مثال میں "امراً" مفعول بہ ہے جس کے فعل "اُتْرُكْ" کو وجوباً حذف کر دیا گیا ہے۔ اس مثال میں اگر واؤ عاطفہ لیں تو اس کی اصل تھی "اُتْرُكْ اِمْرَاًاُتْرُكْ اِمْرَاً" اور اگر واؤ بمع مصاحبت لیں تو اس کی اصل تھی "اُتْرُكْ اِمْرَاًمَعَ النَّفْسِ"۔

دوسری مثال: جیسے "اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ" اس مثال میں "خَيْرًا" مفعول بہ ہے جس کے فعل "اقْصِدُوْا" کو وجوباً محذوف کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ جس سے منع کیا جارہا ہے وہ خیر نہیں ہے بلکہ کوئی اور چیز ہے اور وہ ہے تین خداؤں کو ماننا، چونکہ نصاریٰ تین خداؤں کے قائل تھے تو انہیں اس سے روکا گیا ہے۔ اصل یوں تھی "اِنْتَهُوْا عَنِ التَّثْلِيْثِ وَاقْصِدُوْا خَيْرًا لَّكُمْ"۔

تیسری مثال: جیسے "اَهْلاًوَسَهْلاً" ان دونوں مفعولوں کے فعل کو وجوباً حذف کر دیا گیا ہے اصل عبارت یوں تھی "اَتَيْتَ اَهْلًاوَوَطَيْتَ سَهْلًا" یعنی تو اپنے اہل میں آیا اور تو نے نرم زمین کو روندا۔

مفعول بہ کے فعل کے وجوبی حذف کی دوسری جگہ تحذیر:

"الثانی التحذیر" سے مصنف علیہ الرحمہ نے مفعول بہ کے فعل کو وجوبی طور پر قیاساً حذف کرنے کی جگہ تحذیر کو بیان کر رہے ہیں۔

تحذیر کی تعریف:

تحذیر کے لغوی معنیٰ ڈرانا، متنبہ کرنا ہیں، جبکہ اصطلاح میں اس سے مراد مخاطب کو کسی ناپسندیدہ و بری چیز سے ڈرانا اور اس سے بچنے کے لیے متنبہ کرنا ہے۔ جیسے اَلْأَسَدَ، اَلاَسَدَ وغیرہ۔ یہ اصل میں اِحْذَرِالْأَسَدَ، اِحْذَرِالْأَسَدَ (شیر سے بچ)۔ تھا پھر اِحْذَرْ فعل کو حذف کر دیا گیا۔

جسے ڈرایا جائے اسے محذر اور جس چیز سے ڈرایا جائے اسے محذر منہ کہتے ہیں۔ اور محذر منہ سے پہلے اِتَّقِ، بَاعِدْ، اِحْذَرْ وغیرہ افعال محذوف نکالے جاتے ہیں۔ اس کے استعمال کی مندرجہ ذیل تین صورتیں ہیں۔

1. ایک ہی اسم کو مکرر ذکر کرنا جیسے: اَلطَّرِيْقَ اَلطَّرِيْقَ

2. تحذیر کے لیے لائے جانے والے اسموں کو حرف عطف واؤ کے ذریعے ذکر کرنا جائز ہے۔ جیسے: **اَلْبَرْدَ وَالْمَطَرَ** (بارش اور سردی سے بچ)

3. جو اسم تحذیر کے لیے لائے جائے اسے اکیلے ہی ذکر کرنا۔ جیسے: **اَلْأَسَدَ** (شیر سے بچ)

تحذیر کے استعمال کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ محذر منہ سے پہلے ضمیر منصوب منفصل ذکر کر دی جاتی ہے۔ جیسے **اِیَّاکَ وَالظُّلْمَ** یہ اصل میں **اِیَّاکَ بَاعِدْ وَاحْذَرِ الظُّلْمَ** تھا۔

ایّاک والاسد کی اصل:

مصنف علیہ الرحمہ نے تحذیر کی مثال **اِیَّاکَ وَالْأَسَدَ** ذکر کی یہ اصل میں **اِتَّقِکَ وَ الْأَسَدَ** تھا۔ **اِتَّقِ** فعل کو وقت کی تنگی کی وجہ سے حذف کر دیا گیا اور ضمیر منصوب متصل کو متصل بہ ہونے کی وجہ سے منفصل سے بدل دیا اور بن گیا: **اِیَّاکَ وَالْأَسَدَ**۔

متن: **اَلثَّالِثُ مَا اُضْمِرَ عَامِلُهٗ عَلٰی شَرِيْطَةِ التَّفْسِيْرِ وَهُوَ كُلُّ اِسْمٍ بَعْدَهٗ فِعْلٌ اَوْ شِبْهُهٗ يَشْتَغِلُ ذٰلِكَ الْفِعْلُ عَنْ ذٰلِكَ الْاِسْمِ بِضَمِيْرِهٖ اَوْ مُتَعَلِّقِهٖ بِحَيْثُ لَوْ سُلِّطَ عَلَيْهِ هُوَ اَوْ مُنَاسِبُهٗ لَنَصَبَهٗ نَحْوُ زَيْدًا ضَرَبْتُهٗ فَاِنَّ زَيْدًا مَنْصُوْبٌ بِفِعْلٍ مَحْذُوْفٍ مُضْمَرٍ وَهُوَ ضَرَبْتُ يُفَسِّرُهُ الْفِعْلُ الْمَذْكُوْرُ بَعْدَهٗ وَهُوَ ضَرَبْتُهٗ وَلِهٰذَا الْبَابِ فُرُوْعٌ كَثِيْرَةٌ**

ترجمہ: تیسری جگہ جس کے عامل کو تفسیر کی شرط پر مضمر رکھا گیا ہو اور وہ ہر ایسا اسم ہے جس کے بعد فعل یا شبہ فعل ہو اس حال میں یہ فعل اس اسم سے اعراض کرنے والا ہو اس کی ضمیر یا اس کے متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے اس حیثیت سے کہ اگر اس فعل یا اس کے مناسب کو اس پر مسلط کر دیا جائے تو وہ اسے نصب دے جیسے زیدا ضربتہ کہ بیشک زیدا ایسے فعل کی وجہ سے منصوب ہے جو محذوف و مضمر ہے اور وہ ضربت ہے، اس کی تفسیر کر رہا ہے وہ فعل جو اس کے بعد مذکور ہے اور وہ ضربتہ ہے اور اس باب کی کثیر فروع ہیں۔

تشریح:

مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنے کی تیسری جگہ:

"مااضمرعامله علی شریطة التفسیر" یعنی وہ مفعول بہ جس کے عامل ناصب کو اس شرط پر حذف کر دیا گیا ہو کہ اس عامل کی تفسیر آگے آ رہی ہے۔ عامل کا حذف اس لیے ضروری ہے کہ یہاں مفسَّر اور مفسِّر کا اجتماع ہو رہا ہے جو نا جائز ہے۔

ماضمرعامله علی شریطة التفسیر کی وضاحت:

جب کسی اسم کے بعد کوئی فعل یا شبہ فعل ہو اور یہ فعل یا شبہ فعل اپنے مابعد ضمیر یا اس سے متصل اسم میں اسطرح عمل کر رہا ہو کہ اگر اسکے مابعد معمول کو حذف کر دیا جائے تو یہ (فعل یا شبہ فعل) ماقبل اسم کو نصب دے اس عمل کو نحویوں کی اصطلاح میں اشتغال بھی کہتے ہیں، اور فعل یا شبہ فعل سے ماقبل آنیوالے اسم کو مشغول عنہ کہتے ہیں۔ جیسے **زَيْدًا ضَرَبْتُه** (میں نے زید کو مارا) **زَيْدًا ضَرَبْتُ أَخَاه**، (میں نے زید کے بھائی کو مارا) ان مثالوں میں **زَيْدًا** مشغول عنہ ہے۔ اور اسکے مابعد فعل بھی ہے جو ضمیر یا اس سے متصل اسم میں اس طرح عمل کر رہا ہے کہ اگر اسکے مابعد معمول کو حذف کر دیا جائے تو یہ ماقبل اسم کو نصب دیگا۔ اصل عبارت اس طرح تھی **ضَرَبْتُ زَيْدًا ضَرَبْتُه**، اور **ضَرَبْتُ زَيْدًا ضَرَبْتُ أَخَاه**، پھر **زَيْدًا** سے پہلے **ضَرَبْتُ** کو حذف کر دیا گیا، کیونکہ مابعد فعل اس کی تفسیر بیان کر رہا ہے۔ یہاں پہلے فعل کو حذف کرنا واجب ہے۔

متن: اَلرَّابِعُ اَلْمُنَادٰى وَهُوَ اِسْمٌ مَدْعُوٌّ بِحَرْفِ النِّدَاءِ لَفْظًا نَحْوُ يَا عَبْدَ اللهِ اَىْ اَدْعُوْ عَبْدَ اللهِ وَحَرْفُ النِّدَاءِ قَائِمٌ مَقَامَ اَدْعُوْ وَحُرُوْفُ النِّدَاءِ خَمْسَةٌ يَا وَاَيَا وَهَيَا وَاَىْ وَالْهَمْزَةُ الْمَفْتُوْحَةُ وَقَدْ يُحْذَفُ حَرْفُ النِّدَاءِ لَفْظًا نَحْوُ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا وَاعْلَمْ اَنَّ الْمُنَادٰى عَلٰى اَقْسَامٍ فَاِنْ كَانَ مُفْرَدًا مَعْرِفَةً يُبْنٰى عَلٰى عَلَامَةِ الرَّفْعِ كَالضَّمَّةِ وَنَحْوِهَا نَحْوُ يَا زَيْدُ وَيَا رَجُلُ وَيَا زَيْدَانِ وَيَا زَيْدُوْنَ وَيُخْفَضُ بِلَامِ الْاِسْتِغَاثَةِ نَحْوُ يَا لَزَيْدٍ وَيُفْتَحُ بِاِلْحَاقِ اَلِفِهَا نَحْوُ يَا زَيْدَاهُ وَيُنْصَبُ اِنْ كَانَ مُضَافًا نَحْوُ يَا عَبْدَ اللهِ اَوْ مُشَابِهًا لِلْمُضَافِ نَحْوُ يَا طَالِعًا جَبَلًا اَوْ نَكِرَةً غَيْرَ مُعَيَّنَةٍ كَقَوْلِ الْاَعْمٰى يَا رَجُلًا خُذْ بِيَدِىْ وَاِنْ كَانَ مُعَرَّفًا بِاللَّامِ قِيْلَ يَا اَيُّهَا الرَّجُلُ وَيَا اَيَّتُهَا الْمَرْاَةُ

ترجمہ: چوتھی جگہ منادیٰ ہے اور وہ ایسا اسم ہے جو حرف نداء کے ذریعے پکارا گیا ہو درحال کہ وہ حرف نداء ملفوظ ہو جیسے یا عبد اللہ یعنی میں عبد اللہ کو بلاتا ہوں اور حرف نداء اعود کے قائم مقام ہے۔ اور حروف نداء پانچ

ہیں: یا، ایا، ھیا، ای اور ہمزہ مفتوحہ۔ کبھی حرف نداء کو لفظی طور پر محذوف کر دیا جاتا ہے جیسے یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا اور تو جان کہ منادیٰ کی چند قسمیں ہیں: اگر منادیٰ مفرد معرفہ ہو تو علامتِ رفع پر مبنی ہو گا جیسے ضمہ اور اس کی طرح جیسے یَازَیْدُ وَیَارَجُلُ وَیَازَیْدَانِ وَیَازَیْدُوْنَ اور لام استغاثہ کی وجہ سے جر دیا جاتا ہے جیسے یَالَزَیْدٍ اور الف استغاثہ کی وجہ سے فتحہ دیا جاتا ہے جیسے یَازَیْدَاهُ اور نصب دیا جاتا ہے اگر مضاف ہو جیسے یَاعَبْدَاللهِ یا مشابہ مضاف ہو جیسے یَاطَالِعًا جَبَلًا یا نکرہ غیر معینہ ہو جیسے نابینا کا قول یَارَجُلًا خُذْ بِیَدِیْ اور اگر معرف باللام ہو تو کہا جائے گا یَااَیُّهَاالرَّجُلُ وَیَااَیَّتُهَاالْمَرْاَةُ

تشریح:

منادیٰ کی تعریف:

منادیٰ اسم مفعول کا صیغہ ہے یعنی جسے پکارا جائے اسے منادیٰ کہتے ہیں جبکہ اصطلاحی طور پر منادیٰ اس اسم کو کہتے ہیں جسے حرف نداء لفظی کے ساتھ پکارا گیا ہو جیسے یَاعَبْدَاللهِ ،اس مثال میں عَبْدَاللہ منادیٰ ہے جسے یا حرف نداء کے ساتھ پکارا گیا ہے جو اَدْعُوْ فعل محذوف کے قائم مقام ہے یعنی اصل میں یَاعَبْدَاللہ ، اَدْعُوْعَبْدَاللهِ تھا۔ اَدْعُوْ فعل کو اختصار کی وجہ سے حذف کر دیا اور یا حرف نداء کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا۔ یہ یاد رکھیے کہ حروف نداء اَدْعُوْ فعل کے قائم مقام ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ منادیٰ اَدْعُوْ فعل محذوف کا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے محلا ہمیشہ منصوب ہوتا ہے اگرچہ بعض اوقات لفظا مرفوع ہوتا ہے۔ جیسے یَازَیْدُ یعنی أَدْعُوْزَیْدًا۔

حرف نداء کو حذف کرنا:

کبھی قرینہ پائے جانے پر تخفیف کی غرض سے حرف نداء کو بھی حذف کر دیا جاتا ہے لیکن یہ اس وقت ہو گا جب منادیٰ اسم جنس، اسم اشارہ،، مستغاث اور مندوب نہ ہو۔ جیسے یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا اس مثال میں اَعْرِضْ صیغہ امر حرف نداء کے حذف پر قرینہ ہے اور وہ اس طرح کہ حرف نداء کو مقدر نہ مانیں تو یُوْسُفُ مبتداء بن جائے گا اور مابعد اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ا خبر ہونی چاہیے لیکن اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا کو خبر نہیں بنا سکتے کیونکہ اَعْرِضْ صیغہ امر انشاء ہے۔ اور انشاء کو بغیر تاویل کے خبر بنانا درست نہیں ہے لہذا ماننا پڑے گا کہ یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا سے پہلے حرف نداء یا مقدر ہے۔

منادیٰ کی اقسام واعراب:

منادیٰ کی پانچ اقسام ہیں۔

1. **مفرد معرفہ:** یعنی جب منادیٰ معرفہ ہو، مضاف اور مشابہ مضاف نہ ہو۔ تو اس صورت میں مرفوع ہو گا۔ جیسے یَازَیْدُ وَیَارَجُلُ وَیَازَیْدَانِ وَیَازَیْدُوْنَ ۔
2. **نکرہ معینہ:** یعنی جب نکرہ معین ہو۔ تو اس صورت میں بھی مرفوع ہو گا۔ جیسے یَا رَجُلُ۔
3. **نکرہ غیر معینہ:** یعنی جب منادیٰ نکرہ غیر معین ہو گا تو اس صورت میں منصوب ہو گا۔ جیسے کسی اندھے کا کہنا یَا رَجُلاً خُذْ بِیَدِیْ (اے کوئی آدمی میرا ہاتھ پکڑ)۔
4. **مضاف:** یعنی جب منادیٰ مضاف ہو تو اس صورت میں بھی منصوب ہو گا۔ جیسے یَا سَیِّدَ الْبَشَرِ۔
5. **مشابہ مضاف:** یعنی وہ اسم جو مضاف تو نہ ہو لیکن مضاف کی طرح دوسرے اسم سے ملے بغیر مکمل نہ ہو اور اپنے مابعد میں عامل ہو تو اس صورت میں بھی منصوب ہو گا جیسے یَا طَالِعًا جَبَلاً (اے پہاڑ پر چڑھنے والے)۔

منادیٰ کے ساتھ لام استغاثہ اور الف استغاثہ کا الحاق:

منادیٰ سے پہلے لام استغاثہ ہو تو منادیٰ مجرور ہو گا جیسے یَالَزَیْدٍ اور اگر اس کے آخر میں الف استغاثہ ہو تو مفتوح ہو گا جیسے یَازَیْدَاہْ۔ مصیبت کے وقت کسی کو مدد کیلئے نداء کرنا، استغاثہ کہلاتا ہے۔ جیسے یَالَلْقَوِیِّ لِلضَّعِیْفِ (اے قوت والے ضعیف کی خبر لے) اور جس سے مدد طلب کی جائے اسے مستغاث کہتے ہیں۔ اور جس کے لیے مدد طلب کی جائے اسے مستغاث لہ کہتے ہیں۔ مستغاث پر جو لام آتا ہے وہ مفتوح ہوتا ہے اور مستغاث لہ پر آنے والا لام مکسور ہوتا ہے۔

منادیٰ معرف باللام ہو تو۔۔

اگر منادی معرف باللام ہو تو حرف نداء اور منادی کے درمیان مذکر کی صورت میں اَیُّھَا اور موئنث کی صورت میں اَیَّتُھَا کا اضافہ کرتے ہیں۔ جیسے یَا اَیُّھَا الاِنْسَانُ اور یَا اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ۔

متن: وَیَجُوْزُ تَرْخِیْمُ الْمُنَادیٰ وَھُوَ حَذْفُ فِیْ اٰخِرِہٖ لِلتَّخْفِیْفِ کَمَا تَقُوْلُ فِیْ مَالِكٍ یَا مَالُ وَفِیْ مَنْصُوْرٍ یَا مَنْصُ وَفِیْ عُثْمَانَ یَا عُثْمُ وَیَجُوْزُ فِیْ اٰخِرِ الْمُنَادیٰ الْمُرَخَّمِ اَلضَّمُّ وَالْحَرْکَۃُ الْاَصْلِیَّۃُ کَمَا تَقُوْلُ فِیْ یَا حَارِثُ یَا حَارُ وَیَا حَارِ وَاعْلَمْ اَنَّ یَا مِنْ حُرُوْفِ النِّدَاءِ قَدْ تُسْتَعْمَلُ فِی الْمَنْدُوْبِ اَیْضًا وَھُوَ الْمُتَفَجَّعُ عَلَیْہِ بِیَا اَوْ وَا کَمَا یُقَالُ یَا زَیْدَاہْ وَوَا زَیْدَاہْ فَوَا مُخْتَصَّۃٌ

بِالْمَنْدُوْبِ وَیَا مُشْتَرَکَۃٌ بَیْنَ النِّدَاءِ وَالْمَنْدُوْبِ وَحُکْمُہٗ فِی الْاِعْرَابِ وَالْبِنَاءِ مِثْلُ حُکْمِ الْمُنَادیٰ

ترجمہ:اور منادیٰ کی ترخیم جائز ہے اور وہ اس کے آخر سے تخفیف کے لیے حذف کر دینا ہے جیسے تمہارا کہنا مالک میں یامال اور منصور میں کہنا یامنص اور عثمان میں یاعثم۔اور منادیٰ مرخم کے آخر میں ضمہ اور حرکت اصلیہ بھی جائز ہے جیسے تمہارا کہنا یاحارثُ یاحارُ اور یاحارِ۔اور تو جان کہ حروف نداء میں سے یا کبھی مندوب میں بھی استعمال کیا جاتا ہے اور وہ جس پر یا۔یا۔واو کے ذریعے غم کا اظہار کیا گیا ہو جیسے کہا جائے یَازَیْدَاہْ وَوَازَیْدَاہْ پس وامندوب کے ساتھ خاص ہے اور یانداء اور مندوب میں مشترک ہے اور اس کا حکم اعراب وبناء میں منادیٰ کی طرح ہے۔

تشریح:

ترخیم منادیٰ:

منادٰی کے آخری حرف کو تخفیف کے لئے گرا دینے کو ترخیم کہتے ہیں۔اور ایسے منادٰی کو منادٰی مرخم کہتے ہیں۔جیسے یَامَالِکُ سے یَا مَالِ اور یَاحَارِثُ سے یَاحَارُ۔

ترخیم کی شرائط:ترخیم کی شرائط یہ ہیں۔

1. منادٰی مضاف نہ ہو۔
2. تین حروف سے زائد ہو۔چنانچہ عُمَرُ میں ترخیم نہیں ہو سکتی۔
3. مبنی بر ضمہ ہو۔

منادٰی مرخم کا اعراب:

ترخیم کے بعد منادی کو اصل حرکت کے مطابق مضموم بھی پڑھ سکتے ہیں اور اس حرکت کے ساتھ بھی جو فی الحال آخری حرف پر موجود ہے۔جیسے یا فاطمۃُ کو یا فَاطِمُ اور یا فاطِمَ۔

مندوب:

کسی مردے یا مصیبت پر یَا۔۔یا۔۔وَا کے ذریعے پکار کر رونے کو ندبہ کہتے ہیں۔ جیسے یازَیْدَاہْ (ہائے زید)۔ جس پر رویا جائے اسے مندوب کہتے ہیں۔ حرفِ ندبہ واؤ، مندوب کے ساتھ ہی خاص ہے۔ جبکہ یا منادٰی اور مندوب دونوں میں مستعمل ہے۔ مندوب میں اعراب وبناء کا وہی حکم ہے جو منادٰی کا ہے۔

فَصْلٌ اَلْمَفْعُوْلُ فِيْهِ هُوَ اِسْمٌ مَاوَقَعَ فِعْلُ الْفَاعِلِ فِيْهِ مِنَ الزَّمَانِ وَالْمَكَانِ وَيُسَمّٰى ظَرْفًا وَظُرُوْفُ الزَّمَانِ عَلٰى قِسْمَيْنِ اَلْمُبْهَمُ وَهُوَ مَا لَايَكُوْنُ لَهٗ حَدٌّ مَعَيَّنٌ كَدَهْرٍ وَحِيْنَ وَالْمَحْدُوْدُ وَهُوَ مَايَكُوْنُ لَهٗ حَدٌّ مَعَيَّنٌ كَيَوْمٍ وَلَيْلَةٍ وَشَهْرٍ وَسَنَةٍ وَكُلُّهَا مَنْصُوْبٌ بِتَقْدِيْرِ فِيْ تَقُوْلُ صُمْتُ دَهْرًا وَسَافَرْتُ شَهْرًا اَىْ فِيْ دَهْرٍ وَشَهْرٍ وَظُرُوْفُ الْمَكَانِ كَذٰلِكَ مُبْهَمٌ وَهُوَ مَنْصُوْبٌ اَيْضًا بِتَقْدِيْرِ فِيْ نَحْوُ جَلَسْتُ خَلْفَكَ وَاَمَامَكَ وَالْمَحْدُوْدُ وَهُوَ مَالَايَكُوْنُ مَنْصُوْبًا بِتَقْدِيْرِ فِيْ بَلْ لَابُدَّ مِنْ ذِكْرِ فِيْ فِيْهِ نَحْوُ جَلَسْتُ فِي الدَّارِ وَفِي السُّوْقِ وَفِي الْمَسْجِدِ

ترجمہ: مفعول فیہ وہ اسم ہے جس زمان یا مکان میں فعل واقع ہو اور اسے ظرف کہتے ہیں اور ظروف زمان دو قسموں پر مشتمل ہے۔ مبہم وہ ہے جس کی معین حد نہ ہو جیسے دھر اور حین اور محدود وہ ہے جس کی حد معین ہو جیسے یوم، لیلۃ، شھر اور سنۃ۔ اور یہ تمام فی کے مقدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں تو کہے گا صُمْتُ دَهْرًا وَسَافَرْتُ شَهْرًا یعنی زمانے میں اور شہر میں اور ظروف زمان اسی طرح مبہم ہیں اور وہ ایسے ہی فی کے مقدر ہونے کے ساتھ منصوب ہوتے ہیں جیسے جَلَسْتُ خَلْفَكَ وَاَمَامَكَ اور محدود وہ ہے جو فی کے مقدر ہونے کے ساتھ منصوب نہ ہو بلکہ اس میں فی کا ذکر ضروری ہے جیسے جَلَسْتُ فِي الدَّارِ وَفِي السُّوْقِ وَفِي الْمَسْجِدِ۔

تشریح:

مفعول فیہ کی تعریف:

وہ اسم جو اس زمان یا مکان پر دلالت کرے جس میں فعل واقع ہو۔ جیسے: دَخَلْتُ الْمَدِيْنَةَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ۔ اسے "ظرف" بھی کہتے ہیں۔

ظرف کی اقسام

ظرف کی دو قسمیں ہیں: ا۔ ظرف زمان ۲۔ ظرف مکان

1. **ظرف زمان:** وہ اسم جو اس زمانے پر دلالت کرے جس میں فعل واقع ہو۔ جیسے: **ضَرَبْتُ زَیْدًا یَوْمَ الْجُمُعَةِ۔**
2. **ظرف مکان:** وہ اسم جو اس مکان پر دلالت کرے جس میں فعل واقع ہو۔ جیسے: **دَخَلْتُ الْمَدِیْنَةَ۔**

ظرف زمان کی اقسام:

ظرف زمان کی دو قسمیں ہیں: ا۔ ظرف زمان مبہم ۲۔ ظرف زمان محدود

1. **ظرف زمان مبہم:** وہ اسم جو ایسے زمانے پر دلالت کرے جس کی کوئی حد معین نہ ہو۔ جیسے: **صُمْتُ دَهْراً** (میں نے ایک زمانے تک روزے رکھے)
2. **ظرف زمان محدود:** وہ اسم جو ایسے زمانے پر دلالت کرے جس کی کوئی حد معین ہو۔ جیسے: **صُمْتُ شَهْراً** (میں نے ایک ماہ تک روزے رکھے)

ظرف زمان کے احکام:

(1)۔۔۔۔۔ ظرف زمان اگر مبہم (غیر محدود) ہو تو اس پر فِیْ کے حذف کے ساتھ نصب واجب ہے۔ جیسے: **صُمْتُ دَهْراً۔**

(2)۔۔۔۔۔ ظرف زمان اگر محدود ہو تو اس پر فِیْ کے حذف کے ساتھ نصب بھی جائز ہے اور فِیْ کے ذکر کے ساتھ جر بھی جائز ہے۔ جیسے: **قُمْتُ یَوْمًا، (اِنَّآ أَنْزَلْنَاهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ)۔**

ظرف مکان کی اقسام:

ظرف مکان کی بھی دو قسمیں ہیں: ا۔ مبہم ۲۔ محدود

1. **ظرف مکان مبہم:** وہ اسم جو ایسی جگہ پر دلالت کرے جس کی کوئی حد معین نہ ہو۔ جیسے: **جَلَسْتُ أَمَامَ الْأَمِیْرِ** (میں امیر کے سامنے بیٹھا)
2. **ظرف مکان محدود:** وہ اسم جو ایسی جگہ پر دلالت کرے جس کی کوئی حد معین ہو۔ جیسے: **دَخَلْتُ الْمَدْرَسَةَ۔**

ظرف مکان کے احکام:

(۱)۔۔۔۔۔ اگر ظرف مکان مبہم ہو تو فِیْ کے حذف کے ساتھ منصوب ہو گا۔ جیسے: **جَلَسْتُ أَمَامَ الْأَمِیْرِ۔**

(۲)۔۔۔۔۔ اگر ظرف مکان محدود ہو تو فِیْ کے ذکر کے ساتھ مجرور ہو گا۔ جیسے: **ذَهَبْتُ فِی الْمَدْرَسَةِ۔**

فَصْلٌ: اَلْمَفْعُوْلُ لَهٗ هُوَ اِسْمٌ مَا لِاَجْلِهٖ یَقَعُ الْفِعْلُ الْمَذْكُوْرُ قَبْلَهٗ وَیُنْصَبُ بِتَقْدِیْرِ اللَّامِ نَحْوُ ضَرَبْتُهٗ تَادِیْبًا اَیْ لِلتَّادِیْبِ وَ قَعَدْتُ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا اَیْ لِلْجُبْنِ عِنْدَ الزُّجَاجِ هُوَ مَصْدَرٌ تَقْدِیْرُهٗ اَدَّبْتُهٗ تَادِیْبًا وَ جَبَنْتُ جُبْنًا

ترجمہ: مفعول لہ وہ اسم جس کی وجہ سے وہ فعل واقع ہو جو اس سے پہلے مذکور ہو اور اسے لام کے مقدر ہونے کی وجہ سے نصب دیا جاتا ہے جیسے ضَرَبْتُهٗ تَادِيْبًا یعنی لِلتَّادِيْبِ اور قَعَدْتُ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا یعنی لِلْجُبْنِ۔ امام زجاج کے نزدیک وہ مصدر ہے اس کی اصل یہ ہے اَدَّبْتُهٗ تَادِيْبًا اور جَبُنْتُ جُبْنًا

تشریح:

مفعول لہ کی تعریف:

وہ مفعول ہے جسے حاصل کرنے کے لیے یا جس کے وجود کی وجہ سے فعل مذکور کو اس سے پہلے ذکر کیا گیا ہو۔ جیسے ضَرَبْتُهٗ تَادِيْبًا (میں نے اسے ادب سکھانے کے لیے مارا) اس مثال میں تَادِيْبًا مفعول لہ ہے جسے حاصل کرنے کے لیے فعل مذکور اس سے پہلے واقع ہے۔ دوسری مثال: " قَعَدْتُ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا " اس مثال میں " **جُبْنًا** " مفعول لہ ہے جس کے وجود کی وجہ سے فعل مذکور اس سے پہلے واقع ہے۔ مفعول لہ کو **مَفْعُوْلٌ لِأَجْلِهٖ** بھی کہتے ہیں۔

سوال: مصنف علیہ الرحمہ نے مفعول لہ کی تعریف میں فعل کا ذکر کیا ہے جبکہ ضَرْبُ زَيْدٍ عَمْرًوا لِلتَّادِيْبِ، زَيْدٌ ضَارِبٌ عَمْرًوا تَادِيْبًا اور عَمْرٌو مَضْرُوْبٌ تَادِيْباً ان تینوں مثالوں میں کہیں بھی فعل نہیں ہے۔ لہٰذا مصنف علیہ الرحمہ کی تعریف جامع مانع نہیں ہے؟

جواب: مصنف علیہ الرحمہ کی فعل سے مراد، لغوی فعل ہے جو مصدر، اسم فاعل اور اسم مفعول کو بھی شامل ہے۔ اور آپ کی مثالوں میں مفعول لہ سے پہلے بالترتیب مصدر، اسم فاعل اور اسم مفعول پایا جا رہا ہے۔ لہٰذا تعریف جامعیت میں کوئی فرق نہیں ہے۔

مفعول لہ کی پہچان:

مفعول لہ کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ وہ ایسا مصدر ہوتا ہے جو ماقبل فعل کے متعلق سوال کا جواب ہوتا ہے۔ جیسے جب یہ کہا جائے **ضَرَبْتُه**، (میں نے اسے مارا) تو اگر سوال کیا جائے **لِمَاذَا ضَرَبْتَ**؟ کہ (تو نے کیوں مارا؟) تو جواب میں **تَادِيْبًا** کہیں گے۔

مفعول لہ کی قسمیں:

جمہور اور مصنف علیہ الرحمہ کے درمیان مفعول لہ کی اقسام کے بارے میں اختلاف ہے جمہور کے نزدیک مفعول لہ کی ایک ہی قسم ہے جبکہ منصف علیہ الرحمہ کے نزدیک اس کی دو قسمیں ہیں: مفعول لہ صریح اور مفعول لہ غیر صریح

مفعول لہ صریح: جو لام کے مقدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہو۔

مفعول له غیر صریح: جو لام مذکور ہونے کی وجہ سے مجرور ہو۔ دونوں کی مثال: جیسے (يَجْعَلُوْنَ أَصَابِعَهُمْ فِيْ أٰذٰانِهِمْ مِنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ) ترجمہ کنز الایمان: "اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس رہے ہیں، کڑک کے سبب، موت کے ڈر سے"۔ اس مثال میں "حَذَرَ الْمَوْتِ" مفعول لہ صریح ہے اور "مِنَ الصَّوَاعِقِ" مفعول لہ غیر صریح ہے۔

مفعول له منصوب ہونے کی شرائط:

1. مفعول لہ کے منصوب ہونے کے کی پہلی شرط یہ ہے کہ لام مقدر ہو۔
2. مفعول لہ مصدر ہو۔ اگر مصدر نہیں ہو گا تو منصوب بھی نہیں ہو گا، جیسے **وَالْأَرْضَ وَضَعَهَا لِلْأَنَامِ** (اللہ نے زمین کو مخلوق کے لئے بنایا)۔ اس مثال میں "**للانام**" مصدر نہ ہونے کی وجہ سے منصوب نہیں ہے۔
3. فعل اور مفعول کا زمانہ ایک ہو نیز دونوں کا فاعل بھی ایک ہی ہو۔ اگر ایسا نہ ہو تو مفعول لہ منصوب نہیں ہو گا۔ جیسے **اَكْرَمْتُكَ الْيَوْمَ لِوَعْدِيْ بِذٰلِكَ أَمْسِ**۔ (میں نے آج آپ کی عزت کی کیونکہ کل میں نے اس کا وعدہ کیا تھا) اس مثال میں فعل کا زمانہ آج ہے اور مفعول (**لوعدی بذلک أمس**) کا زمانہ گزشتہ ہے۔ **أَكْرَمْتُهٗ لِاِكْرَامِهٖ أَخِيْ** (میں نے اس کی عزت کی اس لیے کہ اس نے میرے بھائی کی تعظیم کی) اس مثال میں فعل (**اکرمت**) کا فاعل متکلم ہے جبکہ مفعول لہ (**لاکرامه**) کا فاعل غائب ہے۔ لہذا ان دونوں مثالوں میں مفعول لہ منصوب نہیں ہو سکتا۔

امام زجّاج کے نزدیک مفعول له کی حیثیت:

امام زجاج کے نزدیک مفعول لہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور کلام عرب میں جہاں کہیں بھی مفعول لہ استعمال ہوتا ہے وہ مفعول مطلق ہوتا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جب مفعول لہ کو تاویل کے ذریعے مفعول مطلق بنانا ممکن ہے تو پھر ایک نئی قسم بنانے کی کیا حاجت ہے۔ لہذا ان کے نزدیک دونوں مثالوں کی تاویل یوں ہو گی: اَدَّبْتُهٗ تَادِيْبًا وَ جَبُنْتُ جُبْنًا ۔

امام زجاج کا رد:

امام زجاج کو یہ جواب دیا گیا کہ مفعول لہ کا ذکر علت کی وجہ سے ہوتا ہے جبکہ مفعول مطلق میں یہ چیز نہیں پائی جاتی لہذا ماننا پڑے گا کہ مفعول لہ اپنی الگ سے حیثیت رکھتا ہے۔

فَصْلٌ اَلْمَفْعُوْلُ مَعَهٗ هُوَ مَا يُذْكَرُ بَعْدَ الْوَاوِ بِمَعْنٰى مَعَ لِمُصَاحَبَةِ مَعْمُوْلِ الْفِعْلِ نَحْوُ جَاءَ الْبَرْدُ وَالْجُبَّاتِ وَجِئْتُ اَنَا وَزَيْدًا اَيْ مَعَ الْجُبَّاتِ وَمَعَ زَيْدٍ فَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ لَفْظًا وَجَازَ الْعَطْفُ يَجُوْزُ فِيْهِ الْوَجْهَانِ اَلنَّصْبُ وَالرَّفْعُ نَحْوُ جِئْتُ اَنَا وَزَيْدًا وَزَيْدٌ وَاِنْ لَمْ يَجُزِ الْعَطْفُ

تَعَيَّنَ النَّصْبُ نَحْوُ جِئْتُ وَزَيْدًا وَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ مَعْنًى وَجَازَ الْعَطْفُ تَعَيَّنَ الْعَطْفُ نَحْوُ مَالِزَيْدٍ وَعَمْرٍو وَاِنْ لَمْ يَجُزِ الْعَطْفُ تَعَيَّنَ النَّصْبُ نَحْوُ مَالَكَ وَزَيْدًا وَمَاشَانُكَ وَعَمْرًا لِاَنَّ الْمَعْنٰى مَاتَصْنَعُ

ترجمہ: مفعول معہ وہ اسم ہے جسے واؤ بمعنی مع کے بعد ذکر کیا گیا فعل کے معمول کی مصاحبت کی وجہ سے جیسے: جَاءَ الْبَرْدُ وَالْجُبَّاتِ وَجِئْتُ اَنَا وَزَيْدًا اَیْ مَعَ الْجُبَّاتِ وَمَعَ زَيْدٍ ۔ پس اگر فعل لفظاً ہو اور عطف بھی جائز ہو تو اس میں دونوں وجہیں نصب اور رفع جائز ہیں جیسے ۔ جِئْتُ اَنَا وَزَيْدًا وَزَيْدٌ ۔ اور اگر عطف جائز نہ ہو تو نصب متعین ہو جائے گا جیسے جِئْتُ وَ زَيْدًا۔ اور اگر فعل معنی ہو اور عطف بھی جائز ہو تو عطف متعین ہو جائے گا جیسے مَالِزَيْدٍ وَعَمْرٍو اور اگر عطف جائز نہ ہو تو نصب متعین ہو جائے گا جیسے مَالَكَ وَزَيْدًا وَمَاشَانُكَ وَعَمْرًا کیونکہ فعل معنوی ماتصنع ہے۔

تشریح:

مفعول معہ کی تعریف:

وہ اسم جو ایسی واؤ کے بعد واقع ہو جو مع کے معنی میں ہو۔ یہ واؤ مصاحبت کے لیے ہوتی ہے یعنی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس کا مدخول ماقبل فعل کے معمول کے ساتھ ہے۔ چاہے معمول فعل، فاعل ہو یا مفعول بہ ہو۔ فاعل کی مثال: جیسے " جَاءَ الْبَرْدُ وَالْجُبَّاتِ "(سردی جبوں کے ساتھ آئی)۔ اس مثال میں **"اَلْجُبَّاتِ"** مفعول معہ ہے جو واؤ بمعنی مع کے بعد واقع ہے اور ماقبل فعل "**جَاءَ**" کے فاعل "**اَلْبَرْدُ**" کا مجیئت (یعنی آنے) والے فعل میں ساتھی اور مصاحب ہے۔ مفعول بہ کی مثال: جیسے "كَفَاكَ وَزَيْدًا دِرْهَمٌ" اس مثال میں "**زید**" مفعول معہ ہے جو واؤ بمعنی مع کے بعد واقع ہے اور ماقبل فعل "**کفیٰ**" کے مفعول بہ "**ک**" ضمیر کا کفایت والے فعل میں ساتھی اور مصاحب ہے۔

مفعول معہ کا اعراب:

1. اگر مفعول معہ کا فعل لفظاً عبارت میں موجود ہو اور عطف بھی جائز ہو تو مفعول معہ پر معطوف علیہ کے مطابق اعراب اور نصب دونوں پڑھ سکتے ہیں۔ جیسے: جِئْتُ أَنَا وَزَيْدٌ اور زَيْداً۔ نصب مفعولیت کی بناء پر اور دوسرا اعراب عطف کی بناء پر دینا درست ہو گا۔

2. اور اگر عطف جائز نہ ہو تو نصب ضروری ہو گا خواہ ماقبل فعل لفظاً ہو یا معنیً۔ جیسے: جِئْتُ وَزَيْدًا۔ کیونکہ اسم ظاہر کا عطف ضمیر مرفوع متصل پر اس وقت جائز ہوتا ہے جب اس کی تاکید ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ لگائی گئی ہو اور یہاں ضمیر متصل کی تاکید نہیں لگائی گئی لہٰذا "زید" کا "تُ" ضمیر متصل پر عطف جائز نہیں ہے۔

3. اگر فعل معنوی ہو (یعنی وہ فعل جو لفظوں میں موجود تو نہ ہو لیکن لفظ سے سمجھا جارہا ہو) اور عطف جائز ہو تو معطوف علیہ کے مطابق ہی اعراب آئے گا۔ جیسے: مَالِزَيْدٍ وَعَمْرٍو۔ اس مثال میں عمرو کا زید پر عطف جائز ہونے کی وجہ سے عمرو، مجرور ہے کیونکہ فعل معنوی عامل ضعیف ہے اور ہے بھی مخفی۔ جبکہ زید سے پہلے لام جارہ عامل قوی ہے کیونکہ یہ لفظی ہونے کے ساتھ ساتھ ظاہر بھی ہے۔

4. اور اگر فعل معنوی ہو لیکن عطف جائز نہ ہو تو نصب دیا جائے گا۔ اگرچہ عامل خفی ضعیف ہے لیکن اسے عمل دینے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں لہٰذا اسے ہی عمل دیدیا گیا۔ جیسے مَالَكَ وَزَيْدًا وَمَاشَانُكَ وَعَمْرًا۔ ان دونوں میں زید اور عمرو کا عطف "ک" ضمیر متصل پر ناجائز ہے۔ کیونکہ ضمیر مجرور پر بغیر اعادہ حرف جر کے عطف جائز نہیں ہوتا۔ اور یہاں دنوں مثالوں میں حرف جر کا اعادہ نہیں ہے لہٰذا عطف جائز نہیں ہے۔ اور اگر دوسری مثال میں عمرو کا عطف شانک پر ڈالیں تب بھی ناجائز ہے کیونکہ مقصود تو مخاطب اور عمرو دونوں کی شان کے بارے میں سوال کرنا ہے نہ کہ ایک کی شان اور دوسرے کی ذات کے بارے میں۔ اور اگر شانک پر عطف کریں تو ایک کی شان اور دوسرے کی ذات کے بارے میں سوال ہو گا جو مقصود کے خلاف ہے۔ مذکورہ دونوں مثالوں میں فعل معنوی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ دونوں مثالوں میں ما استفہامیہ ہے اور استفہام اکثر فعل کا ہوتا ہے لہٰذا اس سے فعل سمجھا جارہا ہے لہٰذا معنی یہ ہو گا: مَاتَصْنَعُ وَزَيْدٌ (تو کیا کرتا ہے زید کے ساتھ) اور مَاتَصْنَعُ وَعَمْرٌو (تو کیا کرتا ہے عمرو کے ساتھ) اسی طرح "مَالِزَيْدٍ وَعَمْرٍو" کا معنی ہے مَايَصْنَعُ زَيْدٌ وَعَمْرٌو (زید اور عمرو کیا کرتے ہیں۔)

تنبیہ: اگر کوئی اسم لفظ مَعَ کے بعد آئے گا تو وہ مفعول معہ نہیں ہو گا۔ جیسے: ذَهَبْتُ مَعَ زَيْدٍ۔

فَصْلٌ اَلْحَالُ لَفْظٌ يَدُلُّ عَلٰى بَيَانِ هَيْئَةِ الْفَاعِلِ اَوِ الْمَفْعُوْلِ بِهٖ اَوْ كِلَيْهِمَا نَحْوُ جَاءَنِي زَيْدٌ رَاكِبًا وَضَرَبْتُ زَيْدًا مَشْدُوْدًا وَلَقِيْتُ عَمْرًا رَاكِبَيْنِ وَقَدْ يَكُوْنُ الْفَاعِلُ مَعْنَوِيًّا نَحْوُ زَيْدٌ فِي الدَّارِ قَائِمًا لِاَنَّ مَعْنَاهُ زَيْدٌ اسْتَقَرَّ فِي الدَّارِ قَائِمًا وَكَذَا الْمَفْعُوْلُ بِهٖ نَحْوُ هٰذَا زَيْدٌ قَائِمًا فَاِنَّ مَعْنَاهُ الْمُشَارُ اِلَيْهِ قَائِمًا هُوَ زَيْدٌ وَالْعَامِلُ فِي الْحَالِ فِعْلٌ اَوْ مَعْنٰى فِعْلٍ وَالْحَالُ نَكِرَةٌ اَبَدًا وَذُوالْحَالِ مَعْرِفَةٌ غَالِبًا كَمَا رَاَيْتَ فِي الْاَمْثِلَةِ الْمَذْكُوْرَةِ فَاِنْ كَانَ ذُوالْحَالِ

نَكِرَةً يَجِبُ تَقْدِيمُ الْحَالِ عَلَيْهِ نَحْوُ جَاءَنِي رَاكِبًا رَجُلٌ لِئَلَّا تَلْتَبِسَ بِالصِّفَةِ فِي حَالَةِ النَّصْبِ فِي مِثْلِ قَوْلِكَ رَاَيْتَ رَجُلًا رَاكِبًا وَقَدْ تَكُوْنُ الْحَالُ جُمْلَةً خَبْرِيَّةً نَحْوُ جَاءَنِي زَيْدٌ وَغُلَامُهُ رَاكِبٌ اَوْيَرْكَبُ غُلَامُهُ وَمِثَالُ مَاكَانَ عَامِلُهَا مَعْنَى الْفِعْلِ نَحْوُ هٰذَا زَيْدٌ قَائِمًا مَعْنَاهُ أُنَبِّهُ وَاُشِيْرُ وَقَدْ يُحْذَفُ الْعَامِلُ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ كَمَا تَقُوْلُ لِلْمُسَافِرِ سَالِمًا غَانِمًا اَىْ تَرْجِعُ سَالِمًا غَانِمًا

ترجمہ: حال وہ لفظ ہے جو فاعل یا مفعول بہ یا دونوں کی ہیئت پر دلالت کرے جیسے جَاءَنِي زَيْدٌ رَاكِبًا وَضَرَبْتُ زَيْدًا مَشْدُوْدًا وَلَقِيْتُ عَمْرًا رَاكِبَيْنَ۔ اور کبھی فاعل معنوی ہوتا ہے جیسے زَيْدٌ فِي الدَّارِ قَائِمًا۔ کیونکہ اس کا معنی ہے زَيْدٌ اِسْتَقَرَّ فِي الدَّارِ قَائِمًا (زید قرار پکڑے ہوئے ہیں گھر میں اس حال میں کہ وہ کھڑا ہے)۔ اوراسی طرح مفعول بہ ہے جیسے هٰذَا زَيْدٌ قَائِمًا ۔ کیونکہ اس کا معنی ہے وہ جس کی طرف اشارہ کیا گیاہے درحال کہ وہ کھڑا ہونے والا ہے وہ زید ہے۔ اور حال میں عامل فعل ہے یا معنی فعل ہے۔ اور حال ہمیشہ نکرہ ہوتا ہے اور ذوالحال اکثر معرفہ ہوتا ہے جیسا کہ تونے مذکورہ مثالوں میں دیکھا۔ پس اگر ذوالحال نکرہ ہو تو حال کی اس پر تقدیم واجب ہے جیسے جَاءَنِي رَاكِبًا رَجُلٌ ۔ تاکہ حالت نصب میں صفت کے ساتھ التباس نہ ہو جائے تیرے قول کی " رَاَيْتَ رَجُلًا رَاكِبًا " مثل میں۔ اور کبھی حال جملہ خبریہ ہوتا ہے جیسے جَاءَنِي زَيْدٌ وَغُلَامُهُ رَاكِبٌ اَوْيَرْكَبُ غُلَامُهُ۔ اوراس حال کی مثال جس میں عامل معنی فعل ہو جیسے هٰذَا زَيْدٌ قَائِمًا اس کا معنی "اُشِيْرُ" اور "اُنَبِّهُ" ہے۔ اور کبھی عامل کو قرینہ پائے جانے کی وجہ سے حذف کر دیا جاتا ہے جیسے تیرا مسافر کے لیے کہنا: سَالِمًا غَانِمًا اَىْ تَرْجِعُ سَالِمًا غَانِمًا (تم سلامتی کے ساتھ کامیاب ہو کر واپس آؤ)۔

تشریح:

حال کی تعریف:

حال وہ اسم ہے جو فاعل یا مفعول یا دونوں کی حالت فاعلی یا مفعولی کو بیان کرے۔ جیسے جَاءَنِیْ زَیْدٌ رَاکِبًا (زید میرے پاس آیا اس حال میں کہ وہ سوار تھا) اس مثال میں " رَاکِبًا" حال ہے۔ اور یہ " زَیْدٌ " کی حالت فاعلی کو بیان کر رہاہے۔ "ضَرَبْتُ زَیْدًا مَشْدُوْدًا" (میں نے زید کو مارا اس حال میں کہ وہ بندھا ہوا تھا) اس مثال میں " مَشْدُوْدًا" حال ہے اور یہ "زَیْدًا" مفعول کی حالت مفعولی کو بیان کر رہاہے۔ "لَقِیْتُ عَمْرًا رَاکِبَیْنَ "(میں نے عمرو سے ملاقات کی اس حال میں کہ میں اور عمرو دونوں سوار تھے۔) اس مثال میں "راکبین" حال ہے۔ اور یہ "تُ" ضمیر کی حالت فاعلی اور "عمرو" کی حالت مفعولی بیان کر رہاہے۔

فاعل اور مفعول بہ معنوی بھی ہو سکتا ہے:

فاعل اور مفعول بہ کے لیے ضروری نہیں کہ وہ لفظی ہی ہوں بلکہ معنوی بھی ہو سکتے ہیں۔

فاعل معنوی کی مثال: جیسے "زَیْدٌ فِی الدَّارِ قَائِمًا "اس مثال میں "قَائِمًا" فاعل معنوی سے حال ہے جو لفظوں میں تو موجود نہیں ہے لیکن کلام میں سمجھا جارہاہے اس لیے کہ اس کا معنی ہے "زَیْدٌ اِسْتَقَرَّ فِی الدَّارِ قَائِمًا "اور "قَائِمًا" "اِسْتَقَرَّ" کی ضمیر فاعل سے حال ہے۔

مفعول معنوی کی مثال: جیسے ھٰذَا زَیْدٌ قَائِمًا (یہ زید ہے اس حال میں کہ وہ کھڑا ہونے والا ہے)۔ اس مثال میں "قَائِمًا" مفعول معنوی "زَیْد" سے حال ہے اس لیے کہ لفظ کے اعتبار سے یہ مبتداء کی خبر ہے لیکن "ھَا" حرف تنبیہ سے جو معنی تنبیہ اور "ذَا" اسم اشارہ سے جو معنی اشارہ سمجھے جارہاہے اس معنی تنبیہ اور اشارہ کے اعتبار سے "زَیْد" مفعول بہ معنوی ہے کہ "ھٰذا" معنی فعل کو متضمن ہے اصل عبارت یوں تھی "**اُشِیْرُ اِلٰی زَیْدٍ**"۔۔یا۔۔"**اُنَبِّهُ اِلٰی زَیْدٍ حَالَ کَوْنِهٖ قَائِمًا**" پس زید بواسطہ حرف جر مفعول بہ معنوی ہے اور "**قَائِمًا**" اس کا حال۔

حال کا عامل:

حال میں عامل ہمیشہ فعل ہوتا ہے چاہے وہ ملفوظ ہو یا مقدر ہو یا چاہے معنی فعل ہو (یعنی اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ، اسم تفضیل، مصدر، ظرف، جار مجرور اور اسمائے افعال میں سے کوئی ایک ہو) اسی طرح ہر وہ کلمہ جس سے معنی فعل مستنبط ہو حال کا عامل ہوتا ہے۔ جیسے حرف نداء، حرف تنبیہ، اسم اشارہ، تمنی، ترجی اور تشبیہ وغیرہ مثلاً "**ھٰذَا زَیْدٌ قَائِمًا**" سے "**اُنَبِّهُ**" اور "**اُشِیْرُ**" اور "**یَا زَیْدُ قَائِمًا**" سے "**اَدْعُو**" اور "**لَعَلَّهٗ فِی الدَّارِ قَائِمًا**" سے "**تَرَجَّیْتُ**" سمجھا جاتا ہے۔

حال کے احکام:

1. حال ہمیشہ نکرہ ہوتا ہے۔ کیونکہ حال حقیقت میں محکوم بہ ہوتا ہے اور محکوم بہ میں اصل نکرہ ہونا ہے۔ اور ذوالحال اکثر معرفہ یا نکرہ مخصوصہ ہوتا ہے۔ کیونکہ ذوالحال حقیقت میں محکوم علیہ ہوتا ہے اور محکوم علیہ میں اصل معرفہ ہونا ہے۔ اور اگر کبھی حال معرفہ ہو تو یہ نکرہ کی تاویل میں ہو گا۔ جیسے اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ (میں اللہ عزوجل پر ایمان لایا

اس حال میں کہ وہ ایک ہے)اس مثال میں "**وَحْدَہٗ**" حال ہے جو کہ معرفہ ہے لیکن یہ "**مُنْفَرِدًا**" کی تاویل میں ہے۔ اور "**مُنْفَرِدًا**" نکرہ ہے۔

2. اگر ذوالحال نکرہ ہو تو حال کو اس پر مقدم کریں گے۔ جیسے " جَاءَنِیْ رَاکِبًا رَجُلٌ "اس مثال میں رَاکِبًا، رَجُلٌ کا حال واقع ہو رہا ہے۔ اور "رَجُلٌ "کیونکہ نکرہ ہے۔ اس لئے "رَاکِبًا" حال کو ذوالحال پر مقدم کیا گیا۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو ذوالحال کے منصوب ہونے کی صورت میں حال کا صفت کے ساتھ التباس ہو جائے گا۔ جیسے " رَاَیْتُ رَجُلًا رَاکِبًا" اس مثال میں حال کے ساتھ ساتھ یہ احتمال بھی پایا جارہا ہے کہ "راکبا، رجلا" کی صفت ہو کیونکہ دونوں منصوب ہیں اور مطابقت بھی پائی جارہی ہے۔ لہٰذا اس التباس سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ حال کو ذوالحال پر مقدم کر دیا جائے۔

سوال: ذوالحال کے مرفوع ہونے کی صورت میں التباس کا خوف نہیں ہے لیکن پھر بھی حال کو مقدم کر دیا جاتا ہے۔ کیوں؟

جواب: ذوالحال مرفوع ہونے کی صورت میں حال کو باب کی موافقت کی وجہ سے مقدم کیا جاتا ہے۔

3. کبھی جملہ خبریہ بھی حال واقع ہوتا ہے۔ جیسے " جَاءَنِیْ زَیْدٌ وَغُلَامُہٗ رَاکِبٌ اَوْیَرْکَبُ غُلَامُہٗ "(میرے پاس زید آیا اس حال میں کہ اس کا غلام سوار تھا۔۔یا۔۔اس کا غلام سوار تھا)۔ پہلی مثال میں " غُلَامُہٗ رَاکِبٌ "جملہ اسمیہ خبریہ زَیْدٌ "فاعل سے حال بن رہا ہے۔ اور دوسری مثال میں " یَرْکَبُ غُلَامُہٗ "جملہ فعلیہ خبریہ " زَیْدٌ "فاعل سے حال بن رہا ہے۔ اور حال کا عامل معنی فعل ہو تو اس کی مثال: جیسے ھٰذَا زَیْدٌ قَائِمًا اس کا معنی "اُشِیْرُ" اور "اُنَبِّہُ" ہے۔

4. جب جملہ حال بن رہا ہو تو اس صورت میں حال اور ذوالحال کے درمیان تعلق پیدا کرنے کیلئے ایک رابطے کا ہونا ضروری ہے اور یہ رابطہ واؤ یا ضمیر یا دونوں ہو سکتے ہیں۔ جیسے " لَاتَضْرِبِ الرَّجُلَ وَھُوَمَظْلُوْمٌ " (آدمی کو نہ مار اس حال میں کہ وہ مظلوم ہے)اس مثال میں تعلق کیلئے واؤ اور ضمیر دونوں موجود ہیں۔ اور " کُنْتُ نَبِیًّا وَّ آدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَ الطِّیْنِ " (میں نبی تھا اس حال میں کہ آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے)اس مثال میں تعلق پیدا کرنے کیلئے واؤ موجود ہے۔ "ضَرَبْتُ زَیْدًا ھُوَقَائِمٌ "اس میں "ھُوَ" تعلق پیدا کرنے کیلئے موجود ہے۔

5. کبھی قرینہ پائے جانے کی وجہ سے حال کا عامل حذف کر دیا جاتا ہے۔ جیسے تیرا مسافر کے لیے کہنا: "سَالِمًا غَانِمًا "اس مثال میں قرینہ حالیہ پایا جارہا ہے اور وہ ہے مسافر کا واپس لوٹ کر آنا۔ اس کے لیے " تَرْجِعُ " فعل محذوف ہے۔ عبارت یوں بنے گی "تَرْجِعُ سَالِمًا غَانِمًا "(تم سلامتی کے ساتھ کامیاب ہو کر واپس آؤ) ۔" تَرْجِعُ "کی " ھو"ضمیر سے "سالمًا" حال بن رہا ہے۔

فَصْلٌ اَلتَّمْيِيْزُ هُوَ نَكِرَةٌ تُذْكَرُ بَعْدَ مِقْدَارٍ مِّنْ عَدَدٍ اَوْ كَيْلٍ اَوْ وَزْنٍ اَوْ مُسَاحَةٍ اَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا فِيْهِ اِبْهَامٌ تَرْفَعُ ذٰلِكَ الْاِبْهَامُ نَحْوُ عِنْدَهٗ عِشْرُوْنَ دِرْهَمًا وَقَفِيْزَانِ بُرًّا وَمَنْوَانِ سَمْنًا وَجَرِيْبَانِ قُطْنًا وَعَلَى التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زُبْدًا وَقَدْ يَكُوْنُ عَنْ غَيْرِ مِقْدَارٍ نَحْوُ هٰذَا خَاتَمٌ حَدِيْدًا وَسِوَارٌ ذَهَبًا وَفِيْهِ الْخَفْضُ اَكْثَرُ وَقَدْ يَقَعُ بَعْدَ الْجُمْلَةِ لِرَفْعِ الْاِبْهَامِ عَنْ نِسْبَتِهَا نَحْوُ طَابَ زَيْدٌ نَفْسًا اَوْ عِلْمًا اَوْ اَبًا

ترجمہ: تمیز وہ نکرہ ہے جو مقدار کے بعد ذکر کیا جاتا ہے وہ مقدار عدد ہو یا کیل ہو یا وزن ہو یا مساحت ہو یا ان میں سے کوئی اور ایسی چیز جس میں پوشیدگی ہو۔ تمیز اس پوشیدگی کو دور کرتی ہے۔ جیسے عِنْدَهٗ عِشْرُوْنَ دِرْهَمًا وَقَفِيْزَانِ بُرًّا وَمَنْوَانِ سَمْنًا وَجَرِيْبَانِ قُطْنًا وَعَلَى التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زُبْدًا اور کبھی تمیز غیر مقدار سے بھی ہوتی ہے جیسے هٰذَا خَاتَمٌ حَدِيْدًا وَسِوَارٌ ذَهَبًا۔ اور اس میں اکثر کسرہ آتی ہے۔ اور کبھی تمیز جملہ کے بعد واقع ہوتی ہے تاکہ نسبت سے پوشیدگی دور کرے جیسے طَابَ زَيْدٌ نَفْسًا اَوْ عِلْمًا اَوْ اَبًا۔

تشریح:

تمییز کی صورتیں:

تمیز کا لغوی معنی ہے اٹھانا، جدا کرنا جبکہ اصطلاحی تعریف وہ ہے جو مصنف علیہ الرحمہ نے کی ہے۔ اس تعریف کے اعتبار سے تمیز کی تین صورتیں بنتی ہیں: (1) مفرد مقدار سے پوشیدگی دور کرنا۔ (2) مفرد غیر مقدار سے پوشیدگی دور کرنا۔ (3) جملہ کی نسبت سے پوشیدگی دور کرنا۔ ان میں سے ہر ایک کی وضاحت پیش خدمت ہے:

(1) مفرد مقدار سے پوشیدگی دور کرنا:

وہ تمیز جسے مقدار کے بعد ذکر کیا گیا ہو تاکہ مقدار سے ابہام دور کیا جائے۔ جیسے عِنْدَهٗ عِشْرُوْنَ دِرْهَمًا۔

مقدار کی قسمیں:

مقدار کہتے ہیں "مَا يُقَدَّرُ بِهِ الشَّيْءُ" یعنی جس سے کسی چیز کا اندازہ کیا جائے۔ اس کی پانچ قسمیں ہیں:

1. **عدد:** جیسے عِنْدَہٗ عِشْرُوْنَ دِرْھَمًا۔ اس مثال میں "عِشْرُوْنَ" اسم عدد ہے جس میں اس اعتبار سے ابہام پایا جارہا ہے کہ اس کا مصداق کون ہے لیکن "دِرْھَمًا" نے اس ابہام کو ختم کر دیا اور معلوم ہو گیا کہ اس کے پاس بیس درہم ہیں۔
2. **کیل** (یعنی پیمانہ): جیسے عِنْدِیْ قَفِیْزَانِ بُرًّا۔ اس مثال میں "قَفِیْزَانِ" قفیز کا تثنیہ ہے جو کہ ایک قسم کا پیمانہ ہے اس میں مصداق کے اعتبار سے ابہام تھا جسے "بُرًّا" تمییز نے دور کر دیا ہے۔
3. **وزن:** جیسے عِنْدِیْ مَنَوَانِ سَمْنًا۔ اس مثال میں "مَنَوَانِ" "مَنٌّ" کا تثنیہ ہے جو وزن کے لیے استعمال ہوتا ہے اس میں ابہام تھا جسے "سَمْنًا" تمییز نے دور کر دیا ہے۔
4. **مساحت** (یعنی پیمائش کرنا): جیسے عِنْدِیْ جَرِیْبَانِ قُطْنًا۔ اس مثال میں "جَرِیْبَانِ" "جَرِیْبٌ" کا تثنیہ ہے جو پیمائش کے لیے استعمال ہوتا ہے اس میں ابہام تھا جسے "قُطْنًا" تمییز نے دور کر دیا ہے۔
5. **مقیاس** (وہ چیز جس سے اندازہ کیا جائے): جیسے عَلَی التَّمْرَۃِ مِثْلُھَا زُبْدًا (کھجور پر اسی کی مثل مکھن ہے۔)۔ اس مثال میں "مِثْلُھَا" مقیاس ہے اور "زُبْدًا" اس کی تمییز ہے جو "مِثْلُھَا" سے ابہام کو دور کر رہی ہے۔

(2) مفرد غیر مقدار سے پوشیدگی دور کرنا۔

وہ تمییز جو مقدار کی پانچ قسموں میں سے کسی کے ساتھ بھی تعلق نہ رکھتی ہو۔ جیسے ھٰذَا خَاتَمٌ حَدِیْدًا وَسِوَارٌ ذَھَبًا ۔ اس تمییز کو منصوب پڑھنا بھی جائز ہے لیکن کثرت استعمال میں اضافت کی وجہ سے مجرور ہوتی ہے۔

(3) جملہ کی نسبت سے پوشیدگی دور کرنا۔

وہ تمییز جو جملے میں پائی جانے والی نسبت کو دور کرتی ہے۔ جیسے طَابَ زَیْدٌ نَفْسًا۔ اس مثال میں "طَابَ" کی نسبت زید کی طرف ہے اس میں ابہام تھا اور "نَفْسًا" نے اس ابہام کو دور کر دیا ہے۔ اسی طرح "طَابَ زَیْدٌ عِلْمًا" میں "عِلْمًا" نے نسبت سے ابہام کو دور کر دیا ہے۔ اور "طَابَ زَیْدٌ اَبًا" میں "اَبًا" نے نسبت سے ابہام کو دور کر دیا ہے۔

فَصْلٌ اَلْمُسْتَثْنٰی لَفْظٌ یُذْکَرُ بَعْدَاِلَّا وَاَخَوَاتِھَا لِیُعْلَمَ اَنَّہٗ لَا یُنْسَبُ اِلَیْہِ مَانُسِبَ اِلٰی مَاقَبْلِھَا وَھُوَ عَلٰی قِسْمَیْنِ مُتَّصِلٌ وَھُوَ مَااُخْرِجَ عَنْ مُتَعَدَّدٍ بِاِلَّاوَاَخَوَاتِھَا نَحْوُ جَاءَنِی الْقَوْمُ اِلَّا زَیْدًا وَمُنْقَطِعٌ وَ ھُوَ الْمَذْکُوْرُ بَعْدَ اِلَّا وَاَخَوَاتِھَا غَیْرَ مُخْرَجٍ عَنْ مُتَعَدَّدٍ لِعَدَمِ

دُخُوْلِهٖ فِي الْمُسْتَثْنٰى مِنْهُ نَحْوُ جَاءَنِي الْقَوْمُ اِلَّا حِمَارًا وَاعْلَمْ اَنَّ اِعْرَابَ الْمُسْتَثْنٰى عَلٰى

اَرْبَعَةِ اَقْسَامٍ فَاِنْ كَانَ مُتَّصِلًا وَقَعَ بَعْدَ اِلَّا فِي كَلَامٍ مُوْجَبٍ اَوْ مُنْقَطِعًا كَمَا مَرَّ اَوْ مُقَدَّمًا

عَلَى الْمُسْتَثْنٰى مِنْهُ نَحْوُ مَا جَاءَنِي اِلَّا زَيْدًا اَحَدٌ اَوْ كَانَ بَعْدَ خَلَا وَعَدَا عِنْدَ الْاَكْثَرِ اَوْ بَعْدَ

مَا خَلَا وَمَا عَدَا وَلَيْسَ وَلَا يَكُوْنُ نَحْوُ جَاءَنِي الْقَوْمُ خَلَا زَيْدًا --الخ-- كَانَ مَنْصُوْبًا وَاِنْ كَانَ

بَعْدَ اِلَّا فِي كَلَامٍ غَيْرِ مُوْجَبٍ وَهُوَ كُلُّ كَلَامٍ يَكُوْنُ فِيْهِ نَفْيٌ وَنَهْيٌ وَاسْتِفْهَامٌ وَالْمُسْتَثْنٰى

مِنْهُ مَذْكُوْرٌ يَجُوْزُ فِيْهِ الْوَجْهَانِ اَلنَّصْبُ وَالْبَدْلُ عَمَّا قَبْلَهَا نَحْوُ مَا جَاءَنِي اَحَدٌ اِلَّا زَيْدًا وَاِلَّا

زَيْدٌ وَاِنْ كَانَ مُفَرَّغًا بِاَنْ يَّكُوْنَ بَعْدَ اِلَّا فِي كَلَامٍ غَيْرِ مُوْجَبٍ وَالْمُسْتَثْنٰى مِنْهُ غَيْرُ مَذْكُوْرٍ

كَانَ اِعْرَابُهُ بِحَسْبِ الْعَوَامِلِ تَقُوْلُ مَا جَاءَنِي اِلَّا زَيْدٌ وَمَا رَاَيْتَ اِلَّا زَيْدًا وَمَا مَرَرْتَ اِلَّا بِزَيْدٍ

وَاِنْ كَانَ بَعْدَ غَيْرَ وَسِوٰى وَسَوَاءَ وَحَاشَا عِنْدَ الْاَكْثَرِ كَانَ مَجْرُوْرًا نَحْوُ جَاءَنِي الْقَوْمُ غَيْرَ

زَيْدٍ وَسِوى زَيْدٍ وَسِوَاءِ زَيْدٍ وَحَاشَا زَيْدٍ وَاعْلَمْ اَنَّ اِعْرَابَ غَيْرُ كَاِعْرَابِ الْمُسْتَثْنٰى بِاِلَّا

تَقُوْلُ جَاءَنِي الْقَوْمُ غَيْرَ زَيْدٍ وَغَيْرَ حِمَارٍ وَمَا جَاءَنِي غَيْرَ زَيْدٍ الْقَوْمُ وَمَا جَاءَنِي اَحَدٌ

غَيْرَ زَيْدٍ وَغَيْرُ زَيْدٍ وَمَا جَاءَنِي غَيْرُ زَيْدٍ وَمَا رَاَيْتَ غَيْرَ زَيْدٍ وَمَا مَرَرْتُ بِغَيْرِ زَيْدٍ وَاعْلَمْ اَنَّ

لَفْظَةَ غَيْرَ مَوْضُوْعَةٌ لِلصِّفَةِ قَدْ تُسْتَعْمَلُ لِلْاِسْتِثْنَاءِ كَمَا اَنَّ لَفْظَةَ اِلَّا مَوْضُوْعَةٌ

لِلْاِسْتِثْنَاءِ وَقَدْ تُسْتَعْمَلُ لِلصِّفَةِ كَمَا فِي قَوْلِهٖ تَعَالٰى لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا اَيْ

غَيْرُ اللّٰهِ وَكَذٰلِكَ قَوْلُكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

ترجمہ: مستثنٰی وہ لفظ ہے جو اِلّا اور اس کے ملحقات کے بعد ذکر کیا گیا ہو تا کہ جانا جائے کہ جو چیز اس کے ماقبل کی طرف منسوب کی گئی ہے وہ اس کی طرف منسوب نہیں ہے۔اور وہ دو قسموں پر مشتمل

ہے۔ متصل: جو اِلّا اور اس کے ملحقات کے ذریعے متعدد سے خارج کیا گیا ہو جیسے جَاءَنِی الْقَوْمُ اِلَّا زَیْدًا۔ یا منقطع: وہ جو اِلّا اور اس کے ملحقات کے بعد ذکر کیا گیا ہو لیکن اسے متعدد سے خارج نہ کیا گیا ہو اس کے مستثنیٰ منہ میں داخل نہ ہونے کی وجہ سے۔ جیسے جَاءَنِی الْقَوْمُ اِلَّا حِمَارًا ۔ تو جان کہ مستثنیٰ کا اعراب چار قسموں پر مشتمل ہے۔ پس اگر مستثنیٰ متصل اِلَّا کے بعد کلام موجب میں واقع ہو یا مستثنیٰ منقطع ہو جیسا کہ گزر چکا یا مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ پر مقدم ہو جیسے مَاجَاءَنِی اِلَّا زَیْدًا اَحَدٌ۔ یا مستثنیٰ خلا اور عدا کے بعد واقع ہو اکثر کے نزدیک یا ماخلا، ماعدا، لیس اور لا یکون کے بعد واقع ہو جیسے جَاءَنِی الْقَوْمُ خَلَا زَیْدًا۔ وغیرہ تو مستثنیٰ منصوب ہو گا۔ اور اگر مستثنیٰ اِلَّا کے بعد کلام غیر موجب میں ہو اور کلام غیر موجب ہر وہ کلام ہے جس میں نفی، نہی اور استفہام ہو، اور مستثنیٰ منہ مذکور ہو تو اس میں دو وجہیں جائز ہیں۔ نصب اور ما قبل سے بدل جیسے مَاجَاءَنِی اَحَدٌ اِلَّا زَیْدًا وَاِلَّا زَیْدٌ ۔ اور اگر مستثنیٰ مفرغ ہو اس طرح کہ اِلَّا کے بعد کلام غیر موجب میں ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو تو اس کا اعراب عوامل کے مطابق ہو گا جیسے تو کہے: مَاجَاءَنِی اِلَّا زَیْدٌ وَمَارَاَیْتَ اِلَّا زَیْدًا وَمَامَرَرْتَ اِلَّا بِزَیْدٍ ۔ اور اگر مستثنیٰ غیر، سویٰ، سواء اور حاشا کے بعد ہو تو اکثر کے نزدیک مجرور ہو گا جیسے جَاءَنِی الْقَوْمُ غَیْرُ زَیْدٍ وَسِوی زَیْدٍ وَسِوَاءَ زَیْدٍ وَحَاشَا زَیْدٍ۔ اور تو جان لے کہ غیر کا اعراب مستثنیٰ بالّا کے اعراب کی طرح ہے جیسے تو کہے جَاءَنِی الْقَوْمُ غَیْرَ زَیْدٍ وَغَیْرَ حِمَارٍ وَمَاجَاءَنِی غَیْرَ زَیْدِنِ الْقَوْمُ وَمَاجَاءَنِی اَحَدٌ غَیْرَزَیْدٍ وَغَیْرُ زَیْدٍ وَمَاجَاءَنِی غَیْرُ زَیْدٍ وَمَارَاَیْتَ غَیْرَ زَیْدٍ وَمَامَرَرْتُ بِغَیْرِ زَیْدٍ ۔ اور تو جان لے کہ بیشک لفظ غیر صفت کے لیے وضع کیا گیا ہے اور کبھی استثناء کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جیسے لفظ اِلّا استثناء کے لیے وضع کیا گیا ہے اور کبھی صفت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان میں: لَوْکَانَ فِیْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللهُ لَفَسَدَتَا یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ اسی طرح تمہارا قول لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ۔

تشریح:

استثناء کی تعریف:

استثناء کا لغوی معنی کسی چیز کو الگ کرنا ہے، جبکہ اصطلاح میں حرف استثناء کے ساتھ کسی کو ما قبل کے حکم سے نکال دینا استثناء کہلاتا ہے۔ جیسے جَاءَنِی الْقَوْمُ اِلَّا زَیْدًا (میرے پاس قوم آئی سوائے زید کے) اس مثال میں "زَیْد" کو حرف استثناء **اِلَّا** کے ذریعے ما قبل کے حکم سے خارج کیا گیا ہے۔ جسے خارج کیا جائے اس کو مستثنیٰ اور جس سے خارج کیا جائے اسے مستثنیٰ منہ اور جس حرف کے ذریعے استثناء کیا جائے اس کو حرف استثناء کہتے ہیں۔ جیسے مذکورہ مثال میں **اَلْقَوْمُ** مستثنیٰ منہ اور **زَیْدًا** مستثنیٰ اور **اِلَّا** حرف استثناء ہے۔

حروف استثناء:

حروف استثناء گیارہ ہیں: 1۔اِلَّا 2۔ غَیْرَ 3۔ سِوٰی 4۔ سِوَاءَ 5۔ خَلَا 6۔ مَاخَلَا 7۔ عَدَا 8۔ مَاعَدَا 9۔ حَاشَا 10۔ لَیْسَ 11۔ لَایَکُوْنُ۔

مستثنی کی اقسام:

مستثنی کی دو قسمیں ہیں: 1۔ مستثنی متصل 2۔ مستثنی منقطع

مستثنی متصل کی تعریف:

مستثنی متصل اسے کہتے ہیں جو مستثنی منہ کے حکم میں داخل ہو لیکن حرف استثناء کے ذریعے اسے نکال دیا گیا ہو۔ جیسے جَاءَنِی الْقَوْمُ اِلَّازَیْدًا ،**زید** ، قوم کے حکم میں داخل تھا لیکن **اِلَّا** حرف استثناء کے ذریعے اس کو نکال دیا گیا۔

مستثنی منقطع کی تعریف:

مستثنی منقطع اسے کہتے ہیں جو مستثنی منہ کے حکم میں داخل نہ ہو۔ جیسے جَاءَنِی الْقَوْمُ اِلَّا حِمَارًا، اس مثال میں **حِمَارًا**، مستثنی ہے جو کہ مستثنی منہ **اَلْقَوْمُ** کے حکم میں داخل نہیں۔

مستثنٰی کے اعراب کو بیان کرنے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ جس کلام میں استثناء ہو اسکی دو قسمیں ہیں: 1۔ کلام موجب 2۔ کلام غیر موجب

کلام موجب:

جس میں نفی، نہی یا استفہام نہ پایا جائے۔ جیسے جَاءَ الْقَوْمُ اِلَّازَیْدًا۔

کلام غیر موجب:

جس میں نفی، نہی یا استفہام ہو۔ جیسے مَاجَاءَ الْقَوْمُ اِلَّازَیْدًا۔

مستثنی کا اعراب:

مستثنی کے اعراب کی چار صورتیں ہیں: 1۔ منصوب 2۔ منصوب یا ماقبل کے مطابق 3۔ عامل کے مطابق 4۔ مجرور

منصوب:

1. جب مستثنی اِلَّا کے بعد کلام موجب میں واقع ہو، جیسے جَاءَنِی الْقَوْمُ اِلَّازَیْدًا۔
2. جب مستثنی، مستثنی منہ سے پہلے اور کلام غیر موجب میں واقع ہو۔، جیسے مَاجَاءَنِی اِلَّازَیْدًا اَحَدٌ۔
3. جب مستثنی منقطع ہو۔ جیسے جَاءَ الْقَوْمُ اِلَّاحِمَارًا۔
4. جب مستثنی مَاخَلَا، مَاعَدَا ،لَیْسَ یا لَایَکُوْنُ کے بعد واقع ہو۔ جیسے جَاءَ الْقَوْمُ مَاخَلَازَیْدًا۔
5. جب مستثنی خَلَا اور عَدَا کے بعد واقع ہو تو اکثر علماء کے مذہب پر منصوب ہو گا۔ جیسے جَاءَ الْقَوْمُ عَدَازَیْدًا۔

منصوب یا ماقبل کے مطابق:

جب مستثنیٰ کلام غیر موجب میں اِلاَّ کے بعد واقع ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور اور مقدم ہو تو دو طرح سے پڑھنا درست ہے منصوب اور ما قبل کے مطابق، جیسے مَا جَاءَنِی اَحَدٌ اِلَّا زَیْدًا وَاِلَّا زَیْدٌ (میرے پاس کوئی ایک بھی نہیں آیا سوائے زید کے)۔

عامل کے مطابق:

جب مستثنیٰ مفرغ ہو (یعنی مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو) اور کلام غیر موجب میں واقع ہو تو اس صورت میں اس کا اعراب عامل کے مطابق ہوگا۔ جیسے مَا جَاءَنِی اِلَّا زَیْدٌ وَمَا رَاَیْتُ اِلَّا زَیْدًا وَمَا مَرَرْتُ اِلَّا بِزَیْدٍ۔

مجرور:

جب مستثنیٰ لفظ **غَیْرَ، سِوٰی، سواءَ** کے بعد واقع ہو تو مستثنیٰ کو مجرور پڑھیں گے۔ اور اکثر نحویوں کے نزدیک **حَاشَا** کے بعد بھی مجرور پڑھیں گے۔ جیسے جَاءَنِی الْقَوْمُ غَیْرَ زَیْدٍ، جَاءَنِی الْقَوْمُ سِوٰی زَیْدٍ، جَاءَنِی الْقَوْمُ سَوَاءَ زَیْدٍ، جَاءَنِی الْقَوْمُ حَاشَا زَیْدٍ۔

غیر کے اعراب:

لفظ غَیْرُ کا اعراب اِلاَّ کے بعد واقع ہونے والے مستثنیٰ کی طرح ہوتا ہے۔ جیسے: جَاءَنِی الْقَوْمُ غَیْرَ زَیْدٍ وَغَیْرَ حِمَارٍ وَمَا جَاءَنِی غَیْرَ زَیْدٍ الْقَوْمُ وَمَا جَاءَنِی اَحَدٌ غَیْرُ زَیْدٍ وَغَیْرَ زَیْدٍ وَمَا جَاءَنِی غَیْرُ زَیْدٍ وَمَا رَاَیْتُ غَیْرَ زَیْدٍ وَمَا مَرَرْتُ بِغَیْرِ زَیْدٍ

لفظ غیر کی وضع:

لفظ غیر کی اصل وضع صفت کے معنی کے لیے ہے لیکن کبھی کبھی استثناء کے معنی کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جس طرح لفظ اِلّا کی وضع استثناء کے معنی کے لیے ہے لیکن کبھی غیر اور صفت کے معنی کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔

اِلَّا، صفت کے معنی میں استعمال ہونے کی مثال: جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان "لَوْ کَانَ فِیْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا" یہ عبارت یوں ہوگی: "اٰلِهَةٌ غَیْرُ اللّٰهِ لَفَسَدَتَا" اور اِلَّا، "اٰلِهَةٌ" کی صفت ہے چونکہ اِلّا حرف ہونے کی وجہ سے اس اعراب کو قبول نہیں کرتا جس کا وہ مستحق تھا اس لیے اس کا اعراب مابعد کو دیدیا۔

فَصْلٌ خَبَرُ کَانَ وَاَخَوَاتِهَا هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُوْلِهَا نَحْوُ کَانَ زَیْدٌ قَائِمًا وَحُکْمُهٗ کَحُکْمِ خَبَرِ الْمُبْتَدَاءِ اِلَّا اَنَّهٗ یَجُوْزُ تَقْدِیْمُهٗ عَلٰی اَسْمَائِهَا مَعَ کَوْنِهٖ مَعْرِفَةً بِخِلَافِ خَبَرِ الْمُبْتَدَاءِ نَحْوُ کَانَ الْقَائِمَ زَیْدٌ

فَصْلٌ اِسْمُ اِنَّ وَاَخَوَاتِهَا هُوَ الْمُسْنَدُ اِلَیْهِ بَعْدَ دُخُوْلِهَا نَحْوُ اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ

ترجمہ: کان اوراس کے ملحقات کی خبر وہ ان کے داخل ہونے کے بعد مسند ہوتی ہے جیسے کَانَ زَیْدٌ قَائِمًا اوراس کا حکم، مبتداء کی خبر کے حکم کی طرح ہے مگر یہ کہ خبر کی ان کے اسماء پر تقدیم جائز ہے معرفہ ہونے کے باوجود، بخلاف مبتداء کی خبر جیسے کَانَ الْقَائِمَ زَیْدٌ۔ **فصل:** اِنَّ اوراس کے ملحقات کا اسم وہ ان کے داخل ہونے کے بعد مسند ہوتا ہے جیسے اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ۔

تشریح:

افعال ناقصہ کی خبر:

افعال ناقصہ کی خبر احکام، شرائط اوراقسام میں مبتداء کی خبر کی طرح ہے یعنی جس طرح مبتداء کی خبر مفرد، جملہ، نکرہ اور معرفہ آسکتی ہے اسی طرح ان کی خبر بھی آسکتی ہے۔ اور جس طرح مبتداء کی خبر وحد، متعدد، مذکوراور محذوف ہوتی ہے اسی طرح ان کی خبر بھی ہوتی ہے۔ لیکن مبتداء کی خبر معرفہ ہونے کی صورت میں مبتداء پر مقدم نہیں ہوسکتی جبکہ افعال ناقصہ کی خبر معرفہ ہونے کے باوجود بھی ان کے اسماء پر مقدم ہوسکتی ہے۔

سوال: مبتداء کی خبر اورافعال ناقصہ کی خبر کے درمیان فرق کیوں ہے؟

جواب: مبتداء اور خبر دونوں کا اعراب ایک جیسا ہے لہٰذا تقدیم کی صورت میں التباس ہو سکتا تھا جبکہ افعال ناقصہ کے اسم اور خبر کا اعراب مختلف ہے اس لیے التباس کا کوئی خوف نہیں ہے لہٰذا تقدیم بھی جائز ہوگی۔

منصوبات کی دسویں قسم اِنَّ اوراس کے ملحقات کا اسم ہے جو حروف مشبہ بالفعل کے داخل ہونے کی وجہ سے منصوب ہوتا ہے جیسے اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ ۔

فَصْلٌ اَلْمَنْصُوْبُ بِلَاالَّتِیْ لِنَفْیِ الْجِنْسِ هُوَ الْمُسْنَدُ اِلَیْهِ بَعْدَ دُخُوْلِهَا یَلِیْهَا نَکِرَةً مُضَافَةً نَحْوُ لَاغُلَامَ رَجُلٍ فِی الدَّارِ اَوْمُشَابِهًا لَهَا نَحْوُ لَاعِشْرِیْنَ دِرْهَمًا فِی الْکِیْسِ فَاِنْ کَانَ بَعْدَ لَانَکِرَةٌ مُفْرَدَةٌ تُبْنٰی عَلَی الْفَتْحِ نَحْوُ لَارَجُلَ فِی الدَّارِ وَاِنْ کَانَ مَعْرِفَةً اَوْنَکِرَةً مَفْصُوْلًا بَیْنَهٗ وَبَیْنَ لَاکَانَ مَرْفُوْعًا وَیَجِبُ تَکْرِیْرُ لَامَعَ اِسْمٍ اٰخَرَ تَقُوْلُ لَازَیْدٌ فِی الدَّارِ وَلَاعَمْرٌو وَلَافِیْهَا

رَجُلٌ وَلَا اِمْرَاَةٌ وَيَجُوْزُ فِي مِثْلِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ خَمْسَةُ اَوْجُهٍ فَتْحُهُمَا وَرَفْعُهُمَا وَفَتْحُ الْاَوَّلِ وَنَصْبُ الثَّانِي وَفَتْحُ الْاَوَّلِ وَرَفْعُ الثَّانِي وَرَفْعُ الْاَوَّلِ وَفَتْحُ الثَّانِي وَقَدْ يُحْذَفُ اِسْمُ لَا لِقَرِيْنَةٍ نَحْوُ لَا عَلَيْكَ اَيْ لَا بَاْسَ عَلَيْكَ

ترجمہ: اس کے بارے میں فصل جو لائے نفی جنس کے ساتھ منصوب ہو، وہ اس کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہوتا ہے اس حال میں کہ اس سے ایسا نکرہ ملا ہوا ہو جو مضاف ہو جیسے لَا غُلَامَ رَجُلٍ فِي الدَّارِ۔ یا اس سے مشابہ ہو جیسے لَا عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا فِي الْكِيْسِ۔ پس اگر لا کے بعد نکرہ مفردہ ہو تو وہ مبنی علی الفتح ہو گا جیسے لَا رَجُلَ فِي الدَّارِ۔ اور اگر اس کے بعد معرفہ ہو یا ایسا نکرہ ہو کہ اس اسم اور لا کے درمیان فاصلہ کیا گیا ہو تو مرفوع ہو گا۔ اور لا کا تکرار دوسرے اسم کے ساتھ واجب ہو گا جیسے تو کہے لَا زَيْدٌ فِي الدَّارِ وَلَا عَمْرٌو وَلَا فِيْهَا رَجُلٌ وَلَا اِمْرَاَةٌ اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ جیسی مثالوں میں پانچ وجہیں جائز ہیں: دونوں کا فتح، دونوں کا رفع، پہلے کا فتح دوسرے کا نصب، پہلے کا فتح دوسرے کا رفع اور پہلے کا رفع اور دوسرے کا فتح اور کبھی لا کا اسم قرینہ کی وجہ سے حذف کر دیا جاتا ہے جیسے لَا عَلَيْكَ اَيْ لَا بَاْسَ عَلَيْكَ۔

تشریح:

لائے نفی جنس کا اسم:

مصنف علیہ الرحمہ نے اِسْمُ لَا الَّتِيْ ۔۔الخ، کے بجائے اَلْمَنْصُوْبُ بِلَا الَّتِي ۔۔الخ، کہا کیونکہ لائے نفی جنس کا اسم ہر حال میں منصوب نہیں ہوتا اور اگر اِسْمُ لَا الَّتِيْ ۔۔الخ، کہہ دیا جاتا تو وہم ہو سکتا تھا کہ شاید باقی منصوبات کی طرح لائے نفی جنس کا اسم بھی ہر حال میں منصوب ہوتا ہے۔

لائے نفی جنس کا اسم منصوب ہو گا:

لائے نفی جنس کا اسم دو صورتوں میں منصوب ہو گا:

1۔ جب لا کے بعد بلا فاصلہ نکرہ مضاف ہو۔ جیسے لَا غُلَامَ رَجُلٍ فِي الدَّارِ۔ اس مثال میں لائے نفی جنس کا اسم "غلام" منصوب ہے نکرہ اور متصل مضاف ہونے کی وجہ سے۔

2۔ جب لا کے بعد بلا فاصلہ نکرہ مشابہ مضاف ہو (یعنی مضاف تو نہ ہو لیکن وہ ایسا کلمہ ہو جو اپنا معنی دینے میں مضاف کی طرح مابعد کا محتاج ہو۔) جیسے: لَاعِشْرِیْنَ دِرْهَمًا فِی الْکِیْسِ۔ اس مثال میں "عشرین" مشابہ مضاف ہے کیونکہ اس کا معنی بغیر تمیز کے مکمل نہیں ہوتا لہٰذا یہ نکرہ اور متصل مشابہ مضاف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

لائے نفی جنس کا اسم مبنی علی الفتح ہو گا:

اگر لا کے بعد نکرہ مفردہ ہو یعنی نہ مضاف ہو اور نہ ہی مشابہ مضاف ہو تو وہ مبنی علی الفتح ہوتا ہے۔ جیسے: لَارَجُلَ فِی الدَّارِ۔

لائے نفی جنس کا اسم مرفوع ہو گا:

لائے نفی جنس کا اسم دو صورتوں میں مرفوع ہو گا:

1. جب لا کا اسم معرفہ ہو جیسے لَازَیْدٌ فِی الدَّارِ وَلَاعَمْرٌو۔ (نہ زید گھر میں ہے اور نہ ہی عمرو)۔
2. جب لا اور اس کے اسم کے درمیان فاصلہ ہو جیسے: لَافِیْهَا رَجُلٌ وَلَاامْرَاَۃٌ (نہ اس میں مرد ہے اور نہ ہی عورت۔) ان دونوں صورتوں میں دوسرے اسم کے ساتھ لا تکرار ضروری ہوتا ہے اور لا کا عمل باطل ہو جاتا ہے۔

سوال: لائے نفی جنس کا اسم معرفہ ہو یا دونوں کے درمیان فاصلہ ہو تو اسم مرفوع کیوں ہوتا ہے اور لا کا تکرار کیوں ضروری ہے؟

جواب: لا کی وضع نکرہ کی نفی کے لیے ہے لہٰذا جب اس کے بعد معرفہ آئے گا تو اس کا عمل باطل ہو جائے گا اور نکرہ مفصولہ میں عمل اس لیے نہیں کرے گا کہ لا ضعیف عامل ہے جو فاصلہ کی وجہ سے عمل نہیں کر پاتا۔ لہٰذا ان دونوں صورتوں میں لا کے عمل نہ کرنے کی وجہ سے اس کا اسم اپنی اصل حالت لوٹ آئے گا اور وہ ہے مرفوع بالابتداء۔ ان دونوں صورتوں میں لا کا تکرار نفی کی تاکید کے لیے ہوتا ہے اور دوسرے اسم کا تکرار جواب کو سوال کے مطابق کرنے کے لیے ہوتا ہے مثلاً **لَازَیْدٌ فِی الدَّارِ وَلَا عَمْرٌو**، اس کے جواب میں کہنا: **اَزَیْدٌ فِی الدَّارِ اَمِ امْرَاَۃٌ**۔

لائے نفی جنس کا اسم نکرہ ہو اور لا کا تکرار ہو تو:

اگر لائے نفی جنس کے بعد اسم نکرہ ہو اور دوسرے نکرہ کے ساتھ لَا کا تکرار ہو تو مابعد اسم کو مرفوع اور منصوب دونوں طرح پڑھنا جائز ہے۔ جیسے: **لَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ** اسے **لَا رَفَثٌ وَلَا فُسُوْقٌ** بھی پڑھ سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ** میں پانچ صورتیں جائز ہیں۔ اگر پہلے اسم نکرہ کو فتحہ دیں تو دوسرے پر فتحہ، نصب اور رفع تینوں جائز ہیں۔ جیسے: لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ، قُوَّۃً، قُوَّۃٌ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ، اور اگر پہلے اسم کو رفع دیں تو دوسرے کو رفع اور فتحہ دینا جائز ہیں۔ جیسے: لَاحَوْلٌ وَلَا قُوَّۃٌ، قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

لائے نفی جنس کے اسم کا حذف کرنا:

قرینہ موجود ہو تو لَا کے اسم کو حذف کر دینا جائز ہے۔ جیسے: **لَا عَلَيْكَ** یہ اصل میں **لَا بَأْسَ عَلَيْكَ** ہے، حذف اسم پر قرینہ یہ ہے کہ لائے نفی جنس اسم پر داخل ہوتا ہے جبکہ یہاں حرف "**عَلٰی**" پر داخل ہے اس سے معلوم ہوا کہ اس کا اسم محذوف ہے۔

فَصْلٌ خَبَرُ مَا وَلَا الْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُوْلِهَا نَحْوُ مَا زَيْدٌ قَائِمًا وَلَا رَجُلٌ حَاضِرًا وَاِنْ وَقَعَ الْخَبَرُ بَعْدَ اِلَّا نَحْوُ مَا زَيْدٌ اِلَّا قَائِمٌ اَوْ تَقَدَّمَ الْخَبَرُ عَلَى الْاِسْمِ نَحْوُ مَا قَائِمٌ زَيْدٌ اَوْ زِيْدَتْ اِنْ بَعْدَ مَا نَحْوُ مَا اِنْ زَيْدٌ قَائِمٌ بَطَلَ الْعَمَلُ كَمَا رَاَيْتَ فِي الْاَمْثِلَةِ وَهٰذَا لُغَةُ اَهْلِ الْحِجَازِ اَمَّا بَنُوْ تَمِيْمٍ فَلَا يَعْمَلُوْنَهُمَا اَصْلًا قَالَ الشَّاعِرُ عَنْ لِسَانِ بَنِي تَمِيْمٍ شِعْرٌ وَمُهَفْهَفٍ كَالْغُصْنِ قُلْتُ لَهٗ اِنْتَسِبْ۔۔فَاَجَابَ مَا قَتَلَ الْمُحِبُّ حَرَامٌ بِرَفْعِ حَرَامٍ

ترجمہ: ماولا مشابہ بلیس کی خبر وہ مسند ہوتی ہے ان کے داخل ہونے کے بعد جیسے مَا زَيْدٌ قَائِمًا وَلَا رَجُلٌ حَاضِرًا اور اگر خبر اِلّا کے بعد واقع ہو جیسے مَا زَيْدٌ اِلَّا قَائِمٌ یا خبر اسم پر مقدم ہو جیسے مَا قَائِمٌ زَيْدٌ یا ما کے بعد اِن کا اضافہ کیا گیا ہو جیسے مَا اِنْ زَيْدٌ قَائِمٌ تو عمل باطل ہو جائے گا جیسے آپ نے مثالوں میں دیکھ لیا۔ اور یہ اہل حجاز کی لغت ہے جبکہ بنو تمیم ان دونوں کو اصلاً ہی عمل نہیں دیتے شاعر نے بنو تمیم کی زبان پر شعر کہا: وَمُهَفْهَفٍ كَالْغُصْنِ قُلْتُ لَهٗ اِنْتَسِبْ۔۔فَاَجَابَ مَا قَتَلَ الْمُحِبُّ حَرَامٌ بِرَفْعِ حَرَامٍ۔

تشریح:

ماولا مشبھتان بلیس کی خبر:

منصوبات کی بارہویں قسم ماولا مشبھتان بلیس کی خبر ہے۔ یہ وہ اسم ہے جو ان دونوں کے داخل ہونے کے بعد مسند ہوتا ہے جیسے: مَا زَيْدٌ قَائِمًا وَلَا رَجُلٌ حَاضِرًا ۔ ان دونوں مثالوں میں "ما اور "لا کے داخل ہونے کے بعد مسند ہیں۔

ما اور لا میں فرق:

1. لَا نکرہ کے ساتھ خاص ہے یعنی صرف نکرہ میں عمل کرتا ہے معرفہ میں نہیں کرتا۔ جیسے: لَا شَجَرٌ مُثْمِرًا فِي الْحَدِيْقَةِ، لَا زَيْدٌ شَاعِرٌ۔ اور مَا دونوں میں عمل کرتا ہے۔ جیسے: مَا هٰذَا بَشَرًا، مَا رَجُلٌ قَائِمًا۔

2. مَا صرف زمانہ حال میں کسی چیز کی نفی کرتا ہے جبکہ لَا مطلقاً نفی کے لیے ہے۔

درج ذیل صورتوں میں ان کا عمل باطل ہو جاتا ہے:

1. ان کی خبر اِلَّا کے بعد واقع ہو۔ جیسے: مَازَیْدٌ اِلَّا قَائِمٌ ۔اس صورت میں عمل اس لیے باطل ہوا کہ ان دونوں حروف کی لیس کے ساتھ مشابہت نفی میں ہے لہٰذا جب اِلَّا کی وجہ سے نفی ختم ہو گئی تو عمل بھی باطل ہو گیا۔
2. مَا اور لَا کی خبر اِن کے اسم سے پہلے آجائے۔ جیسے: مَاقَائِمٌ زَیْدٌ۔ اس صورت میں ان کا عمل اس لیے باطل ہوا کہ یہ عامل ضعیف ہیں۔ لہٰذا یہ اسی وقت عمل کریں گے جب دونوں معمول اپنی ترتیب کے مطابق ہوں۔
3. مَا اور اس کے اسم کے درمیان اِنْ زائدہ سے فاصلہ آجائے۔ جیسے: مَااِنْ زَیْدٌ قَائِمٌ۔ اس صورت میں ان کا عمل اس لیے باطل ہوا کہ یہ عامل ضعیف ہیں۔ جب ان کے اور اسم کے درمیان کلمہ ان کے ذریعے فاصلہ ہو گا تو یہ اپنے ضعف کی وجہ سے عمل نہیں کریں گے۔

ما اور لا کا عمل:

ما اور لا کا عامل ہونا اہل حجاز کے نزدیک ہے جبکہ بنو تمیم والے ان دونوں کو بالکل ہی عامل نہیں مانتے۔ اہل حجاز کے قول کی تائید قرآن پاک سے بھی ہوتی ہے جیسے فرمایا گیا: **مَاهٰذَا بَشَرًا**۔

اور بنو تمیم کی دلیل زہیر نامی شاعر کا شعر ہے:

وَمُهَفْهَفٍ كَالْغُصْنِ قُلْتُ لَهُ اِنْتَسِبْ۔۔۔فَاَجَابَ مَاقَتْلُ الْمُحِبِّ حَرَامٌ

ترجمہ: اور میں نے بعض باریک کمر والوں سے کہا جو نزاکت میں ٹہنیوں کی مانند ہیں کہ تم اپنا نسب بیان کرو۔۔ پس اس نے جواب دیا کہ میرے نزدیک عاشق کا قتل حرام نہیں ہے۔

اس شعر میں "ما" عمل نہیں کر رہا کیونکہ اس کا مابعد "قَتْلُ الْمُحِبِّ" ہے مبتداء ہونے اور "حَرَامٌ" خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔

اَلْمَقْصَدُ الثَّالِثُ فِی الْمَجْرُوْرَاتِ

اَلْاَسْمَاءُ الْمَجْرُوْرَةُ هِيَ الْمُضَافُ اِلَيْهِ فَقَطْ وَهُوَ كُلُّ اِسْمٍ نُسِبَ اِلَيْهِ شَيْءٌ بِوَاسِطَةِ حَرْفِ الْجَرِّ لَفْظًا نَحْوُ مَرَرْتُ بِزَيْدٍ وَيُعَبَّرُ عَنْ هٰذَا التَّرْكِيْبِ فِي الْاِصْطِلَاحِ بِاَنَّهُ جَارٌّ وَمَجْرُوْرٌ اَوْ تَقْدِيْرًا نَحْوُ

غُلَامُ زَيْدٍ تَقْدِيْرُهٗ غُلَامٌ لِزَيْدٍ وَيُعَبَّرُ عَنْهُ فِي الْاِصْطِلَاحِ بِاَنَّهٗ مُضَافٌ وَمُضَافٌ اِلَيْهِ وَيَجِبُ

تَجْرِيْدُ الْمُضَافِ عَنِ التَّنْوِيْنِ اَوْ مَا يَقُوْمُ مَقَامَهٗ وَهُوَ نُوْنُ التَّثْنِيَّةِ وَالْجَمْعِ نَحْوُ جَاءَنِيْ

غُلَامُ زَيْدٍ وَغُلَامَا زَيْدٍ وَمُسْلِمُوْ مِصْرٍ وَاعْلَمْ اَنَّ الْاِضَافَةَ عَلٰى قِسْمَيْنِ مَعْنَوِيَّةٌ وَلَفْظِيَّةٌ اَمَّا

الْمَعْنَوِيَّةُ فَهِيَ اَنْ يَّكُوْنَ الْمُضَافُ غَيْرَ صِفَةٍ مُضَافَةٍ اِلٰى مَعْمُوْلِهَا وَهِيَ اِمَّا بِمَعْنَى اللَّامِ نَحْوُ

غُلَامُ زَيْدٍ اَوْ بِمَعْنٰى مِنْ نَحْوُ خَاتَمُ فِضَّةٍ اَوْ بِمَعْنٰى فِيْ نَحْوُ صَلٰوةُ اللَّيْلِ وَفَائِدَةُ هٰذِهِ الْاِضَافَةِ

تَعْرِيْفُ الْمُضَافِ اِنْ اُضِيْفَ اِلٰى مَعْرِفَةٍ كَمَا مَرَّ اَوْ تَخْصِيْصُهٗ اِنْ اُضِيْفَ اِلٰى نَكِرَةٍ كَغُلَامِ رَجُلٍ

وَاَمَّا اللَّفْظِيَّةُ فَهِيَ اَنْ يَّكُوْنَ الْمُضَافُ صِفَةً مُضَافَةً اِلٰى مَعْمُوْلِهَا وَهِيَ فِيْ تَقْدِيْرِ الْاِنْفِصَالِ

نَحْوُ ضَارِبُ زَيْدٍ وَحَسَنُ الْوَجْهِ وَفَائِدَتُهَا تَخْفِيْفُ فِي اللَّفْظِ فَقَطْ

ترجمہ: اسمائے مجرورہ صرف مضاف الیہ ہے اور وہ ہر ایسا اسم ہے جس کی طرف کسی چیز کی حرف جر کے واسطے کے ساتھ نسبت کی گئی ہو وہ حرف جر لفظی طور پر ہو جیسے مَرَرْتُ بِزَيْدٍ۔ اصطلاح میں اس ترکیب کو تعبیر کیا جاتا ہے کہ وہ جار مجرور ہے۔ یا حرف جر تقدیری طور پر ہو جیسے غُلَامُ زَيْدٍ۔ اس کی تقدیری عبارت یوں ہے غُلَامٌ لِزَيْدٍ۔ اور اس کو اصطلاح میں تعبیر کیا جاتا ہے کہ وہ مضاف اور مضاف الیہ ہے۔ اور مضاف کا تنوین اور جو تنوین کے قائم مقام ہے اس سے خالی ہونا ضروری ہے اور وہ نونِ تثنیہ اور نونِ جمع ہے جیسے جَاءَنِیْ غُلَامُ زَيْدٍ وَغُلَامَا زَيْدٍ وَمُسْلِمُوْ مِصْرٍ۔ اور تو جان کہ اضافت دو قسموں پر مشتمل ہے معنویہ اور لفظیہ۔ بہر حال معنویہ پس وہ یہ ہے کہ مضاف ایسا صیغہ صفت نہ ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو۔ اور یہ بمعنی لام ہو گی جیسے غُلَامُ زَيْدٍ۔ یا بمعنی من ہو گی جیسے خَاتَمُ فِضَّةٍ۔ یا بمعنی فی ہو گی جیسے صَلٰوةُ اللَّيْلِ۔ اور اس اضافت کا فائدہ مضاف کی تعریف ہے اگر اسے معرفہ کی طرف مضاف کیا گیا ہو جیسا کہ گزر چکا۔ یا (اضافت کا فائدہ) مضاف کی تخصیص ہے اگر اسے نکرہ کی طرف مضاف کیا گیا ہو جیسے غُلَامُ رَجُلٍ۔ اور بہر حال اضافت لفظیہ پس وہ یہ ہے کہ مضاف

ایسا صیغہ صفت ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو اور یہ انفصال کی تقدیر میں ہے جیسے ضَارِبُ زَیْدٍ وَحَسَنُ الْوَجْہِ۔ اور اس کا فائدہ صرف لفظ میں تخفیف ہے۔

تشریح:

مجرورات:

سوال: اسمائے مجرورہ صرف مضاف الیہ ہے لیکن مصنف علیہ الرحمہ نے جمع کا صیغہ ذکر کیا ہے ایسا کیوں؟

جواب: مجرور مضاف الیہ کی انواع واقسام کافی ہیں اس لیے مصنف علیہ الرحمہ نے جمع کا صیغہ ذکر کیا۔

مضاف الیہ کی تعریف:

مضاف الیہ ہر وہ اسم ہے جس کی طرف کسی چیز (اسم یا فعل) کو حرف جر کے واسطہ کے ساتھ منسوب کیا گیا ہو، وہ حرف جر لفظی طور پر ہو۔ جیسے: مَرَرْتُ بِزَیْدٍ۔ یا حرف جر تقدیری طور پر ہو۔ جیسے: غُلَامُ زَیْدٍ۔ اس کی تقدیری عبارت یوں ہے غُلَامٌ لِزَیْدٍ۔

مضاف الیہ کے لیے ضروری ہے:

مضاف الیہ کے لیے تنوین اور جو تنوین کے قائم مقام ہے اس سے خالی ہونا ضروری ہے۔ تنوین کے قائم مقام نون تثنیہ اور نون جمع ہے۔ تینوں کی مثال بالترتیب ملاحظہ فرمایئے: جَاءَنِیْ غُلَامُ زَیْدٍ وَغُلَامَا زَیْدٍ وَمُسْلِمُوْ مِصْرٍ۔

اضافت کی اقسام:

تعریف و تخصیص حاصل ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے اضافت کی دو قسمیں ہیں۔ 1۔ اضافت معنویہ 2۔ اضافت لفظیہ

1۔۔ اضافت معنویہ:

وہ اضافت ہے جس میں مضاف صفت کا صیغہ نہ ہو اور اگر ہو تو مضاف الیہ اسکا معمول نہ ہو۔ جیسے غُلَامُ زَیْدٍ۔

اضافت معنویہ کی اقسام:

اضافت معنویہ میں مضاف الیہ سے پہلے حروف جارہ من، فی یا لام میں سے کوئی ایک مقدر ہوتا ہے اس اعتبار سے اضافت کی تین قسمیں ہیں۔ 1۔ اضافت لامیہ 2۔ اضافت منّیہ 3۔ اضافت فیویہ

1. **اضافت لامیہ:** وہ اضافت ہے جس میں مضاف الیہ سے پہلے حرف جر لام مقدر ہو، اس صورت میں مضاف الیہ نہ ظرف ہوتا ہے اور نہ ہی مضاف کی جنس سے۔ جیسے غُلَامُ زَیْدٍ اصل میں غُلَامٌ لِزَیْدٍ۔ تھا۔
2. **اضافت منیہ:** وہ اضافت ہے جس میں مضاف الیہ سے پہلے حرف جر من مقدر ہو اس صورت میں مضاف مضاف الیہ کی جنس سے ہوتا ہے۔ جیسے خَاتَمُ فِضَّةٍ (چاندی کی انگوٹھی) یہ اصل میں خَاتَمٌ مِنْ فِضَّةٍ تھا۔

3. **اضافت فیویہ:** وہ اضافت ہے جس میں مضاف الیہ سے پہلے حرف جر فی مقدر ہو اس صورت میں مضاف الیہ مضاف کیلئے ظرف ہوتا ہے۔ جیسے صَلٰوۃُ اللَّیْل (رات کی نماز) اصل میں صَلٰوۃٌفِی اللَّیْل تھا۔

اضافت معنویہ تعریف وتخصیص کافائدہ دیتی ھے:

اضافت معنویہ میں نکرہ کی معرفہ کی طرف اضافت کی جائے تو نکرہ معرفہ بن جاتا ہے۔ جیسے: غُلَامُ زَیْدٍ۔ اور اگر نکرہ کی نکرہ کی طرف اضافت کی جائے تو نکرہ مخصوصہ بن جاتا ہے۔ جیسے: غُلَامُ رَجُلٍ۔

2۔۔اضافت لفظیہ:

وہ اضافت ہے جس میں صفت کا صیغہ (اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ، اسم تفضیل) اپنے معمول (فاعل، مفعول بہ) کی طرف مضاف ہو۔ جیسے ضَارِبُ زَیْدٍ۔ اس مثال میں ضَارِبُ اسم فاعل اپنے معمول زید کی طرف مضاف ہے۔ زید لفظاً مجرور ہے لیکن معنی کے اعتبار سے مفعول بہ ہے۔

تقدیر انفصال سے مراد:

اضافت لفظیہ معنی کے اعتبار سے تقدیر انفصال ہے یعنی بظاہر تو مضاف اور مضاف الیہ کا اتصال ہے۔ لیکن حقیقت میں انفصال ہے کیونکہ مضاف الیہ باعتبار معنی کے فاعل ہو کر مرفوع ہے یا مفعول بہ ہو کر منصوب ہے حقیقت میں مجرور نہیں ہے۔

اضافت لفظیہ تخفیف کا فائدہ دیتی ھے:

اضافت لفظیہ فقط تخفیف کا فائدہ دیتی ہے۔ یہ تخفیف تین طریقوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ہو گی۔

1. مضاف کے آخر سے تنوین اور نون تثنیہ وجمع گر جاتے ہیں۔ جیسے: ضَارِبُ زَیْدٍ وَ ضَارِبَا زَیْدٍ وَ ضَارِبُوا زَیْدٍ۔
2. یا مضاف الیہ سے ضمیر کو حذف کر کے مضاف میں مستتر مان لی جائے گی۔ جیسے اَلْقَائِمُ الْغُلَامِ اصل میں اَلْقَائِمُ الْغُلَامُہٗ تھا۔ مضاف سے تنوین الف لام کی وجہ سے گر گئی اور اضافت کی وجہ سے غُلَامُہٗ کی ضمیر حذف کر کے اَلْقَائِمُ میں مستتر مان لی گئی۔
3. یا مضاف سے تنوین، نون تثنیہ اور نون جمع گر جائے گی اور مضاف الیہ سے ضمیر کو حذف کر کے مضاف میں مستتر مان لی جائے گی۔ جیسے: حَسَنُ الْوَجْہِ اصل میں حَسَنٌ وَجْھُہٗ تھا۔ اضافت کی وجہ سے حَسَن سے تنوین گر گئی اور وَجْھُہٗ مضاف الیہ سے ضمیر حذف کر کے اس کے عوض وجہ پر الف لام لایا گیا۔

متن: وَاعْلَمْ اَنَّكَ اِذَا اَضَفْتَ الْاِسْمَ الصَّحِیْحَ اَوِ الْجَارِیَ مَجْرَی الصَّحِیْحِ اِلٰی یَاءِ الْمُتَكَلِّمِ كَسَرْتَ اٰخِرَهٗ وَاَسْكَنْتَ الْیَاءَ اَوْفَتَحْتَهَا كَغُلَامِیْ وَدَلْوِیْ وَظَبْیِیْ وَاِنْ كَانَ اٰخِرُ الْاِسْمِ اَلِفًا تَثْبُتُ كَعَصَایَ وَرَحَایَ خِلَافًا لِلْهُذَیْلِ كَعَصِیَّ وَرَحِیِّ وَاِنْ كَانَ اٰخِرُالْاِسْمِ

يَاءً مَكْسُوْرًا مَاقَبْلَهَا اُدْغِمَتِ الْيَاءُ فِي الْيَاءِ وَفُتِحَتِ الْيَاءُ الثَّانِيَةُ لِئَلَّا يَلْتَقِيَ

السَّاكِنَانِ تَقُوْلُ فِي قَاضِيْ قَاضِيَّ وَاِنْ كَانَ اٰخِرُهٗ وَاوًا مَضْمُوْمًا مَاقَبْلَهَا

قَلَبْتَهَا يَاءً وَعَمَلْتَ كَمَا عَمَلْتَ الْاٰنَ تَقُوْلُ جَاءَنِيْ مُسْلِمِيَّ وَفِي الْاَسْمَاءِ السِّتَّةِ مُضَافَةً اِلٰى

يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ تَقُوْلُ اَخِيْ وَاَبِيْ وَحَمِيْ وَهَنِيْ وَفِيَّ عِنْدَ الْاَكْثَرِ وَفَمِيْ عِنْدَ قَوْمٍ وَذُوْ لَا يُضَافُ اِلٰى

مُضْمَرٍ اَصْلًا وَقَوْلُ الْقَائِلِ ع: اِنَّمَا يَعْرِفُ ذَا الْفَضْلِ مِنَ النَّاسِ ذَوُوْهٗ

شَاذٌّ وَاِذَا قَطَعْتَ هٰذِهِ الْاَسْمَاءَ عَنِ الْاِضَافَةِ قُلْتَ اَخٌ وَاَبٌ وَحَمٌ وَهَنٌ وَفَمٌ وَذُوْ لَا يَقْطَعُ عَنِ

الْاِضَافَةِ اَلْبَتَّةَ هٰذَا كُلُّهٗ بِتَقْدِيْرِ حَرْفِ الْجَرِّ اَمَّا مَا يُذْكَرُ فِيْهِ حَرْفُ الْجَرِّ لَفْظًا فَسَيَاْتِيْكَ فِي

الْقِسْمِ الثَّالِثِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى

ترجمہ: اور تو جان کہ جب تو اسم صحیح یا جاری مجریٰ صحیح کی یائے متکلم کی طرف اضافت کرے، تُو اس کے آخر کو کسرہ دے اور یاء کو ساکن کردے یا فتحہ دیدے۔ جیسے: غُلَامِیْ وَدَلْوِیْ وَظَبْیِیْ۔ اور اگر اسم کا آخر الف ہو تو ثابت رہے گا جیسے: عَصَایَ وَرَحَایَ۔ ہذیل کے خلاف۔ جیسے عَصِیَّ وَرَحِیَّ۔ اور اگر اسم کا آخر یاء ما قبل مکسور ہو تو یاء کا یاء میں ادغام کردیا جائے گا اور دوسری یاء کو فتحہ دیدیا جائے گا تاکہ دو ساکن مل نہ جائیں تو قَاضِیْ میں کہے گا: قَاضِیَّ۔ اور اس کا آخر واؤ ما قبل مضموم ہو تو، تو اسے یاء سے بدل دیگا اور جیس طرح اب عمل دیا ہے اسی طرح عمل دیگا۔ تو کہے گا: جَاءَنِیْ مُسْلِمِیَّ۔ اور اسمائے ستہ جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہوں ان میں کہے گا: اَخِیْ وَاَبِیْ وَحَمِیْ وَھَنِیْ اور اکثر کے نزدیک فِیَّ۔ اور ایک قوم کے نزدیک فَمِیْ۔ اور ذو مضمر کی طرف بالکل ہی مضاف نہیں کیا جاتا اور شاعر کا قول اِنَّمَا یَعْرِفُ ذَاالْفَضْلِ مِنَ النَّاسِ ذَوُوْهٗ۔ لوگوں میں سے فضل والے ہی فضل والوں کو پہچانتے ہیں۔ شاذ ہے۔ اور جب تو ان اسماء کو اضافت سے قطع کرے گا تو کہے گا اَخٌ وَاَبٌ وَحَمٌ وَھَنٌ وَفَمٌ۔ اور ذُوْ قطعی طور پر مضاف سے قطع نہیں کیا جاتا۔ یہ تمام حرف جر کی تقدیر کے ساتھ ہے بہر حال جس میں حرف جر لفظی طور پر ذکر کیا جاتا ہے پس وہ تیسری قسم میں آئے گا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی۔

تشریح:

اضافت کے چند ضروری قواعد:

1. جب اسم مفرد صحیح یا جاری مجریٰ صحیح کی اضافت یائے متکلم کی طرف کی جائے تو ی پر جزم اور فتحہ دونوں پڑھ سکتے ہیں۔ جیسے غُلَامِيْ وَدَلْوِيْ وَظَبْيِيَ اور ایسا لفظ اگر جملے کے آخر میں واقع ہو تو اسکے ساتھ ہ بھی بڑھا دینا جائز ہے۔ جیسے کِتَابِيَه (میری کتاب)۔
2. اگر اسم مقصور کی یائے متکلم کی طرف اضافت کی جائے تو الف مقصورہ ثابت رہے گا جیسے عَصَايَ وَرَحَايَ۔ قبیلہ ہذیل کے نزدیک الف کو یاء سے بدل کر یاء کا یاء میں ادغام کر دیا جاتا ہے۔ جیسے عَصِيَّ وَرَحِيَّ۔
3. اگر اسم منقوص کی یائے متکلم کی طرف اضافت کی جائے تو یاء کا یاء میں ادغام کر دیا جائے گا جیسے قَاضِيْ سے قَاضِيَّ۔
4. اگر واؤ ما قبل مضموم اسم کی یائے متکلم کی طرف اضافت کی جائے تو واؤ کو یاء سے بدل کر یاء میں ادغام کر دیا جائے گا اور دوسری یاء کو فتحہ دیدیا جائے گا اجتماع ساکنین سے بچنے کے لیے۔ جیسے مُسْلِمُوْنَ سے مُسْلِمِيَّ۔ اصل میں مُسْلِمُوْنَ یَ تھا پھر اضافت کی وجہ سے ن جمع گر گیا اور واؤ کو یاء سے بدل کر یاء میں ادغام کر دیا، پھر میم کے ضمہ کو یاء کی مناسبت سے کسرہ کے ساتھ بدل دیا۔
5. جب اسمائے ستہ مکبرہ کی یائے متکلم کی طرف اضافت کی جائے تو محذوف حرف کو نہیں لوٹائیں گے۔ جیسے اَخِيْ، اَبِيْ، حَمِيْ، هَنِيْ اور اکثر کے نزدیک فِيَّ پڑھا جائے گا اور ایک قوم کے نزدیک فَمِيْ پڑھا جائے گا۔ اور ذو کبھی بھی ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوتا کیونکہ اس کی وضع اس غرض سے ہے کہ اس کے ذریعے سے اسم جنس کو اسم نکرہ کی صفت قرار دیا جاسکے جیسے مال اسم جنس ہے اگر اس کو اسم نکرہ مثلاً رَجُلٌ کی صفت بنائیں تو یوں کہا جائے گا جَاءَنِيْ رَجُلٌ ذُوْمَالٍ، یہ نہیں کہہ سکتے جَاءَنِيْ رَجُلٌ مَالٌ۔ چونکہ ضمیر اسم جنس نہیں ہے اس لیے "ذو" کی اضافت اس کی طرف ناجائز ہے۔ اور شاعر کے قول میں "ذو" کی ضمیر کی طرف اضافت شاذ ہے۔
6. اور "ذو" چونکہ اضافت سے خالی نہیں ہوتا اس لیے اس کے علاوہ اسمائے ستہ میں سے باقی پانچوں کو اضافت سے قطع کر کے یوں پڑھیں گے: اَخٌ وَاَبٌ وَحَمٌ وَهَنٌ وَفَمٌ ۔یعنی ان کے لام کلمہ کو حذف کر کے عین کلمہ پر اعراب جاری کرینگے۔ مصنف علیہ الرحمہ نے اضافت معنویہ اور لفظیہ کے جو احکام بیان کیے ہیں وہ سب حرف جر کی تقدیر کی صورت میں ہیں حرف جر لفظی کی بحث ان شاء اللہ تیسری قسم میں آئے گی۔

اَلْخَاتِمَةُ فِی التَّوَابِعِ

اِعْلَمْ اَنَّ الَّتِیْ مَرَّتْ مِنَ الْاَسْمَاءِ الْمُعْرَبَةِ کَانَ اِعْرَابُهَا بِالْاِصَالَةِ بِاَنْ دَخَلَتْهَا الْعَوَامِلُ مِنَ الْمَرْفُوْعَاتِ وَالْمَنْصُوْبَاتِ وَالْمَجْرُوْرَاتِ فَقَدْ یَکُوْنُ اِعْرَابُ الْاِسْمِ بِتَبْعِیَّةِ مَاقَبْلَهٗ وَیُسَمَّی التَّابِعَ لِاَنَّهٗ یَتْبَعُ مَاقَبْلَهٗ فِی الْاِعْرَابِ وَهُوَ کُلُّ ثَانٍ مُعْرَبٍ بِاِعْرَابِ سَابِقِهٖ مِنْ جِهَةٍ وَاحِدَةٍ وَالتَّوَابِعُ خَمْسَةُ اِقْسَامٍ اَلنَّعْتُ وَالْعَطْفُ بِالْحُرُوْفِ وَالتَّاکِیْدُ وَالْبَدَلُ وَعَطْفُ الْبَیَانِ

فَصْلٌ اَلنَّعْتُ تَابِعٌ یَدُلُّ عَلٰی مَعْنًی فِیْ مَتْبُوْعِهٖ نَحْوُ جَاءَنِیْ رَجُلٌ عَالِمٌ اَوْ فِیْ مُتَعَلَّقِ مَتْبُوْعِهٖ نَحْوُ جَاءَنِیْ رَجُلٌ عَالِمٌ اَبُوْهُ وَیُسَمَّی صِفَةً اَیْضاً وَ الْقِسْمُ الْاَوَّلُ یَتْبَعُ مَتْبُوْعَهٗ فِیْ عَشَرَةِ اَشْیَاءٍ فِی الْاِعْرَابِ وَالتَّعْرِیْفِ وَالتَّنْکِیْرِ وَالْاِفْرَادِ وَالتَّثْنِیَّةِ وَالْجَمْعِ وَالتَّذْکِیْرِ وَالتَّانِیْثِ نَحْوُ جَاءَنِیْ رَجُلٌ عَالِمٌ وَرَجُلَانِ عَالِمَانِ وَرِجَالٌ عَالِمُوْنَ وَزَیْدُنِ الْعَالِمُ وَامْرَاَةٌ عَالِمَةٌ وَالْقِسْمُ الثَّانِیْ اِنَّمَا یَتْبَعُ مَتْبُوْعَهٗ فِی الْخَمْسَةِ الْاَوَّلِ فَقَطْ اَعْنِی الْاِعْرَابَ وَالتَّعْرِیْفَ وَالتَّنْکِیْرَ کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی مِنْ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَفَائِدَةُ النَّعْتِ تَخْصِیْصُ الْمَنْعُوْتِ اِنْ کَانَا نَکِرَتَیْنِ نَحْوُ جَاءَنِیْ رَجُلٌ عَالِمٌ وَتَوْضِیْحُهٗ اِنْ کَانَا مَعْرِفَتَیْنِ نَحْوُ جَاءَنِیْ زَیْدُنِ الْفَاضِلُ وَقَدْ یَکُوْنُ لِمُجَرَّدِ الثَّنَاءِ وَالْمَدْحِ نَحْوُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَقَدْ یَکُوْنُ لِلذَّمِّ نَحْوُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ وَقَدْ یَکُوْنُ لِلتَّاکِیْدِ نَحْوُ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ وَاعْلَمْ اَنَّ النَّکِرَةَ تُوْصَفُ بِالْجُمْلَةِ الْخَبْرِیَّةِ نَحْوُ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ اَبُوْهُ عَالِمٌ اَوْقَامَ اَبُوْهُ وَالْمُضْمَرُ لَا یُوْصَفُ وَلَا یُوْصَفُ بِهٖ

ترجمہ: خاتمہ توابع کے بارے میں: توجان کہ جو اسمائے معربہ گزر چکے ہیں ان کا اعراب بالاصالت تھا کہ ان پر عوامل داخل ہوتے ہیں مرفوعات، منصوبات اور مجرورات میں سے، پس کبھی اسم کا اعراب ماقبل کی تبعیت میں

ہوتا ہے اسے تابع کہتے ہیں کیونکہ وہ اعراب کے اعتبار سے ماقبل کی پیروی کرتا ہے۔اور وہ ہر دوسرا ہے جو ایک ہی جہت سے سابق کے اعراب کے ساتھ معرب ہو۔اور توابع کی پانچ قسمیں ہیں:نعت،عطف بالحروف، تاکید، بدل اور عطف بیان۔

فصل: نعت ایسا تابع ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو اس کے متبوع میں ہو جیسے جَاءَنِی رَجُلٌ عَالِمٌ۔ یا اس کے متبوع کے متعلق میں ہو جیسے جَاءَنِی رَجُلٌ عَالِمٌ اَبُوْہُ۔ اور اسے بھی ایسے ہی صفت کہتے ہیں۔ اور پہلی قسم دس چیزوں میں اعراب، تعریف و تنکیر، افراد، تثنیہ، جمع، تذکیر و تانیث میں اپنے متبوع کی پیروی کرتی ہے جیسے جَاءَنِی رَجُلٌ عَالِمٌ وَرَجُلَانِ عَالِمَانِ وَرِجَالٌ عَالِمُوْنَ وَزَیْدُنِ الْعَالِمُ وَامْرَاَۃٌ عَالِمَۃٌ۔ اور دوسری قسم پہلی صرف پانچ چیزوں یعنی اعراب، تعریف و تنکیر میں اپنے متبوع کی پیروی کرتی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان: مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا۔ اور نعت کا فائدہ منعوت کی تخصیص ہے اگر دونوں نکرہ ہوں جیسے جَاءَنِی رَجُلٌ عَالِمٌ۔ اور اگر دونوں معرفہ ہوں تو منعوت کی وضاحت ہے جیسے جَاءَنِی زَیْدُنِ الْفَاضِلُ۔ اور کبھی صرف مدح وثناء کے لیے جیسے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اور محض مذمت کے لیے جیسے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ اور کبھی محض تاکید کے لیے جیسے نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ۔ اور تو جان کہ نکرہ کی صفت لائی جاتی ہے جملہ خبریہ کے ساتھ جیسے مَرَرْتُ بِرَجُلٍ اَبُوْہُ عَالِمٌ اَوْ قَامَ اَبُوْہُ۔ اور ضمیر نہ موصوف واقع ہوتی ہے اور نہ ہی صفت۔

تشریح:

جن اسمائے معربہ کا اعراب بالاصالۃ تھا یعنی ایسے اسماء جن پر رفع، نصب اور جر دینے والے عوامل داخل ہوں انہیں مصنف علیہ الرحمہ نے پہلے تین مقاصد میں بیان کر دیا ہے۔ اور اب خاتمہ میں ان اسمائے معربہ کا ذکر کر رہے ہیں جن کا اعراب بالتبعیۃ ہے یعنی ایسے اسماء جن پر بذات خود کوئی عامل داخل نہیں ہوتا بلکہ ان پر اپنے ماقبل کی تبعیت میں اعراب ظاہر ہوتا ہے۔ ایسے اسماء کو ماقبل اعراب کی پیروی کرنے کی وجہ سے تابع کہتے ہیں۔

تابع کی تعریف:

ہر وہ اسم جسے ایک ہی جہت سے اپنے ماقبل کا اعراب دیا گیا ہو۔ جیسے جَاءَ رَجُلٌ عَالِمٌ۔ اس مثال میں "عالم" تابع ہے۔ جسے ماقبل "رَجل" کا اعراب دیا گیا ہے۔ ایک جہت سے مراد یہ ہے کہ اگر پہلے اسم پر فاعل ہونیکی وجہ سے رفع ہو تو دوسرے پر بھی اسی وجہ سے رفع ہو اسی طرح نصب و جر میں بھی۔

تابع کی اقسام

تابع کی پانچ اقسام ہیں: 1۔صفت 2۔بدل 3۔تاکید 4۔عطف بحرف 5۔عطف بیان۔

صفت

ایسا تابع جو اپنے متبوع یا اسکے متعلق میں موجود وصف پر دلالت کرے۔ متبوع کو موصوف اور تابع کو صفت کہتے ہیں۔

صفت کی اقسام:

صفت کی دو اقسام ہیں: 1۔صفت حقیقی 2۔صفت سببی

1۔۔۔صفت حقیقی:

وہ صفت جو اپنے متبوع (موصوف) میں موجود وصف پر دلالت کرے۔ جیسے جَاءَ رَجُلٌ عَالِمٌ، یہاں عَالِمٌ صفت حقیقی ہے جس نے اپنے متبوع (موصوف) رَجُلٌ میں موجود وصفِ علم پر دلالت کی۔

موصوف اور صفت حقیقی میں مطابقت:

صفت حقیقی اپنے موصوف کے مطابق دس چیزوں میں موافق ہو گی۔ وہ دس چیزیں یہ ہیں: 1۔رفع 2۔نصب۔ 3۔جر 4۔اِفراد 5۔تثنیہ 6۔جمع 7۔تعریف 8۔تنکیر 9۔تذکیر 10۔ان دس چیزوں میں سے بیک وقت چار چیزوں میں موافقت ضروری ہے۔

جیسے جَاءَنِی رَجُلٌ عَالِمٌ وَرَجُلَانِ عَالِمَانِ وَرِجَالٌ عَالِمُوْنَ وَزَیْدُنِ الْعَالِمُ وَامْرَأَۃٌ عَالِمَۃٌ۔

2۔۔۔صفت سببی:

وہ صفت جو اپنے متبوع (موصوف) میں موجود وصف پر دلالت نہ کرے۔ بلکہ متبوع (موصوف) کے متعلق میں جو وصفی معنی پائے جاتے ہوں ان پر دلالت کرے۔ جیسے جَاءَ رَجُلٌ عَالِمٌ أَبُوْہُ، یہاں عَالِمٌ صفت سببی ہے۔ جس نے رَجُلٌ کے متعلق أَبُوْہُ، میں موجود وصفِ علم پر دلالت کی۔ لیکن یاد رہے کہ ترکیب میں دونوں جگہ عَالِمٌ کو رَجُلٌ ہی کی صفت بنایا جائے گا۔

موصوف اور صفت سببی میں مطابقت:

صفت سببی کا اپنے موصوف کے مطابق پانچ چیزوں میں موافق ہونا ضروری ہے۔ لیکن بیک وقت دو چیزیں پائی جائیں گی۔ وہ پانچ چیزیں یہ ہیں: 1۔تعریف 2۔تنکیر 3۔رفع 4۔نصب 5۔جر۔ جیسے تعریف و رفع میں جَاءَ زَیْدُنِ الْعَالِمُ أَبُوْہُ، اور تنکیر و نصب میں رَأَیْتُ رَجُلاً عَالِمًا أَبُوْہُ۔ اور جیسے اللہ تعالی کا فرمان: مِنْ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا۔ اس مثال میں "الْقَرْیَةِ" موصوف ہے اور "الظَّالِمِ" صفت ہے یہ دونوں معرفہ ہونے اور اعراب کے ایک ہونے میں مطابقت رکھتے ہیں۔

صفت کے فوائد:

1. موصوف نکرہ ہو توصفت لگانے سے نکرہ مخصوصہ بن جاتا ہے جیسے جَاءَنِی رَجُلٌ عَالِمٌ (میرے پاس عالم آدمی آیا)۔
2. اگر موصوف معرفہ ہو توصفت موصوف کی وضاحت کیلئے آتی ہے۔ جیسے جَاءَنِی زَیْدُنِ الْفَاضِلُ (میرے پاس زید آیا جو فاضل ہے)۔
3. موصوف، صفت لگانے سے پہلے بھی معروف ومشہور ہو توصفت یا تو مدح کیلئے آتی ہے۔ جیسے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یا مذمت کیلئے جیسے أَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔
4. کبھی صفت موصوف کی تاکید کیلئے لگائی جاتی ہے۔ جیسے نُفِخَ فِی الصُّوْرِ نَفْخَۃٌ وَّاحِدَۃٌ اور تِلْکَ عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ۔

صفت کے بارے میں دو قاعدے:

1. اسم نکرہ کے بعد جملہ اسمیہ یا فعلیہ ہو تو یہ نکرہ کی صفت واقع ہوتے ہیں جیسے مَرَرْتُ بِرَجُلٍ اَبُوْہُ عَالِمٌ اَوْقَامَ اَبُوْہُ۔ اور جب جملہ صفت واقع ہو رہا ہو تو اس میں ایک ضمیر ہوتی ہے جو واحد و تثنیہ وجمع اور تذکیر و تانیث میں موصوف کے مطابق ہوتی ہے۔
2. ضمیر نہ موصوف واقع ہوتی ہے اور نہ ہی صفت۔ موصوف اس لیے واقع نہیں ہوتی کہ ضمیر اعرف المعارف ہے جس کے لیے مزید وضاحت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور صفت سے مقصود وضاحت ہوتی ہے لیکن یہاں فائدہ ہی نہیں ہے اس لیے اسے موصوف بنانے کی بھی حاجت نہیں ہے۔ اور صفت اس لیے نہیں واقع ہوتی کہ یہ متبوع کے معنی پر دلالت نہیں کرتی بلکہ ذات پر دلالت کرتی ہے اور وصف کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسے معنی پر دلالت کرے جو متبوع میں پائے جائیں۔

متن: فَصْلٌ اَلْعَطْفُ بِالْحُرُوْفِ تَابِعٌ یُنْسَبُ اِلَیْہِ مَا نُسِبَ اِلٰی مَتْبُوْعِہٖ وَکِلَاھُمَا مَقْصُوْدَانِ بِتِلْکَ النِّسْبَۃِ وَیُسَمّٰی عَطْفَ النَّسَقِ وَشَرْطُہٗ اَنْ یَّکُوْنَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ مَتْبُوْعِہٖ اَحَدُ حُرُوْفِ الْعَطْفِ وَسَیَاْتِیْ ذِکْرُھَا فِی الْقِسْمِ الثَّالِثِ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی نَحْوُ قَامَ زَیْدٌ وَعَمْرٌو وَاِذَا عُطِفَ عَلَی الضَّمِیْرِ الْمَرْفُوْعِ الْمُتَّصِلِ یَجِبُ تَاکِیْدُہٗ بِالضَّمِیْرِ الْمُنْفَصِلِ نَحْوُ ضَرَبْتُ اَنَا وَزَیْدٌ اِلَّا اِذَا فُصِّلَ نَحْوُ ضَرَبْتُ الْیَوْمَ وَزَیْدٌ وَاِذَا عُطِفَ عَلَی الضَّمِیْرِ الْمَجْرُوْرِ یَجِبُ اِعَادَۃُ حَرْفِ الْجَرِّ نَحْوُ مَرَرْتُ بِکَ وَبِزَیْدٍ وَاعْلَمْ اَنَّ الْمَعْطُوْفَ فِیْ حُکْمِ الْمَعْطُوْفِ عَلَیْہِ اَعْنِیْ اِذَا کَانَ الْاَوَّلُ صِفَۃً

لِشَیْءٍ اَوْخَبْرًالِاَمْرٍاَوْصِلَۃً اَوْحَالًا فَالثَّانِیْ کَذٰلِکَ اَیْضًا وَالضَّابِطَۃُ فِیْہِ اَنَّہٗ حَیْثُ یَجُوْزُ اَنْ یُقَامَ الْمَعْطُوْفُ مَقَامَ الْمَعْطُوْفِ عَلَیْہِ جَازَالْعَطْفُ وَحَیْثُ لَافَلَاوَالْعَطْفُ عَلٰی مَعْمُوْلَیْ عَامِلَیْنِ مُخْتَلِفَیْنِ جَاءِزٌ اِنْ کَانَ الْمَعْطُوْفُ عَلَیْہِ مَجْرُوْرًا مُقَدَّمًا وَالْمَعْطُوْفُ کَذٰلِکَ نَحْوُ فِی الدَّارِزَیْدٌوَالْحُجْرَۃِ عَمْرٌووَفِی ھٰذِہِ الْمَسْئَلَۃِ مَذْھَبَانِ اٰخَرَانِ وَھُمَا یَجُوْزُ مُطْلَقًا عِنْدَالْفَرَّاءِ وَلَایَجُوْزُ مُطْلَقًا عِنْدَسِیْبَوَیْہِ

ترجمہ: عطف بالحروف ایسا تابع ہے جس کی طرف اُسے منسوب کیا جاتا ہے جسے اس کے متبوع کی طرف منسوب کیا گیا ہو اور وہ دونوں اس نسبت سے مقصود ہوتے ہیں اور اسے عطف نسق بھی کہتے ہیں۔ اور اس کی شرط یہ ہے کہ اس کے اور اس کے متبوع کے درمیان حروف عطف میں سے کوئی ایک واقع ہو۔ اور ان حروف کا ذکر تیسری قسم میں آئے گا اِنْ شَاءَ اللہُ تَعَالٰی۔ جیسے قَامَ زَیْدٌ وَعَمْرٌو۔ اور جب ضمیر مرفوع متصل پر عطف کیا جائے تو ضمیر منفصل کے ساتھ اس کی تاکید لگانا واجب ہے جیسے ضَرَبْتُ اَنَا وَزَیْدٌ۔ مگر یہ کہ جب فاصلہ کیا گیا ہو جیسے ضَرَبْتُ الْیَوْمَ وَزَیْدٌ۔ اور جب ضمیر مجرور پر عطف کیا جائے تو حرف جر کا اعادہ واجب ہوتا ہے جیسے مَرَرْتُ بِکَ وَبِزَیْدٍ۔ اور تو جان کہ معطوف، معطوف علیہ کے حکم میں ہے یعنی جب اول کسی چیز کی صفت واقع ہو یا کسی امر کی صفت واقع ہو یا حال واقع ہو تو ثانی بھی ایسا ہی ہو گا۔ اور اس میں ضابطہ یہ ہے کہ جس جگہ معطوف کو معطوف علیہ کے قائم مقام کرنا جائز ہے تو عطف بھی جائز ہے اور جہاں ایسا نہ ہو تو عطف بھی جائز نہیں ہے۔ اور دو مختلف عاملوں کے معمولوں کے درمیان عطف جائز ہے اگر معطوف علیہ مجرور مقدم ہو اور معطوف بھی ایسا ہی ہو جیسے فِی الدَّارِ زَیْدٌ وَالْحُجْرَۃِ عَمْرٌو۔ اور مسئلے میں دو دوسرے مذہب بھی ہیں اور وہ یہ کہ فراء کے نزدیک مطلقاً جائز ہے اور سیبویہ کے نزدیک مطلقاً ناجائز ہے۔

تشریح:

عطف بالحرف کی تعریف:

عطف کا لغوی معنی ہے مائل کرنا جبکہ اصطلاحی طور پر وہ تابع ہے جس کی طرف وہ چیز منسوب کی جائے جو اس کے متبوع کی طرف کی گئی ہو اور تابع و متبوع دونوں مقصود بالنسبۃ ہوں۔ تابع کو معطوف اور متبوع کو معطوف علیہ کہتے ہیں، جیسے قَامَ زَیْدٌ وَعَمْرٌو۔۔ میں زَیْدٌ معطوف علیہ اور عَمْرٌو معطوف ہے۔

عطف بالحرف کو عطف النسق کہنے کی وجہ۔۔

نسق کا معنی ہے ترتیب دینا اور یہ بھی بعض جگہوں پر معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان ترتیب دینے کے لیے آتا ہے اس لیے اس کا نام عطف النسق رکھ دیا گیا۔

تابع اور متبوع دونوں مقصود بالنسبت ہوتے ہیں:

تابع اور متبوع دونوں مقصود بالنسبۃ تو ہونگے لیکن ضروری نہیں کہ دونوں کی طرف نسبت کی نوعیت بھی ایک ہو جیسے جَاءَنِیْ زَیْدٌ لَا عَمْرٌو، یہاں زَیْدٌ کی طرف آنے کی اور عَمْرٌو کی طرف نہ آنے کی نسبت کی گئی ہے۔ اور یہاں یہ مقصود بھی تھا کہ زَیْدٌ کی طرف آنے کی نسبت کی جائے اور عَمْرٌو سے اسکی نفی کی جائے لہذا یہ دونوں مقصود بالنسبۃ ہوئے اگرچہ نسبت کی نوعیت مختلف ہے۔

معطوف کے چند ضروری قواعد:

1. ضمیر مرفوع متصل بارز یا مستتر پر عطف کرنا ہو تو پہلے ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ اسکی تاکید لانا ضروری ہے۔ جیسے ضَرَبْتُ اَنَا وَزَیْدٌ ۔ لیکن اگر معطوف علیہ اور معطوف کے درمیان کسی اجنبی کا فاصلہ ہو تو تاکید لگانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہی فاصلہ تاکید کے قائم مقام ہے۔ جیسے ضَرَبْتُ الْیَوْمَ وَزَیْدٌ۔ اس مثال میں " الْیَوْمَ " کے ذریعے فاصلہ آگیا ہے اس لیے تاکید نہیں لگائی گئی۔
2. ضمیر مجرور پر عطف کرنا ہو تو بصریوں کے نزدیک معطوف پر حرف جر کا اعادہ ضروری ہے۔ جیسے مَرَرْتُ بِكَ وَبِزَیْدٍ۔ اور یہ اعادہ ضمیر مجرور اور حرف جر کے درمیان شدت اتصال کی وجہ سے ہے گویا دونوں کلمہ واحدہ کے منزلہ میں ہیں۔ اگر بغیر حرف جر کے عطف ڈالا جائے تو مستقل کلمے کا جزء کلمہ پر عطف لازم آئے گا جو ناجائز ہے۔ کوفیوں کے نزدیک حرف جر کا اعادہ ضروری نہیں ہے بلکہ ترک بھی جائز ہے جیسے قرآن پاک میں حرف جر کے ترک کے ساتھ " وَكُفْرٌ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ " آیا ہے۔
3. معطوف، معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے جو چیز معطوف علیہ کے لیے جائز ہے وہ معطوف کے لیے بھی، اور جو معطوف علیہ کے لیے ممتنع ہے وہ معطوف کے لیے بھی ممتنع ہے یعنی معطوف علیہ کسی چیز کی صفت، خبر، صلہ یا حال بنے گا تو معطوف بھی ایسا ہی ہوگا ۔ جیسے قَامَ زَیْدُنِ الْعَالِمُ وَالْعَاقِلُ، اس مثال میں "اَلْعَالِمُ" زید کی صفت ہے جو معطوف علیہ اور "اَلْعَاقِلُ" معطوف بھی زید کی صفت ہے۔ اس بات کی وضاحت کے

لیے مصنف علیہ الرحمہ نے ایک قائدہ کلیہ بیان کیاہے اوروہ یہ کہ جہاں معطوف کو معطوف علیہ کی جگہ رکھنا درست ہو وہاں عطف ڈالنا بھی جائز ہو گا اور جہاں معطوف کو معطوف علیہ کی جگہ رکھنا درست نہ ہو وہاں عطف ڈالنا جائز نہ ہو گا۔

4. ایک حرف عطف کے ذریعے دو مختلف عاملوں کے معمولوں پر دو اسموں کا عطف جائز ہے بشر طیکہ معطوف علیہ میں معمول مجرور، مرفوع یا منصوب پر مقدم ہو اوراسی طرح معطوف میں معمول مجرور، مرفوع اور منصوب پر مقدم ہو جیسے "**فِی الدَّارِزَیْدٌوَالْحُجْرَةِ عَمْرٌو**، اس مثال میں "**اَلْحُجْرَةِ**" کاعطف ہے "**الدَّارِ**" پر، اور **الدَّارِ** مجرور **فِی** عامل کی وجہ سے۔ اور "**عمرو**" کاعطف ہے "**زید**" پر، اور "**زید**" ابتداء عامل کی وجہ سے مرفوع ہے۔ یہاں دو مختلف عامل ہیں **فی** جار اور ابتداء، ان دو عاملوں کے دو مختلف معمولوں "**الدار**" اور "**زید**" کادو مختلف اسموں "**الحجرة**" اور "**عمرو**" پر ایک حرف عطف کے ذریعے عطف ڈالا گیاہے۔ اوراس میں مجرور معمول مرفوع پر مقدم ہے اس لیے یہ عطف جائز ہے۔ آخر میں مصنف علیہ الرحمہ نے بیان کیا کہ اس مسئلے میں مزید دو مذہب ہیں ایک امام فراء کاوہ یہ کہ یہ عطف مطلقاً جائز ہے چاہے مجرور مقدم ہو یا مؤخر، اور سیبویہ کے نزدیک یہ عطف مطلقاًنا جائز ہے چاہے مجرور مقدم ہو یا مؤخر۔ کیونکہ ایک حرف عطف ایک عامل کے قائم مقام ہو سکتا ہے دو عاملوں کے قائم مقام نہیں ہو سکتا ضعف کی وجہ سے۔

فَصْلٌ اَلتَّاكِيْدُ تَابِعٌ يَدُلُّ عَلٰى تَقْرِيْرِ الْمَتْبُوْعِ فِيْ مَا نُسِبَ اِلَيْهِ اَوْ عَلٰى شُمُوْلِ الْحُكْمِ لِكُلِّ فَرْدٍ مِنْ اِفْرَادِ الْمَتْبُوْعِ وَالتَّاكِيْدِ عَلٰى قِسْمَيْنِ لَفْظِيٌّ وَهُوَ تَكْرِيْرُ اللَّفْظِ اَلْاَوَّلُ نَحْوُ جَاءَنِيْ زَيْدٌ زَيْدٌ وَجَاءَجَاءَزَيْدٌ وَمَعْنَوِيٌّ وَهُوَ بِاَلْفَاظٍ مَعْدُوْدَةٍ وَهِيَ النَّفْسُ وَالْعَيْنُ لِلْوَاحِدِ وَالْمُثَنّٰى وَالْمَجْمُوْعِ بِاِخْتِلَافِ الصِّيْغَةِ وَالضَّمِيْرِ نَحْوُ جَاءَنِيْ زَيْدٌ نَفْسُهٗ وَالزَّيْدَانِ اَنْفُسُهُمَا اَوْنَفْسَاهُمَا وَالزَّيْدُوْنَ اَنْفُسُهُمْ وَكَذٰلِكَ عَيْنُهٗ وَاَعْيُنُهُمَا اَوْعَيْنَاهُمَا وَاَعْيُنُهُمْ جَاءَتْنِيْ هِنْدٌ نَفْسُهَا وَجَائَتْنِي الْهِنْدَانِ نَفْسُهُمَا اَوْنَفْسَاهُمَاوَجَاءَتْنِي الْهِنْدَاتُ اَنْفُسُهُنَّ كِلَاوَكِلْتَالِلْمُثَنّٰى خَاصَّةً نَحْوُ قَامَ الرَّجُلَانِ كِلَاهُمَا وَقَامَتِ الْمَرْاَتَانِ كِلْتَاهُمَا وَكُلٌّ وَاَجْمَعُ وَاَكْتَعُ وَاَبْتَعُ وَاَبْصَعُ لِغَيْرِ الْمُثَنّٰى بِاِخْتِلَافِ الضَّمِيْرِ فِيْ كُلٍّ وَالصِّيْغَةِ فِي الْبَوَاقِيْ تَقُوْلُ

جَاءَنِي الْقَوْمُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اَكْتَعُوْنَ اَبْتَعُوْنَ اَبْصَعُوْنَ وَقَامَتِ النِّسَاءُ كُلُّهُنَّ جُمَعَ كُتَعَ بُتَعَ بُصَعَ وَإِذَا اَرَدْتَ تَاكِيْدَ الضَّمِيْرِ الْمَرْفُوْعِ الْمُتَّصِلِ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنِ يَجِبُ تَاكِيْدُهٗ بِالضَّمِيْرِ الْمُنْفَصِلِ نَحْوُ ضَرَبْتَ اَنْتَ نَفْسَكَ وَلَايُؤَكَّدُ بِكُلٍّ وَاَجْمَعَ اِلَّامَالَهٗ اَجْزَاءٌ وَاَبْعَاضٌ يَصِحُّ اِفْتِرَاقُهَا حِسًّا كَالْقَوْمِ اَوْ حُكْمًا كَمَا تَقُوْلُ اِشْتَرَيْتُ الْعَبْدَ كُلَّهٗ وَلَا تَقُوْلُ اَكْرَمْتُ الْعَبْدَ كُلَّهٗ وَاعْلَمْ اَنَّ اَكْتَعَ وَاَبْتَعَ وَاَبْصَعَ اَتْبَاعٌ لِاَجْمَعَ وَلَيْسَ لَهَا مَعْنًى هٰهُنَا بِدُوْنِهٖ فَلَايَجُوْزُ تَقْدِيْمُهَا عَلٰى اَجْمَعَ وَلَا ذِكْرُهَا بِدُوْنِهٖ

ترجمہ: تاکید ایسا تابع ہے جو متبوع کی پختگی پر دلالت کرے اس چیز میں جو متبوع کی طرف منسوب کی گئی ہو یا متبوع کے ہر ہر فرد کے لیے حکم کے شامل ہونے پر دلالت کرے۔ تاکید کی دو قسمیں ہیں: لفظی اور وہ پہلے لفظ کا تکرار کرنا ہے جیسے جَاءَنِي زَيْدٌ زَيْدٌ وَجَاءَ جَاءَ زَيْدٌ ۔ اور معنوی اور وہ گنے ہوئے الفاظ کے ساتھ ہوتی ہے اور وہ نفس اور عین ہیں واحد، تثنیہ اور جمع کے لیے صیغہ اور ضمیر کے بدلنے کے ساتھ جیسے جَاءَنِي زَيْدٌ نَفْسُهٗ وَالزَّيْدَانِ اَنْفُسُهُمَا اَوْ نَفْسَاهُمَا وَالزَّيْدُوْنَ اَنْفُسُهُمْ وَكَذٰلِكَ عَيْنُهٗ وَاَعْيُنُهُمَا اَوْعَيْنَاهُمَا وَاَعْيُنُهُمْ جَاءَتْنِي هِنْدٌ نَفْسُهَا وَجَاءَتْنِي الْهِنْدَانِ نَفْسُهُمَا اَوْ نَفْسَاهُمَا وَجَاءَتْنِي الْهِنْدَاتُ اَنْفُسُهُنَّ۔ اور کلا اور کلتا خاص طور پر تثنیہ کے لیے آتے ہیں۔ جیسے قَامَ الرَّجُلَانِ كِلَاهُمَا وَقَامَتِ الْمَرْاَتَانِ كِلْتَاهُمَا۔ اور كُلَّ وَاَجْمَعُ وَاَكْتَعُ وَاَبْتَعُ وَاَبْصَعُ ۔ غیر تثنیہ کے لیے آتے ہیں " كُلَّ "ضمیر کے اختلاف کے ساتھ اور باقیوں میں صیغہ کے اختلاف کے ساتھ، تو کہے گا: جَاءَنِي الْقَوْمُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اَكْتَعُوْنَ اَبْتَعُوْنَ اَبْصَعُوْنَ وَقَامَتِ النِّسَاءُ كُلُّهُنَّ جُمَعَ كُتَعَ بُتَعَ بُصَعَ ۔ اور جب تو ضمیر مرفوع متصل کی تاکید، نفس اور عین کے ساتھ لگانے کا ارادہ کرے تو اس کی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ لگانا واجب ہے جیسے ضَرَبْتَ اَنْتَ نَفْسَكَ ۔ اور کل اور اجمع کے ساتھ اسی کی تاکید لگائی جائے گی جس کے اجزاء اور ایسے حصے ہوں جن کا جدا ہونا درست ہو حسی طور پر جیسے قوم یا حکمی طور پر جیسے تو کہے: اِشْتَرَيْتُ الْعَبْدَ كُلَّهٗ

۔اور تو نہیں کہے گا: اَكْرَمْتُ الْعَبْدَ كُلَّهُ۔ اور تو جان کہ اَكْتَعُ ، اَبْتَعُ ، اَبْصَعُ ۔ تابع ہیں اَجْمَعُ کے۔ یہاں ان کے اجمع کے علاوہ کوئی معنی نہیں ہے پس ان سب کا "اجمع" پر مقدم کرنا اور اجمع کے بغیر ذکر کرنا جائز نہیں ہے۔

تشریح:

تاکید کی تعریف:

تاکید وہ تابع ہے جو متبوع کی طرف کسی چیز کی نسبت کو پختہ کرنے کے لئے لایا جائے۔ جیسے جَاءَنِیْ زَیْدٌ نَفْسُه، (میرے پاس زید بذات خود آیا) یا اس بات کو واضح کرنے کیلئے لایا جاتا ہے کہ حکم متبوع کے تمام افراد کو شامل ہے۔ جیسے فَسَجَدَ الْمَلٰئِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُوْنَ (تو تمام ملائکہ نے ایک ساتھ سجدہ کیا)۔ پہلی مثال میں زید کے آنے کی نسبت کو" نفسُه" نے پختہ کیا جبکہ دوسری مثال میں "كُلُّهُمْ "نے تمام ملائکہ کے سجدہ کرنے کو واضح کیا۔ جسکی تاکید بیان کی جائے اسے مؤکَّد کہتے ہیں۔ مؤکَّد اور تاکید دونوں کا اعراب ایک جیسا ہوتا ہے۔

تاکید کی اقسام

تاکید کی دو قسمیں ہیں: 1۔ تاکید لفظی 2۔ تاکید معنوی

تاکید لفظی:

وہ تاکید ہے جس میں لفظ تکرار کے ساتھ لایا جائے۔ جیسے جَاءَنِیْ زَیْدٌ زَیْدٌ وَجَاءَ جَاءَ زَیْدٌ۔

تاکید معنوی:

وہ تاکید ہے جو چند مخصوص الفاظ کے لانے سے حاصل ہو۔ وہ الفاظ یہ ہیں: نَفْسٌ ، عَیْنٌ ، كِلاَ ، كِلْتَا ، كُلٌّ ، أَجْمَعُ ، أَكْتَعُ ، أَبْتَعُ ، أَبْصَعُ

نفس اور عین:

صیغے اور ضمیر کی تبدیلی کے ساتھ واحد، تثنیہ اور جمع تینوں کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے جَاءَنِیْ زَیْدٌ نَفْسُهٗ وَالزَّیْدَانِ اَنْفُسُهُمَا اَوْنَفْسَاهُمَا وَالزَّیْدُوْنَ اَنْفُسُهُمْ ۔ اسی طرح عَیْنٌ کی مثال جیسے: عَیْنُهٗ وَاَعْیُنُهُمَا اَوْعَیْنَاهُمَا وَاَعْیُنُهُمْ۔ مونث کیلئے مونث کی ضمیر لگا کر استعمال کرتے ہیں۔ جیسے جَاءَتْنِی هِنْدٌ نَفْسُهَا وَجَاءَتْنِی الْهِنْدَانِ نَفْسُهُمَا اَوْنَفْسَاهُمَا وَجَاءَتْنِی الْهِنْدَاتُ اَنْفُسُهُنَّ ۔ اسی پر لفظ عَیْنٌ کو قیاس کریں۔

کلا و کلتا:

صرف تثنیہ مذکر و مونث کیلئے استعمال ہوتے ہیں جیسے قَامَ الرَّجُلَانِ كِلَاهُمَا وَقَامَتِ الْمَرْاَتَانِ كِلْتَاهُمَا۔

کلّ، اجمع، اکتع، ابتع، اور ابصع:

واحد اور جمع کیلئے آتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ کُلٌّ میں ضمیر متصل کو بدلنا پڑتا ہے جبکہ باقی الفاظ میں صیغوں کو۔ جیسے: جَاءَنِی الْقَوْمُ کُلُّھُمْ اَجْمَعُوْنَ اَکْتَعُوْنَ اَبْتَعُوْنَ اَبْصَعُوْنَ وَقَامَتِ النِّسَاءُ کُلُّھُنَّ جُمَعَ کُتَعُ بُتَعُ بُصَعُ۔ أَجْمَعُ، أَکْتَعُ، أَبْتَعُ اور أَبْصَعُ بھی کُلٌّ کے معنٰی میں ہیں۔

تاکید کے چند ضروری قواعد:

1. ضمیر متصل بارز یا مستتر کی تاکید ضمیر مرفوع منفصل سے لائی جاتی ہے خواہ ضمائر موکدہ مرفوع ہوں یا منصوب یا مجرور، جیسے ضمیر متصل بارز کی مثال۔ قُمْتُ أَنَا، مَارَاَکَ أَنْت أَحَدٌ، سَلَّمْتُ عَلَیْهِ ھُوَ اور ضمیر متصل مستتر کی مثال أَنْصَحُ أَنَا زَیْدًا۔
2. أَکْتَعُ، أَبْتَعُ، اور أَبْصَعُ یہ تینوں أَجْمَعُ کے تابع ہیں یعنی نہ تو أَجْمَعُ کے بغیر آتے ہیں اور نہ ہی أَجْمَعُ سے پہلے آتے ہیں۔
3. ماگر ضمیر مرفوع متصل بارز و مستتر کی تاکید معنوی نَفْسٌ یا عَیْنٌ سے لانی ہو تو پہلے ضمیر مرفوع منفصل سے تاکید لائی جاتی ہے اسکے بعد نَفْسٌ یا عَیْنٌ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جیسے قُمْتُ أَنَا نَفْسِی، ضَرَبَ ھُوَ نَفْسُه،۔
4. اگر انکے بجائے ضمیر منصوب یا مجرور ہو تو اب نَفْسٌ یا عَیْنٌ کو تاکید کیلئے براہ راست لایا جائے گا۔ جیسے ضَرَبْتُھُمْ أَنْفُسَھُمْ، مَرَرْتُ بِهٖ نَفْسِهٖ۔
5. اسم ظاہر کو ضمیر کے ساتھ مؤکد نہیں کر سکتے۔ لہٰذا یوں کہنا غلط ہو گا، جَاءَ زَیْدٌ ھُوَ۔
6. لیکن ضمیر، ضمیر اور اسم ظاہر دونوں سے مؤکد کی جاسکتی ہے جیسے جِئْتَ أَنْتَ نَفْسَکَ، أَحْسَنْتَ اِلَیْهِمْ أَنْفُسِھُمْ۔
7. عموماً أَجْمَعُ کا استعمال کُلٌّ کے بعد ہوتا ہے جیسے سَجَدَ الْمَلٰئِکَةُ کُلُّھُمْ أَجْمَعُوْنَ اور بعض اوقات اکیلا بھی آتا ہے۔ جیسے جَاءَ الْقَوْمُ أَجْمَعُ۔
8. نَفْسٌ یا عَیْنٌ سے تثنیہ کی تاکید کرنی ہو تو انکی جمع سے کرینگے، جیسے جَاءَ الرَّجُلاَنِ أَنْفُسُھُمَا یا أَعْیُنُھُمَا اور نَفْسَاھُمَا یا عَیْنَاھُمَا نہیں کہیں گے۔
9. نَفْسٌ کی جگہ عَیْنٌ بھی بولا جاتا ہے۔ کُلٌّ کی جگہ جَمِیْعٌ بھی آسکتا ہے، جیسے رَأَیْتُ زَیْدًا نَفْسَه، عَیْنَه اور جَاءَ الْقَوْمُ کُلُّھُمْ، جَمِیْعُھُمْ۔
10. کبھی جَمِیْعٌ بغیر اضافت کے استعمال ہوتا ہے اسوقت وہ بجائے تاکید کے حال واقع ہوتا ہے۔ جیسے جَاءَ الْمُسْلِمُوْنَ جَمِیْعًا۔

11. تاکید لفظی میں بعینہ سابقہ لفظ کا اعادہ ضروری نہیں۔ بلکہ ما قبل کا ہم معنی لفظ بھی لایا جاسکتا ہے۔ جیسے أَتیٰ جَاءَزَیْدٌ، اور ضَرَبْنَا نَحْنُ۔

12. اگر کسی اسم ظاہر کے بعد نَفْسٌ یا عَیْنٌ حرف جر باء کی وجہ سے مجرور نظر آئے تو وہ باء ہمیشہ زائدہ ہو گی، اور مابعد اسم براہ راست تاکید بنے گا۔ جیسے جَاءَزَیْدٌ بِنَفْسِہٖ، بِعَیْنِہٖ۔

فَصْلٌ اَلْبَدْلُ تَابِعٌ یُنْسَبُ اِلَیْہِ مَانُسِبَ اِلٰی مَتْبُوْعِہٖ وَھُوَ الْمَقْصُوْدُ بِالنِّسْبَةِ دُوْنَ مَتْبُوْعِہٖ وَاَقْسَامُ الْبَدْلِ اَرْبَعَةٌ بَدْلُ الْکُلِّ مِنَ الْکُلِّ وَھُوَ مَامَدْلُوْلُہٗ مَدْلُوْلُ الْمَتْبُوْعِ نَحْوُ جَاءَنِیْ زَیْدٌ اَخُوْكَ وَبَدْلُ الْبَعْضِ مِنَ الْکُلِّ وَھُوَ مَامَدْلُوْلُہٗ جُزْءُمَدْلُوْلِ الْمَتْبُوْعِ نَحْوُ ضَرَبْتُ زَیْدًا رَاْسَہٗ وَبَدْلُ الْاِشْتِمَالِ وَھُوَ مَامَدْلُوْلُہٗ مُتَعَلَّقُ الْمَتْبُوْعِ کَسُلِبَ زَیْدٌ ثَوْبُہٗ وَبَدْلُ الْغَلَطِ وَھُوَ مَایُذْکَرُ بَعْدَ الْغَلَطِ نَحْوُ جَاءَنِیْ زَیْدٌ جَعْفَرٌ وَرَاَیْتُ رَجُلًا حِمَارًا وَالْبَدْلُ اِنْ کَانَ نَکِرَةً مِنْ مَعْرِفَةٍ یَجِبُ نَعْتُہٗ کَقَوْلِہٖ تَعَالیٰ بِالنَّاصِیَةِ نَاصِیَةٍ کَاذِبَةٍ وَلَا یَجِبُ ذٰلِكَ فِیْ عَکْسِہٖ وَلَا فِی الْمُتَجَانِسَیْنِ **فَصْلٌ** عَطْفُ الْبَیَانِ تَابِعٌ غَیْرُ صِفَةٍ یُوْضِحُ مَتْبُوْعَہٗ وَھُوَ اَشْھَرُاِسْمَیْ شَیْءٍ نَحْوُ قَامَ اَبُوْ حَفْصٍ عُمَرُ وَقَامَ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ عَمْرٍ وَلَا یَلْتَبِسُ بِالْبَدْلِ لَفْظًا فِیْ مِثْلِ قَوْلِ الشَّاعِرِ شِعْرٌ

اَنَا اِبْنُ التَّارِكِ الْبِکْرِیْ بِشْرٍ --- عَلَیْہِ الطَّیْرُ تَرْقَبُہٗ وُقُوْعًا

ترجمہ: فصل: بدل وہ تابع ہے جس کی طرف اس چیز کو منسوب کیا جاتا ہے جسے اس کے متبوع کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور یہی مقصود بالنسبت ہوتا ہے نہ کہ اس کا متبوع۔ اور بدل کی چار اقسام ہیں: بدل کل، وہ جس کا مدلول، متبوع کا مدلول ہو جیسے جَاءَنِیْ زَیْدٌ اَخُوْكَ۔ اور بدل بعض وہ جس کا مدلول، متبوع کے مدلول کا جزء ہو جیسے ضَرَبْتُ زَیْدًا رَاْسَہٗ۔ اور بدل اشتمال، وہ جس کا مدلول، متبوع کا متعلق ہو جیسے سُلِبَ زَیْدٌ ثَوْبُہٗ۔ اور

بدل غلط، وہ جسے غلطی کے بعد ذکر کیا گیا ہو جیسے جَاءَنِي زَيْدٌ جَعْفَرٌ وَرَأَيْتُ رَجُلًا حِمَارًا۔ اور بدل اگر نکرہ ہو معرفہ سے تو اس کی صفت لانا ضروری ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ "" اور اس کے عکس میں ضروری نہیں ہے اور نہ ہی متجانسین میں۔ فصل: عطف بیان وہ تابع ہے جو غیر صفت ہو کر اپنے متبوع کی وضاحت کرے اور وہ کسی شئی کے دوناموں میں سے زیادہ مشہور ہوتا ہے جیسے "" اور ""۔ اور لفظ کے اعتبار سے عطف بیان، بدل سے ملتبس نہیں ہوتا شاعر کے قول کی مثل میں "میں اس شخص کا بیٹا ہوں جو بکری بشر جیسے بہادر کو قتل کرنے والا ہے اس حال میں کہ موجود ہونے والے ہیں اس پر پرندے اس حال میں کہ اس کا انتظار کر رہے ہیں اس حال میں کہ گرنے والے ہیں یعنی تھوڑی سی رمق باقی ہے تو پرندے اس کی روح نکلنے کا انتظار کر رہے ہیں کہ روح نکلے اور ہم اس کو کھائیں۔

تشریح:

عطف بیان کی تعریف:

وہ تابع ہے جو صفت تو نہ ہو لیکن صفت کی طرح اپنے متبوع کو واضح کرے یہ اپنے متبوع سے زیادہ مشہور ہوتا ہے۔ جیسے أَقْسَمَ بِاللّٰهِ أَبُوْ حَفْصٍ عُمَرُ۔ اس مثال میں عمر تابع ہے جس نے متبوع ابو حفص کو واضح کیا۔ اور قَالَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ أَبُوْ هُرَيْرَةَ، تابع کو عطف بیان اور متبوع کو مبیَّن کہتے ہیں۔

عطف بیان کے چند ضروری قواعد:

☆۔۔۔۔۔اگر کنیت اور علم ایک ساتھ آجائیں تو ان میں سے مشہور کو عطف بیان بنائیں جیسے مذکورہ بالا مثالوں میں پہلی میں عُمَرُ اور دوسری میں أَبُوْ هُرَيْرَةَ عطف بیان ہیں۔

☆۔۔۔۔۔اگر متبوع معرفہ ہو تو عطف بیان اسکی وضاحت کرتا ہے جیسے مذکورہ مثالیں اور نکرہ ہو تو اسکی تخصیص کا فائدہ دیتا ہے۔ جیسے وَيُسْقٰى مِنْ مَّاءٍ صَدِيْدٍ۔ اس مثال میں صدید عطف بیان نے ماء متبوع کی تخصیص کی۔

☆۔۔۔۔۔عطف بیان تخصیص اور ازالہ وہم کیلئے بھی آتا ہے جیسے أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اور اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٧﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ۔

وضاحت:

طَعَامُ مَسٰكِيْنَ نے کفارہ کی اقسام میں طعام کو خاص کر دیا ہے اور لفظ رَبِّ مُوْسٰى وَهَارُوْنَ نے فرعون پر ایمان لانے اور اسکے دعوائے ربوبیت کا ازالہ کیا ہے۔

اَلْبَابُ الثَّانِی فِی الْاِسْمِ الْمَبْنِیِّ

وَهُوَ اِسْمٌ وَقَعَ غَيْرَ مُرَكَّبٍ مَعَ غَيْرِهٖ مِثْلُ اب ت ث وَمِثْلُ وَاحِدٍ وَاِثْنَانِ وَثَلٰثَةٍ وَكَلَفْظَةِ زَيْدٍ وَحْدَهٗ فَاِنَّهٗ مَبْنِیٌّ بِالْفِعْلِ عَلَی السُّكُوْنِ وَمُعْرَبٌ بِالْقُوَّةِ اَوْشَابَهَ مَبْنِیَّ الْاَصْلِ بِاَنْ يَّكُوْنَ فِی الدَّلَالَةِ عَلٰی مَعْنَاهُ مُحْتَاجًا اِلٰی قَرِيْنَةٍ كَالْاِشَارَةِ نَحْوُ هٰؤُلَاءِ وَنَحْوُهَا اَوْ يَكُوْنَ عَلٰی اَقَلَّ مِنْ ثَلٰثَةِ اَحْرُفٍ اَوْ تَضَمَّنَ مَعْنَی الْحَرْفِ نَحْوُ ذَا وَمَنْ وَاَحَدَ عَشَرَ اِلٰی تِسْعَةَ عَشَرَ وَهٰذَا الْقِسْمُ لَا يَصِيْرُ مُعْرَبًا اَصْلًا وَحُكْمُهٗ اَنْ لَا يَخْتَلِفَ اٰخِرُهٗ بِاِخْتِلَافِ الْعَوَامِلِ وَحَرَكَاتُهٗ تُسَمّٰی ضَمًّا وَفَتْحًا وَكَسْرًا وَسُكُوْنُهٗ وَقْفًا وَهُوَ عَلٰی ثَمَانِيَةِ اَنْوَاعٍ اَلْمُضْمِرَاتُ وَاَسْمَاءُ الْاِشَارَاتُ وَالْمَوْصُوْلَاتُ وَاَسْمَاءُ الْاَفْعَالِ وَالْاَصْوَاتُ وَالْمُرَكَّبَاتُ وَالْكِنَايَاتُ وَبَعْضُ الظُّرُوْفِ

ترجمہ: دوسرا باب اسم مبنی کے بارے میں: وہ اسم جو اپنے غیر کے ساتھ مرکب نہ ہو جیسے اب ت ث اور جیسے واحد اثنان اور ثلاثۃ اور جیسے تنہا زید کا لفظ۔ پس یہ بالفعل مبنی بر سکون ہے اور بالقوۃ معرب ہے یا مبنی اصل کے مشابہ ہو اس طرح کہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں قرینہ کا محتاج ہو جیسے اشارہ، مثلاً ھٰؤُلَاءِ۔ اور اس جیسے دوسرے اسماء اشارات یا وہ تین حروف سے کم ہو یا حرف کے معنی کو متضمن ہو جیسے "ذَا اور مَنْ" اور "اَحَدَ عَشَرَ" سے "تِسْعَةَ عَشَرَ" تک۔ اور یہ قسم بالکل معرب نہیں ہوتی اور اس کا حکم یہ ہے کہ عوامل کے بدلنے سے اس کا آخر نہیں بدلتا، اور اس کی حرکات کا نام ضمہ، فتحہ، کسرہ اور وقف رکھا جاتا ہے۔ اور اس کی آٹھ اقسام ہیں: مضمرات، اسماء اشارات، اسماء موصولات، اسماء افعال، اسماء اصوات، مرکبات، کنایات اور بعض ظروف۔

تشریح

فَصْلٌ اَلْمُضْمِرُ اِسْمٌ وُضِعَ لِيَدُلَّ عَلٰی مُتَکَلِّمٍ اَوْ مُخَاطَبٍ اَوْ غَائِبٍ تَقَدَّمَ ذِکْرُهٗ لَفْظًا اَوْ مَعْنًی اَوْ حُکْمًا وَ هُوَ عَلٰی قِسْمَیْنِ مُتَّصِلٌ وَهُوَ مَالَا یُسْتَعْمَلُ وَحْدَهٗ اِمَّا مَرْفُوْعٌ نَحْوُ ضَرَبْتُ اِلٰی ضَرَبْنَ اَوْ مَنْصُوْبٌ نَحْوُ ضَرَبَنِیْ اِلٰی ضَرَبَهُنَّ وَاِنَّنِیْ اِلٰی اِنَّهُنَّ اَوْمَجْرُوْرٌ نَحْوُ غُلَامِیْ وَلِیْ اِلٰی غُلَامِهِنَّ وَلَهُنَّ وَمُنْفَصِلٌ وَهُوَ مَا یُسْتَعْمَلُ وَحْدَهٗ اِمَّا مَرْفُوْعٌ نَحْوُ اَنَا اِلٰی هُنَّ اَوْ مَنْصُوْبٌ نَحْوُ اِیَّایَ اِلٰی اِیَّاهُنَّ فَذٰلِكَ سِتُّوْنَ ضَمِیْرًا

ترجمہ: فصل: مضمر وہ اسم ہے جو وضع کیا گیا ہو تا کہ متکلم، مخاطب یا اس غائب پر دلالت کرے جس کا ذکر لفظاً یا حکماً پہلے گزر چکا ہو۔ اس کی دو قسمیں ہیں: متصل، اور یہ وہ ہے جو اکیلی استعمال نہیں کی جاسکتی، یا مرفوع ہو گی جیسے "ضَرَبْتُ" سے "ضَرَبْنَ" تک۔ یا منصوب ہو گی جیسے "ضَرَبَنِیْ" سے "ضَرَبَهُنَّ" اور "اِنَّنِیْ" سے "اِنَّهُنَّ" تک۔ یا مجرور ہو گی جیسے "غُلَامِیْ اور لِیْ" سے "غُلَامِهِنَّ اور لَهُنَّ" تک۔ اور منفصل، یہ وہ ہے جو اکیلی استعمال کی جاسکتی ہو، یا مرفوع ہو گی جیسے "اَنَا" سے "هُنَّ" تک، یا منصوب ہو گی جیسے "اِیَّایَ" سے "اِیَّاهُنَّ" تک، پس یہ ساٹھ ضمیریں بن گئیں۔

تشریح:

وَاعْلَمْ اَنَّ الْمَرْفُوْعَ الْمُتَّصِلَ خَاصَّةً یَکُوْنُ مُسْتَتِرًا فِی الْمَاضِیْ لِلْغَائِبِ وَالْغَائِبَةِ کَضَرَبَ اَیْ هُوَ وَضَرَبَتْ اَیْ هِیَ وَفِی الْمُضَارِعِ الْمُتَکَلِّمِ مُطْلَقًا نَحْوُ اَضْرِبُ اَیْ اَنَا وَنَضْرِبُ اَیْ نَحْنُ وَلِلْمُخَاطَبِ کَتَضْرِبُ اَیْ اَنْتَ وَلِلْغَائِبِ وَالْغَائِبَةِ کَیَضْرِبُ اَیْ هُوَ وَتَضْرِبُ اَیْ هِیَ وَفِی الصِّفَةِ اَعْنِیْ اِسْمَ الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ وَغَیْرَهُمَا مُطْلَقًا وَلَایَجُوْزُ اِسْتِعْمَالُ الْمُنْفَصِلِ اِلَّا عِنْدَ تَعَذُّرِ الْمُتَّصِلِ کَاِیَّاكَ نَعْبُدُ وَمَا ضَرَبَكَ اِلَّا اَنَا وَاَنَا زَیْدٌ وَمَا اَنْتَ اِلَّا قَائِمًا

ترجمہ:توجان کہ مرفوع متصل خاص طور پر ماضی غائب اور غائبہ میں مستتر ہوتی ہے جیسے "ضَرَبَ" میں " هُوَ " اور "ضَرَبَتْ" میں "هِيَ "۔اور مضارع متکلم میں مطلقاً جیسے "اَضْرِبُ" میں "اَنَا " اور "نَضْرِبُ" میں "نَحْنُ "۔اور مخاطب میں جیسے "تَضْرِبُ" میں "اَنْتَ" اور غائب اور غائبہ میں جیسے "يَضْرِبُ" میں "هُوَ" اور "تَضْرِبُ" میں "هِيَ" اور صفت میں مطلقاً میری مراد اسم فاعل اور اسم مفعول اور ان کے علاوہ ہیں، اور متصل کے متعذر ہونے کی صورت میں ہی منفصل کا استعمال جائز ہے جیسے "اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَمَا ضَرَبَكَ اِلَّا اَنَا وَاَنَا زَيْدٌ وَمَا اَنْتَ اِلَّا قَائِمًا"

تشریح:

وَاعْلَمْ اَنَّ لَهُمْ ضَمِيْرًا يَقَعُ قَبْلَ جُمْلَةٍ تُفَسِّرُهُ وَيُسَمّٰى ضَمِيْرُ الشَّانِ فِي الْمُذَكَّرِ وَضَمِيْرُ الْقِصَّةِ فِي الْمُؤَنَّثِ نَحْوُ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَاِنَّهَا زَيْنَبُ قَائِمَةٌ وَيُدْخَلُ بَيْنَ الْمُبْتَدَاءِ وَالْخَبَرِ صِيْغَةُ مَرْفُوْعٍ مُنْفَصِلٍ مُطَابِقٌ لِلْمُبْتَدَاءِ اِذَا كَانَ الْخَبَرُ مَعْرِفَةً اَوْ اَفْعَلَ مِنْ كَذَا وَيُسَمّٰى فَصْلٌ لِاَنَّهُ يَفْصِلُ بَيْنَ الْخَبَرِ وَالصِّفَةِ نَحْوُ زَيْدٌ هُوَ الْقَائِمُ وَكَانَ زَيْدٌ هُوَ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ

ترجمہ:اور تو جان کہ بیشک ان کے لیے ایک ضمیر ہے جو جملہ سے پہلے واقع ہوتی ہے اور وہ جملہ اس کی تفسیر کرتا ہے اور مذکر میں اس ضمیر کا نام رکھا گیا ہے ضمیر شان جبکہ مؤنث میں ضمیر قصہ رکھا گیا ہے جیسے "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور اِنَّهَا زَيْنَبُ قَائِمَةٌ "۔اور اگر خبر معرفہ ہو یا اسم تفضیل مستعمل بمن ہو تو مبتداء اور خبر کے درمیان مبتداء کے مطابق مرفوع منفصل کا صیغہ داخل کیا جاتا ہے۔اور اسے فصل کہا جاتا ہے کہ یہ خبر اور صفت کے درمیان فاصلہ کرتی ہے جیسے " زَيْدٌ هُوَ الْقَائِمُ وَكَانَ زَيْدٌ هُوَ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو "اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:"كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ"۔

تشریح

فَصلٌ اَسْمَاءُ الْاِشَارَةِ مَا وُضِعَ لِيَدُلَّ عَلٰى مُشَارٌ اِلَيْهِ وَهِيَ خَمْسَةُ اَلْفَاظٍ لِسِتَّةِ مَعَانٍ وَذٰلِكَ ذَا لِلْمُذَكَّرِ وَذَانِ وَذَيْنِ لِمُثَنَّاهُ وَتَا وَتِيْ وَذِيْ وَتِهْ وَذِهْ وَتِهِيْ وَذِهِيْ لِلْمُؤَنَّثِ وَتَانِ وَتَيْنِ لِمُثَنَّاهُ وَاُوْلَاءِ بِالْمَدِّ وَالْقَصْرِ لِجَمْعِهِمَا وَقَدْ يُلْحَقُ بِاَوَائِلِهَا هَاءُ التَّنْبِيْهِ نَحْوُ هٰذَا وَهَذَانِ وَهٰؤُلَاءِ وَيُتَّصَلُ بِاَوَاخِرِهَا حَرْفُ الْخِطَابِ وَهُوَ اَيْضاً خَمْسَةُ اَلْفَاظٍ لِسِتَّةِ مَعَانٍ نَحْوُكَ كَمَا كُمْ كِ كُنَّ فَذٰلِكَ خَمْسَةٌ وَّعِشْرُوْنَ اَلْحَاصِلُ مِنْ ضَرْبِ خَمْسَةٍ فِيْ خَمْسَةٍ وَهِيَ ذَاكَ اِلٰى ذَاكُنَّ وَذَانِكَ اِلٰى ذَانِكُنَّ وَكَذٰلِكَ الْبَوَاقِيْ وَاعْلَمْ اَنَّ ذَا لِلْقَرِيْبِ وَذٰلِكَ لِلْبَعِيْدِ وَذَاكَ لِلْمُتَوَسِّطِ

ترجمہ: اسم اشارہ جو وضع کیا گیا ہو تاکہ مشار الیہ پر دلالت کرے اور یہ چھ معانی کے لیے پانچ الفاظ ہیں اور یہ "ذَا" مذکر کے لیے، "ذَانِ اور ذَیْنِ" تثنیہ مذکر کے لیے اور "تَا، تِیْ، تِہْ، ذِہْ، تِہِیْ اور ذِہِیْ" مؤنث کے لیے اور "تَانِ اور تَیْنِ" اور تثنیہ مؤنث کے لیے اور "اُوْلَاءِ" مد اور قصر کے ساتھ جمع مذکر و مؤنث کے لیے۔ اور کبھی ان کے شروع میں ھاء تنبیہ لاحق کی جاتی ہے جیسے "ھٰذَا وَھَذَانِ وَھٰؤُلَاءِ" اور کبھی ان کے آخر میں حرف خطاب متصل کیا جاتا ہے اور یہ بھی ایسے ہی چھ معانی کے لیے پانچ ہیں جیسے "کَ کَمَا کُمْ کِ کُنَّ" پس پانچ کو پانچ میں ضرب دینے سے جو حاصل ہوئے وہ پچیس ہیں اور یہ "ذَاکَ" سے ذَاکُنَّ تک، اور "ذَانِکَ" سے "ذَانِکُنَّ" تک، اور اسی طرح باقی۔ اور تو جان کہ "ذَا" قریب کے لیے اور "ذٰلِکَ" بعید کے لیے اور "ذَاکَ" متوسط کے لیے ہے۔

تشریح:

فَصْلٌ اَلْمَوْصُوْلُ اِسْمٌ لَایَصْلَحُ اَنْ یَّکُوْنَ جُزْءًتَامًّامِنْ جُمْلَۃٍ اِلَّابِصِلَۃٍ بَعْدَہٗ وَالصِّلَۃُ جُمْلَۃٌ خَبْرِیَّۃٌ

وَلَابُدَّمِنْ عَایِدٍفِیْھَا یَعُوْدُاِلَی الْمَوْصُوْلِ مِثَالُہُ الَّذِیْ فِیْ قَوْلِنَا جَاءَالَّذِیْ اَبُوْہٗ قَایِمٌ اَوْقَامَ اَبُوْہُ وَاَلَّذِیْ

لِلْمُذَکَّرِ وَاَللَّذَانِ وَاَللَّذَیْنِ لِمُثَنَّاہُ وَاَلَّتِیْ لِلْمُؤَنَّثِ وَاَللَّتَانِ وَاَللَّتَیْنِ لِمُثَنَّاھَاوَاَلَّذِیْنَ وَاَلْاُلٰی لِجَمْعِ

الْمُذَکَّرِوَاَللَّاتِیْ وَاَللَّوَاتِیْ وَاَللَّاءِوَاَللَّایِیْ لِجَمْعِ الْمُؤَنَّثِ

ترجمہ: فصل موصول وہ اسم جو اپنے مابعد صلہ کے بغیر جملے کا مکمل جزء بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔اور صلہ جملہ خبریہ ہوتا

ہے اور ضروری ہے کہ اس میں ایک عائد ہو جو موصول کی طرف لوٹ رہی ہو اور اس کی مثال جیسے ہمارے قول" جَاءَالَّذِیْ

اَبُوْہٗ قَایِمٌ اَوْقَامَ اَبُوْہُ"میں" الَّذِیْ"۔اور"اَلَّذِیْ" مذکر کے اور"اَللَّذَانِ وَاَللَّذَیْنِ"تثنیہ مذکر کے لیے اور"اَلَّتِیْ"

مؤنث کے لیے اور"اَللَّتَانِ وَاَللَّتَیْنِ"تثنیہ مؤنث کے لیے اور"اَلَّذِیْنَ وَاَلْاُلٰی"جمع مذکر کے کے لیے اور" وَاَللَّاتِیْ

وَاَللَّوَاتِیْ وَاَللَّاءِوَاَللَّایِیْ"جمع مؤنث کے لیے۔

تشریح:

وَمَاوَمَنْ وَاَیٌّ وَاَیَّۃٌ وَذُوْ بِمَعْنَی اَلَّذِیْ فِیْ لُغَۃِ بَنِیْ طَیٍّ کَقَوْلِ الشَّاعِرِ شعر

فَاِنَّ الْمَاءَمَاءُاَبِیْ وَجَدِّیْ--وَبِیْرِیْ ذُوْحَفَرْتُ وَذُوْطَوَیْتُ

اَیْ اَلَّذِیْ حَفَرْتُہٗ وَاَلَّذِیْ طَوَیْتُہٗ وَالْاَلِفُ وَاللَّامُ بِمَعْنَی اَلَّذِیْ صِلَتُہٗ اِسْمُ الْفَاعِلِ وَاِسْمُ الْمَفْعُوْلِ نَحْوُ

جَاءَنِی الضَّارِبُ زَیْدًا اَیْ اَلَّذِیْ یَضْرِبُ زَیْدًا اَوْجَاءَنِی الْمَضْرُوْبُ غُلَامُہٗ وَیَجُوْزُ حَذْفُ الْعَایِدِ مِنَ اللَّفْظِ اِنْ

کَانَ مَفْعُوْلًا نَحْوُ قَامَ الَّذِیْ ضَرَبْتُ اَیْ اَلَّذِیْ ضَرَبْتُہٗ وَاعْلَمْ اَنَّ اَیًّا وَاَیَّۃً مُعْرِبَۃٌ اِلَّااِذَاحُذِفَ صَدْرُ صِلَتِھَا

کَقَوْلِہٖ تَعَالٰی ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ کُلِّ شِیْعَۃٍ اَیُّھُمْ اَشَدُّ عَلَی الرَّحْمٰنِ عِتِیًّا اَیْ ھُوَ اَشَدُّ

ترجمہ:اور مَا،مَنْ ،اَیٌّ ،اَیَّۃٌ اور ذُوْ بِمَعْنَی اَلَّذِیْ "بنی طی کی لغت میں اسم موصول ہیں جیسا کہ شاعر کا قول" فَاِنَّ الْمَاءَمَاءُاَبِیْ وَجَدِّیْ --وَبِیْرِیْ ذُوْحَفَرْتُ وَذُوْطَوَیْتُ "(پانی جس کے بارے میں جھگڑا ہورہا ہے میرے باپ دادا کا ہے یعنی وہ مجھے وراثت میں ملا ہے اور جس کنویں کے بارے جھگڑا ہورہا ہے وہ یہ وہ کنواں ہے جس میں نے کھودا ہے اور پتھر کے ساتھ میں نے اس کی من باندھی ہے۔) اور الف لام بمعنی الذی کا صلہ اسم فاعل اور اسم مفعول ہوتا ہے جیسے " جَاءَنِی الضَّارِبُ زَیْدًا " بمعنی " اَلَّذِیْ یَضْرِبُ زَیْدًا "(میرے پاس وہ شخص آیا جو زید کو مارنے والا ہے) یا" جَاءَنِی الْمَضْرُوْبُ غُلَامُہٗ"(میرے پاس وہ شخص آیا جس کا غلام مارا گیا ہے)۔اور عائد کو لفظ سے حذف کرنا جائز ہے اگر عائد مفعول ہو جیسے " قَامَ الَّذِیْ ضَرَبْتُ "یعنی " اَلَّذِیْ ضَرَبْتُہٗ"(وہ شخص کھڑا ہو جس میں نے مارا ہے)اور تو جان کہ بے شک " اَیًّا اور اَیَّۃٌ "معرب ہیں مگر جب اس کے صلہ کو حذف کیا جائے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان:" ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ کُلِّ شِیْعَۃٍ اَیُّھُمْ اَشَدُّ عَلَی الرَّحْمٰنِ عِتِیًّا "یعنی ھُوَ اَشَدُّ۔

تشریح:

فَصْلٌ اَسْمَاءُالْاَفْعَالِ ھُوَ کُلُّ اِسْمٍ بِمَعْنَی الْاَمْرِ وَالْمَاضِیْ نَحْوُ رُوَیْدَ زَیْدًا اَیْ اَمْھِلْہُ وَھَیْھَاتَ زَیْدٌ اَیْ بَعُدَ اَوْکَانَ عَلٰی وَزْنِ فَعَالِ بِمَعْنَی الْاَمْرِ وَھُوَ مِنَ الثُّلَاثِیْ قِیَاسٌ کَنَزَالِ بِمَعْنَی اِنْزِلْ وَتَرَاكِ بِمَعْنَی اُتْرُكْ وَیَلْحَقُ بِہٖ فَعَالِ مَصْدَرًا مَعْرِفَۃً کَفَجَارِ بِمَعْنَی الْفُجُوْرِ اَوْصِفَۃً لِلْمُؤَنَّثِ نَحْوُ یَافَسَاقِ بِمَعْنَی فَاسِقَۃٍ وَیَالَکَاعِ بِمَعْنَی لَاکِعَۃٍ اَوْعَلَمًا لِلْاَعْیَانِ الْمُؤَنَّثَۃِ کَقَطَامِ وَغَلَابِ وَحَضَارِ وَھٰذِہِ الثَّلٰثَۃُ لَیْسَتْ مِنْ اَسْمَاءِالْاَفْعَالِ وَاِنَّمَا ذُکِرَتْ ھٰھُنَا لِلْمُنَاسَبَۃِ

ترجمہ:اسم فعل ہر وہ اسم ہے جو بمعنی امر اور بمعنی ماضی ہو جیسے "رُوَيْدَ زَيْدًا"یعنی "اَمْهِلْهُ "(تو اسے مہلت دے)اور "هَيْهَاتَ زَيْدٌ"یعنی "بَعُدَ "(زید دور ہوا)یا" فَعَالِ "بمعنی امر کے وزن پر ہو اور وہ ثلاثی مجرد سے قیاس ہے جیسے "نَزَالِ "بمعنی "اِنْزِلْ "اور "تَرَاكِ "بمعنی "اُتْرُكْ "ہے۔اوراس کے ساتھ فعال ملحق کیا جاتا ہے اس حال میں کہ وہ مصدر معرفہ ہو جیسے "فَجَارِ بِمَعْنَى الْفُجُوْرِ "یامؤنث کی صفت ہو جیسے "يَافَسَاقِ بِمَعْنَى فَاسِقَةٍ (اے فاسقہ عورت)اور يَالَكَاعِ بِمَعْنَى لَاكِعَةٍ "(اے کمینی عورت)یااعیان مؤنثہ کا علم ہو جیسے "قَطَامِ وَغَلَابِ وَحَضَارِ "اور یہ تینوں اسماء افعال میں سے نہیں ہیں اور یہاں ان کا ذکر محظ مناسبت کی وجہ سے کیا گیا ہے۔

تشریح:

متن:فَصْلٌ اَلْاَصْوَاتُ كُلُّ لَفْظٍ حُكِيَ بِهٖ صَوْتٌ كَغَاقِ لِصَوْتِ الْغُرَابِ اَوْ صُوِّتَ بِهِ الْبَهَائِمُ كَنَخَّ لِاِنَاخَةِ الْبَعِيْرِ

ترجمہ:فصل اصوات ہر وہ لفظ جس سے آواز کی حکایت کی جاتی ہے جیسے کوے کی آواز کے لیے "غَاقِ"یا اس کے ذریعے سے جانوروں کو آواز دی جائے جیسے اونٹ بٹھانے کے لیے "نَخَّ"۔

تشریح:

متن: فَصْلٌ اَلْمُرَكَّبَاتُ كُلُّ اِسْمٍ رُكِّبَ مِنْ كَلِمَتَيْنِ لَيْسَتْ بَيْنَهُمَا نِسْبَةٌ فَاِنْ تَضَمَّنَ الثَّانِيْ حَرْفًا يَجِبُ بِنَاؤُهُمَا عَلَى الْفَتْحِ كَاَحَدَعَشَرَ اِلٰى تِسْعَةَ عَشَرَ اِلَّا اِثْنَیْ عَشَرَ فَاِنَّهَا مُعْرَبَةٌ كَالْمُثَنّٰى وَاِنْ لَمْ يَتَضَمَّنْ ذٰلِكَ فَفِيْهَا لُغَاتٌ اَفْصَحُهَا بِنَاءُ الْاَوَّلِ عَلَى الْفَتْحِ وَاِعْرَابُ الثَّانِيْ غَيْرُ مُنْصَرِفٍ كَبَعْلَبَكَّ نَحْوُ جَاءَنِيْ بَعْلَبَكُّ وَرَاَيْتُ بَعْلَبَكَّ وَمَرَرْتُ بِبَعْلَبَكَّ

ترجمہ: فصل المرکبات ہر وہ اسم جسے ایسے دو کلموں سے مرکب کیا گیا ہو جن کے درمیان کوئی نسبت نہ ہو پس اگر دوسرا کلمہ حرف کو متضمن ہو تو ان دونوں کا مبنی بر فتحہ ہونا ضروری ہے جیسے "اَحَدَعَشَرَ سے تِسْعَةَ عَشَرَ" تک، سوائے "اِثْنَا عَشَرَ" کے، کیونکہ یہ تثنیہ کی طرح معرب ہے۔ اور اگر وہ حرف کو متضمن نہ ہو تو اس میں کئی لغتیں ہیں، زیادہ فصیح اول کا مبنی بر فتحہ ہونا اور ثانی کا معرب غیر منصرف ہونا ہے جیسے "بَعْلَبَكَّ" جیسے "جَاءَنِيْ بَعْلَبَكُّ وَرَاَيْتُ بَعْلَبَكَّ وَمَرَرْتُ بِبَعْلَبَكَّ"۔

تشریح:

متن: فَصْلٌ اَلْكِنَايَاتُ هِيَ اَسْمَاءُ تَدُلُّ عَلٰى عَدَدٍ مُبْهَمٍ وَهِيَ كَمْ وَكَذَا اَوْحَدِيْثٍ مُبْهَمٍ وَهُوَ كَيْتَ وَذَيْتَ وَاعْلَمْ اَنَّ كَمْ عَلٰى قِسْمَيْنِ اِسْتِفْهَامِيَّةٌ وَمَا بَعْدَهَا مَنْصُوْبٌ مُفْرَدٌ عَلَى التَّمْيِيْزِ نَحْوُ كَمْ رَجُلًا عِنْدَكَ وَخَبْرِيَّةٌ وَمَا بَعْدَهَا مَجْرُوْرٌ مُفْرَدٌ نَحْوُ كَمْ مَالٍ اَنْفَقْتُهٗ اَوْ مَجْمُوْعٌ نَحْوُ كَمْ رِجَالٍ لَقِيْتُهُمْ وَمَعْنَاهُ التَّكْثِيْرُ وَتَدْخُلُ مِنْ فِيْهِمَا تَقُوْلُ كَمْ مِنْ رَجُلٍ لَقِيْتَهٗ وَكَمْ مِنْ مَالٍ اَنْفَقْتُهٗ وَقَدْ يُحْذَفُ التَّمْيِيْزُ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ نَحْوُ كَمْ مَالُكَ اَيْ كَمْ دِيْنَارًا مَالُكَ وَكَمْ ضَرَبْتُ اَيْ كَمْ ضَرْبَةٍ ضَرَبْتُ

ترجمہ: فصل: الکنایات: وہ ایسے اسماء ہیں جو عدد مبہم پر دلالت کرتے ہیں اور یہ "کَمْ وَکَذَا" ہیں یا مبہم بات پر دلالت کرتے ہیں اور یہ "کَیْتَ وَذَیْتَ" ہیں۔ تو جان کہ کم کی دو قسمیں ہیں استفہامیہ اور اس کا مابعد مفرد منصوب ہوتا ہے تمیز کے طور پر جیسے "کَمْ رَجُلًا عِنْدَكَ" اور خبریہ اور اس کا مابعد مفرد مجرور ہوتا ہے جیسے "کَمْ مَالٍ اَنْفَقْتُہٗ" یا جمع مجرور ہوتا ہے جیسے "کَمْ رِجَالٍ لَقِیْتُھُمْ" اور اس کا معنی تکثیر ہے اور ان دونوں میں من داخل ہوتا ہے تو کہے گا "کَمْ مِنْ رَجُلٍ لَقِیْتَہٗ وَکَمْ مِنْ مَالٍ اَنْفَقْتُہٗ"۔ اور کبھی قرینہ پائے جانے کی وجہ سے تمیز حذف کر دی جاتی ہے جیسے "کَمْ مَالُكَ اَیْ کَمْ دِیْنَارًا مَالُكَ وَکَمْ ضَرَبْتُ اَیْ کَمْ ضَرْبَۃٍ ضَرَبْتُ"۔

تشریح:

متن: وَاعْلَمْ اَنَّ کَمْ فِی الْوَجْھَیْنِ یَقَعُ مَنْصُوْبًا اِذَا کَانَ بَعْدَہٗ فِعْلٌ غَیْرُ مُشْتَغِلٍ عَنْہُ بِضَمِیْرِہٖ نَحْوُ کَمْ رَجُلًا ضَرَبْتَ وَکَمْ غُلَامٍ مَلَکْتَ مَفْعُوْلًا بِہٖ وَنَحْوُ کَمْ ضَرْبَۃً ضَرَبْتَ وَکَمْ ضَرْبَۃٍ ضَرَبْتَ مَصْدَرًا وَکَمْ یَوْمًا سِرْتَ وَکَمْ یَوْمًا صُمْتَ مَفْعُوْلًا فِیْہِ وَمَجْرُوْرًا اِذَا کَانَ قَبْلَہٗ حُرْفُ جَرٍّ اَوْمُضَافٌ نَحْوُ بِکَمْ رَجُلًا مَرَرْتُ وَعَلٰی کَمْ رَجُلٍ حَکَمْتُ وَغُلَامَ کَمْ رَجُلًا ضَرَبْتُ وَمَالَ کَمْ رَجُلٍ سَلَبْتُ وَمَرْفُوْعًا اِذَا لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مِنَ الْاَمْرَیْنِ مُبْتَدَءً اِنْ لَمْ یَکُنْ ظَرْفًا نَحْوُ کَمْ رَجُلًا اَخُوْكَ وَکَمْ رَجُلٍ ضَرَبْتُہٗ وَخَبْرًا اِنْ کَانَ ظَرْفًا نَحْوُ کَمْ یَوْمًا سَفَرُكَ وَکَمْ شَھْرٍ صَوْمِیْ

ترجمہ: تو جان کہ بیشک کم دونوں صورتوں میں منصوب واقع ہوتا ہے جبکہ اس کے بعد والا فعل اس کی ضمیر کی وجہ سے اعراض کرنے والا نہ ہو جیسے "کَمْ رَجُلًا ضَرَبْتَ وَکَمْ غُلَامٍ مَلَکْتَ" درحال کہ مفعول بہ ہے اور جیسے "کَمْ ضَرْبَۃً ضَرَبْتَ وَکَمْ ضَرْبَۃٍ ضَرَبْتَ" درحال کہ مفعول مطلق ہے اور جیسے "کَمْ یَوْمًا سِرْتَ وَکَمْ یَوْمًا صُمْتَ" درحال کہ مفعول

فیہ ہے۔ اور کم مجرور ہو گا جبکہ اس سے پہلے حرف جر یا مضاف ہو جیسے " بِكَمْ رَجُلًا مَرَرْتُ وَعَلٰى كَمْ رَجُلٍ حَكَمْتُ وَغُلَامَ كَمْ رَجُلًا ضَرَبْتُ وَمَالَ كَمْ رَجُلٍ سَلَبْتُ "۔ اور کم مرفوع ہو گا جبکہ ان دونوں امروں میں سے کوئی امر نہ ہو، مبتداء ہونے کی بناء پر اگر ظرف نہ ہو جیسے "كَمْ رَجُلًا اَخُوْكَ وَكَمْ رَجُلٍ ضَرَبْتُهٗ" اور خبر ہونے کی بناء پر اگر ظرف ہو جیسے "كَمْ يَوْمًا سَفَرُكَ وَكَمْ شَهْرٍ صَوْمِیْ "

تشریح:

متن: فَصْلٌ اَلظُّرُوْفُ الْمَبْنِيَّةُ عَلٰى اَقْسَامٍ مِنْهَا مَا قُطِعَ عَنِ الْاِضَافَةِ بِاَنْ حُذِفَ الْمُضَافُ اِلَيْهِ كَقَبْلُ وَبَعْدُ وَفَوْقُ وَتَحْتُ قَالَ اللهُ تَعَالٰى لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ اَیْ مِنْ قَبْلِ كُلِّ شَیْءٍ وَمِنْ بَعْدِ كُلِّ شَیْءٍ هٰذَا اِذَا كَانَ الْمَحْذُوْفُ مَنْوِيًّا لِلْمُتَكَلِّمِ وَاِلَّا لَكَانَتْ مُعْرَبَةً وَعَلٰى هٰذَا قُرِئَ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلٍ وَمِنْ بَعْدٍ وَتُسَمَّى الْغَايَاتِ

ترجمہ: ظروف مبنیہ چند اقسام پر مشتمل ہے ان میں سے وہ ہے جو اضافت سے کاٹ دیئے گئے ہو اس طور پر کہ مضاف الیہ حذف کیا گیا ہو جیسے "قَبْلُ وَبَعْدُ وَفَوْقُ وَتَحْتُ" اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ یعنی مِنْ قَبْلِ كُلِّ شَیْءٍ وَمِنْ بَعْدِ كُلِّ شَیْءٍ" یہ اس وقت ہے جب محذوف منوی ہو متکلم کے لیے ورنہ معرب ہونے اور اسی پر پڑھا گیا ہے "لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلٍ وَمِنْ بَعْدٍ" اور ان کا نام غایات رکھا گیا ہے۔

تشریح:

متن: وَمِنْهَا حَيْثُ بُنِيَتْ تَشْبِيْهًا لَهَا بِالْغَايَاتِ لِمُلَازَمَتِهَا الْإِضَافَةَ إِلَى الْجُمْلَةِ فِي الْأَكْثَرِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ وَقَدْ يُضَافُ إِلَى الْمُفْرَدِ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ ع

اَمَا تَرٰى حَيْثُ سُهَيْلٍ طَالِعًا اَيْ مَكَانَ سُهَيْلٍ فَحَيْثُ هٰذَا بِمَعْنَى مَكَانٍ وَشَرْطُهٗ اَنْ يُّضَافَ اِلَى الْجُمْلَةِ نَحْوُ اِجْلِسْ حَيْثُ يَجْلِسُ زَيْدٌ وَمِنْهَا اِذَا وَهِيَ لِلْمُسْتَقْبِلِ وَاِذَا دَخَلَتْ عَلَى الْمَاضِيْ صَارَ مُسْتَقْبِلًا نَحْوُ اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَفِيْهَا مَعْنَى الشَّرْط وَيَجُوْزُ اَنْ تَقَعَ بَعْدَهَا الْجُمْلَةُ الْاِسْمِيَّةُ نَحْوُ اٰتِيْكَ اِذَا الشَّمْسُ طَالِعَةٌ وَالْمُخْتَارُ الفِعْلِيَّةُ نَحْوُ اٰتِيْكَ اِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَقَدْ تَكُوْنُ لِلْمُفَاجَاةِ فَيُخْتَارُ بَعْدَهَا الْمُبْتَدَءُ نَحْوُ خَرَجْتُ فَاِذَا السَّبُعُ وَاقِفٌ وَمِنْهَا اِذْ وَهِيَ لِلْمَاضِيْ وَتَقَعُ بَعْدَهَا الْجُمْلَتَانِ الْاِسْمِيَّةُ وَالْفِعْلِيَّةُ نَحْوُ جِئْتُكَ اِذْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَاِذَا الشَّمْسُ طَالِعَةٌ

ترجمہ: اور ان میں سے حیث ہے جو غایات کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے مبنی ہے اس کے اضافت الی الجملہ کی طرف لازم ہونے کی وجہ سے اکثر استعمال میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ" اور کبھی وہ مفرد کی طرف مضاف کر دیا جاتا ہے جیسے شاعر کا قول "اَمَا تَرٰى حَيْثُ سُهَيْلٍ طَالِعًا اَيْ مَكَانَ سُهَيْلٍ" کیا تو سہیل کی جگہ میں نہیں دیکھتا اس حال میں کہ وہ سہیل طلوع ہونے والا ہے۔ اور اس کی شرط یہ ہے کہ وہ جملہ کی طرف مضاف کیا جائے جیسے "اِجْلِسْ حَيْثُ يَجْلِسُ زَيْدٌ" (زید کے بیٹھنے کی جگہ بیٹھ)۔ اور ظروف مبنیہ میں سے اذا ہے اور وہ مستقبل کے لیے ہے اور جب وہ ماضی پر داخل ہوتا ہے تو وہ مستقبل ہو جاتا ہے جیسے "اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ" اور اس میں معنی شرط ہے اور جائز ہے کہ اس کے بعد جملہ اسمیہ واقع ہو جیسے "اٰتِيْكَ اِذَا الشَّمْسُ طَالِعَةٌ" (جب سورج طلوع ہونے والا ہو گا تو میں تیرے پاس آؤنگا) اور مختار جملہ فعلیہ ہے جیسے "اٰتِيْكَ اِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ" (جب سورج طلوع ہو گا تو میں تیرے پاس آؤنگا)۔ اور کبھی اذا مفاجاۃ کے لیے ہوتا ہے پس اس کے بعد مبتداء ہونا مختار ہے جیسے "خَرَجْتُ فَاِذَا السَّبُعُ وَاقِفٌ"۔ اور انہی میں سے اذ ہے اور یہ ماضی کے لیے آتا ہے اور اس کے بعد دو جملے اسمیہ اور فعلیہ واقع ہوتے ہیں جیسے "جِئْتُكَ اِذْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَاِذَا الشَّمْسُ طَالِعَةٌ"۔

تشریح:

متن: وَمِنْهَا اَيْنَ وَاَنّٰى لِلْمَكَانِ بِمَعْنَى الْاِسْتِفْهَامِ نَحْوُ اَيْنَ تَمْشِيْ وَاَنّٰى تَقْعُدُ وَبِمَعْنَى الشَّرْطِ نَحْوُ اَيْنَ تَجْلِسْ اَجْلِسْ وَاَنّٰى تَقُمْ اَقُمْ وَمِنْهَا مَتٰى لِلزَّمَانِ شَرْطًا اَوْاِسْتِفْهَامًا نَحْوُ مَتٰى تَصُمْ اَصُمْ وَمَتٰى تُسَافِرُ وَمِنْهَا كَيْفَ لِلْاِسْتِفْهَامِ حَالًا نَحْوُ كَيْفَ اَنْتَ اَىْ فِيْ اَيِّ حَالٍ اَنْتَ وَمِنْهَا اَيَّانَ لِلزَّمَانِ اِسْتِفْهَامًا نَحْوُ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ وَمِنْهَا مُذْ وَمُنْذُ بِمَعْنَى اَوَّلِ الْمُدَّةِ اِنْ صَلُحَ جَوَابًا لِمَتٰى نَحْوُ مَارَاَيْتُهٗ مُذْ اَوْمُنْذُيَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيْ جَوَابِ مَنْ قَالَ مَتٰى مَارَاَيْتَ زَيْدًا اَىْ اَوَّلُ مُدَّةِ اِنْقِطَاعِ رُؤْيَتِيْ اِيَّاهُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ وَبِمَعْنَى جَمِيْعِ الْمُدَّةِ اِنْ صَلُحَ جَوَابًا لِكَمْ نَحْوُ مَارَاَيْتُهٗ مُذْ اَوْ مُنْذُ يَوْمَانِ فِيْ جَوَابِ مَنْ قَالَ كَمْ مُدَّةٍ مَارَاَيْتُ زَيْدًا اَىْ جَمِيْعُ مُدَّةٍ مَارَاَيْتُهٗ يَوْمَانِ وَمِنْهَا لَدٰى وَلَدُنْ بِمَعْنٰى عِنْدَ نَحْوُ اَلْمَالُ لَدَيْكَ وَالْفَرْقُ بَيْنَهُمَا اَنَّ عِنْدَلَا يُشْتَرَطُ فِيْهِ الْحُضُوْرُ وَيُشْتَرَطُ ذٰلِكَ فِيْ لَدٰى وَلَدُنْ وَجَاءَفِيْهِ لُغَاتٌ اُخَرُ لَدَنِ وَلُدْنَ وَلَدْنَ وَلَدْ وَلُدْ وَلِدْ

ترجمہ: اور ظروف مبنی میں سے این اور انی بھی ہیں جو مکان کے لیے بمعنی استفہام کے ہیں جیسے " اَيْنَ تَمْشِيْ وَاَنّٰى تَقْعُدُ " اور بمعنی شرط کے ہیں جیسے " اَيْنَ تَجْلِسْ اَجْلِسْ "۔ اور انہی میں سے متی ہے جو زمان کے لیے ہے باعتبار شرط یا باعتبار استفہام کے جیسے " مَتٰى تَصُمْ اَصُمْ وَمَتٰى تُسَافِرُ " اور انہی میں سے کیف ہے جو باعتبار حال، استفہام کے لیے ہے جیسے " كَيْفَ اَنْتَ اَىْ فِيْ اَيِّ حَالٍ اَنْتَ "یعنی تو کس حال میں ہے اور انہی میں سے "ایان" باعتبار استفہام، زمان کے لیے ہے جیسے " اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ " اور انہی میں سے مذ اور منذ ہیں بمعنی اول مدت کے اگر متی کے جواب کی صلاحیت رکھتے ہوں جیسے " مَارَاَيْتُهٗ مُذْ اَوْمُنْذُيَوْمُ الْجُمُعَةِ "اس کے جواب میں جو کہے " مَتٰى مَارَاَيْتَ زَيْدًا اَىْ اَوَّلُ مُدَّةِ اِنْقِطَاعِ رُؤْيَتِيْ اِيَّاهُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ "یعنی میرا اسے دیکھنے کے ختم ہونے کی اول مدت جمعہ کا دن ہے۔ اور بمعنی جمیع مدت کے اگر کم کے جواب

کی صلاحیت رکھتے ہوں جیسے "مَارَاَیْتُہٗ مُذْ اَوْ مُنْذُ یَوْمَانِ"اس کے جواب میں جو کہے "کَمْ مُدَّۃٍ مَارَاَیْتَ زَیْدًا اَیْ جَمِیْعُ مُدَّۃٍ مَارَاَیْتُہٗ یَوْمَانِ"یعنی دو دن کی مکمل مدت سے میں نے اسے نہیں دیکھا۔

تشریح:

متن:وَمِنْهَا قَطُّ لِلْمَاضِي الْمَنْفِيِّ نَحْوُ مَارَاَيْتُهٗ قَطُّ وَمِنْهَا عَوْضُ لِلْمُسْتَقْبِلِ الْمَنْفِيِّ نَحْوُ لَا اَضْرِبُهٗ عَوْضُ وَاعْلَمْ اَنَّهٗ اِذَا اُضِيْفَ الظُّرُوْفُ اِلَى الْجُمْلَةِ اَوْ اِلٰى اِذْ جَازَ بِنَاؤُهَا عَلَى الْفَتْحِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى هٰذَا يَوْمَ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ وَكَيَوْمَئِذٍ وَحِيْنَئِذٍ وَكَذٰلِكَ مِثْلُ وَغَيْرُ مَعَ مَا وَاَنْ وَاَنَّ تَقُوْلُ ضَرَبْتُهٗ مِثْلَ مَا ضَرَبَ زَيْدٌ وَغَيْرَ اَنْ ضَرَبَ زَيْدٌ وَمِنْهَا اَمْسِ بِالْكَسْرِ عِنْدَ اَهْلِ الْحِجَازِ

ترجمہ: اور انہی میں سے قط ہے ماضی منفی کے لیے جیسے مَارَاَیْتُہٗ قَطُّ میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا،اور انہی میں سے عوض ہے مستقبل منفی کے لیے جیسے لَا اَضْرِبُہٗ عَوْضُ میں اسے آئندہ نہیں ماروں گا۔اور تو جان کہ جب ظروف کی جملہ یا اذ کی طرف اضافت کی جائے تو ان کا مبنی بر فتحہ ہونا جائز ہے جیسا کہ اللہ پاک کا فرمان ہے: "ھٰذَا یَوْمَ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُھُمْ "اور جیسے "یَوْمَئِذٍ وَحِیْنَئِذٍ "اور اسی طرح "مِثْلُ "اور "وَغَیْرُ، مَا،اَنْ اور اَنَّ "کے ساتھ،تو کہے گا" ضَرَبْتُہٗ مِثْلَ مَا ضَرَبَ زَیْدٌ وَغَیْرَ اَنْ ضَرَبَ زَیْدٌ"اور انہی میں سے "اَمْسِ "ہے اہل حجاز کے نزدیک کسرہ کے ساتھ۔

تشریح:

وَالْخَاتِمَةُ فِي سَائِرِ اَحْكَامِ الْاِسْمِ وَلَوَاحِقِهٖ غَيْرَ الْاِعْرَابِ وَالْبِنَاءِ وَفِيْهَا فُصُوْلٌ

فَصْلٌ اِعْلَمْ اَنَّ الْاِسْمَ عَلٰى قِسْمَيْنِ مَعْرِفَةٌ وَنَكِرَةٌ اَلْمَعْرِفَةُ اِسْمٌ وُضِعَ لِشَیْءٍ مُعَيَّنٍ وَهِیَ سِتَّةُ اَقْسَامٍ اَلْمُضْمِرَاتُ وَالْاَعْلَامُ وَالْمُبْهَمَاتُ اَعْنِیْ اَسْمَاءَالْاِشَارَاتِ وَالْمَوْصُوْلَاتِ وَالْمُعَرَّفُ بِاللَّامِ وَالْمُضَافُ اِلٰی اَحَدِهَا اِضَافَةً مَعْنَوِيَّةً وَالْمُعَرَّفُ بِالنِّدَاءِ وَالْعَلَمُ مَاوُضِعَ لِشَیْءٍ مُعَيَّنٍ لَايَتَنَاوَلُ غَيْرَهٗ بِوَضْعٍ وَاحِدٍ وَاَعْرَفُ الْمَعَارِفِ الْمُضْمَرُ الْمُتَكَلِّمُ نَحْوُ اَنَا وَنَحْنُ ثُمَّ الْمُخَاطَبُ نَحْوُ اَنْتَ ثُمَّ الْغَائِبُ نَحْوُ هُوَ ثُمَّ الْعَلَمُ ثُمَّ الْمُبْهَمَاتُ ثُمَّ الْمُعَرَّفُ بِاللَّامِ ثُمَّ الْمُعَرَّفُ بِالنِّدَاءِ وَالْمُضَافُ فِی قُوَّةِ الْمُضَافِ اِلَيْهِ وَالنَّكِرَةُ مَاوُضِعَ لِشَیْءٍ غَيْرِ مُعَيَّنٍ كَرَجُلٍ وَفَرَسٍ

ترجمہ: اور خاتمہ اسم کے باقی احکام اور اس کے لواحق کے بارے میں جو معرب و مبنی کے علاوہ ہیں۔ اور اس میں چند فصلیں ہیں۔ فصل تو جان کہ اسم کی دو قسمیں ہیں معرفہ اور نکرہ، معرفہ ایسا اسم ہے جو کسی معین چیز کے لیے بنایا گیا ہو اور اس کی چھ قسمیں ہیں: ضمائر، اعلام، مبہمات میری مراد اسماء اشارات و موصولات ہے اور معرف باللام، اور جو ان میں سے کسی ایک کی طرف اضافت معنویہ کے طور پر مضاف ہو، اور معرف بالنداء۔ اور علم جسے کسی ایسی معین چیز کے لیے بنایا گیا ہو جو ایک وضع کے اعتبار سے اپنے غیر کو شامل نہ ہو اور اعرف المعارف ضمیر متکلم ہے جیسے " اَنَا وَنَحْنُ " پھر ضمیر مخاطب ہے جیسے " اَنْتَ " اور پھر ضمیر غائب ہے جیسے " هُوَ " پھر علم، پھر مبہمات پھر معرف باللام پھر معرف بالنداء اور مضاف، مضاف الیہ کی قوت میں ، اور نکرہ ایسا اسم ہے جو غیر معین چیز کے لیے بنایا گیا ہو جیسے "رَجُلٍ وَفَرَسٍ"

تشریح:

فَصْلٌ اَسْمَاءُ الْعَدَدِ مَا وُضِعَ لِيَدُلَّ عَلٰى كَمِّيَّةِ اٰحَادِ الْاَشْيَاءِ وَاُصُوْلُ الْعَدَدِ اِثْنَتَا عَشَرَةَ كَلِمَةً وَاحِدَةً اِلٰى

عَشَرَةٍ وَّمِائَةٍ وَاَلْفٍ وَاِسْتِعْمَالُهٗ مِنْ وَاحِدٍ اِلٰى اِثْنَيْنِ عَلَى الْقِيَاسِ اَعْنِىْ لِلْمُذَكَّرِ بِدُوْنِ التَّاءِ وَلِلْمُؤَنَّثِ

بِالتَّاءِ تَقُوْلُ فِيْ رَجُلٍ وَاحِدٍ وَفِيْ رَجُلَيْنِ اِثْنَانِ وَفِيْ اِمْرَاَةٍ وَاحِدَةٍ وَفِيْ اِمْرَاَتَيْنِ اِثْنَتَانِ وَاِثْنَتَانِ وَمِنْ

ثَلٰثَةٍ اِلٰى عَشَرَةٍ عَلٰى خِلَافِ الْقِيَاسِ اَعْنِىْ لِلْمُذَكَّرِ بِالتَّاءِ تَقُوْلُ ثَلٰثَةُ رِجَالٍ اِلٰى عَشَرَةِ رِجَالٍ وَلِلْمُؤَنَّثِ

بِدُوْنِهَا تَقُوْلُ ثَلٰثُ نِسْوَةٍ اِلٰى عَشَرِ نِسْوَةٍ وَبَعْدَ الْعَشَرَةِ تَقُوْلُ اَحَدَ عَشَرَ رَجُلًا وَاِثْنَا عَشَرَ رَجُلًا وَثَلٰثَةَ

عَشَرَ رَجُلًا وَثَلٰثَةَ عَشَرَ رَجُلًا اِلٰى تِسْعَةَ عَشَرَ رَجُلًا وَاِحْدٰى عَشَرَةَ اِمْرَاَةً وَاِثْنَتَا عَشَرَةَ اِمْرَاَةً وَثَلٰثَ

عَشَرَةَ اِمْرَاَةً اِلٰى تِسْعَ عَشَرَةَ اِمْرَاَةً وَبَعْدَ ذٰلِكَ تَقُوْلُ عِشْرُوْنَ رَجُلًا وَعِشْرُوْنَ اِمْرَاَةً بِلَافَرْقٍ بَيْنَ الْمُذَكَّرِ

وَالْمُؤَنَّثِ اِلٰى تِسْعِيْنَ رَجُلًا وَاِمْرَاَةً وَاَحَدٌ وَّعِشْرُوْنَ رَجُلًا وَاِحْدٰى وَعِشْرُوْنَ اِمْرَاَةً وَاِثْنَانِ وَعِشْرُوْنَ

رَجُلًا وَاِثْنَتَانِ وَعِشْرُوْنَ اِمْرَاَةً وَثَلٰثَةٌ وَّعِشْرُوْنَ رَجُلًا وَثَلٰثٌ وَّعِشْرُوْنَ اِمْرَاَةً اِلٰى تِسْعَةٌ وَّتِسْعِيْنَ رَجُلًا

وَتِسْعٌ وَّتِسْعِيْنَ اِمْرَاَةً ثُمَّ تَقُوْلُ مِائَةُ رَجُلٍ وَمِائَةُ اِمْرَاَةٍ وَاَلْفُ رَجُلٍ وَاَلْفُ اِمْرَاَةٍ وَمِائَتَا رَجُلٍ

وَمِائَتَا اِمْرَاَةٍ وَاَلْفَا رَجُلٍ وَاَلْفَا اِمْرَاَةٍ بِلَافَرْقٍ بَيْنَ الْمُذَكَّرِ وَالْمُؤَنَّثِ فَاِذَا زَادَ عَلَى الْمِائَةِ وَالْاَلْفِ يُسْتَعْمَلُ

عَلٰى قِيَاسٍ مَا عَرَفْتَ وَيُقَدَّمُ الْاَلْفُ عَلَى الْمِائَةِ وَالْمِائَةُ عَلَى الْاٰحَادِ وَالْاٰحَادُ عَلَى الْعَشَرَاتِ تَقُوْلُ عِنْدَهٗ

اَلْفٌ وَمِائَةٌ وَّاَحَدٌ وَّعِشْرُوْنَ رَجُلًا وَاَلْفَانِ وَمِائَتَانِ وَاِثْنَانِ وَعِشْرُوْنَ رَجُلًا وَاَرْبَعَةُ اٰلَافٍ وَتِسْعُمِائَةٍ

وَّخَمْسٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اِمْرَاَةً وَعَلَيْكَ بِالْقِيَاسِ

ترجمہ: فصل اسماء عدد جو اشیاء کے افراد کی مقدار پر دلالت کے لیے وضع کیے گئے ہیں۔ اور اصولی عدد بارہ ہیں واحدۃ سے عشرۃ تک اور مائۃ اور الف۔ اور اس کا استعمال واحد سے اثنین تک قیاس کے مطابق ہے میری مراد مذکر کے لیے بغیر تاء اور مؤنث کے لیے تاء کے ساتھ ہے تو ایک مرد کے بارے میں کہے گا "رَجُلٍ وَاحِدٍ" اور دو مردوں کے لیے کہے گا "رَجُلَيْنِ اِثْنَانِ" اور ایک عورت کے لیے کہے گا "اِمْرَاَةٍ وَاحِدَةٍ" اور دو عورتوں کے لیے کہے گا "اِمْرَاَتَيْنِ اِثْنَتَانِ وَاِثْنَتَانِ" اور "ثَلٰثَةٌ" سے "عَشَرَةٌ" تک خلاف قیاس ہے، میری مراد ہے مذکر کے لیے تاء کے ساتھ تو کہے گا "ثَلٰثَةُ رِجَالٍ اِلٰى

عَشَرَةِ رِجَالٍ "اور مؤنث کے لیے بغیر تاء کے تو کہے گا" ثَلٰثُ نِسْوَۃٍ اِلٰی عَشَرِ نِسْوَۃٍ "۔ اور عشرۃ کے بعد کہے گا" اَحَدَ عَشَرَ رَجُلًا وَاِثْنَا عَشَرَ رَجُلًا وَثَلٰثَۃَ عَشَرَ رَجُلًا وَثَلٰثَۃَ عَشَرَ رَجُلًا اِلٰی تِسْعَۃَ عَشَرَ رَجُلًا وَاِحْدٰی عَشَرَۃَ اِمْرَاَۃً وَاِثْنَتَا عَشَرَۃَ اِمْرَاَۃً وَثَلٰثَ عَشَرَۃَ اِمْرَاَۃً اِلٰی تِسْعَ عَشَرَۃَ اِمْرَاَۃً"

تشریح:

وَاعْلَمْ اَنَّ الْوَاحِدَ وَالْاِثْنَیْنِ لَامُمَیِّزَ لَهُمَا لِاَنَّ لَفْظَ الْمُمَیِّزِ یُغْنِیْ عَنْ ذِکْرِ الْعَدَدِ فِیْهِمَا تَقُوْلُ عِنْدِیْ رَجُلٌ وَرَجُلَانِ وَاَمَّا سَائِرُ الْاَعْدَادِ فَلَابُدَّ لَهَا مِنْ مُمَیِّزٍ فَتَقُوْلُ مُمَیِّزُ الثَّلٰثَۃِ اِلَی الْعَشَرَۃِ مَخْفُوْضٌ مَجْمُوْعٌ تَقُوْلُ ثَلٰثَۃُ رِجَالٍ وَثَلٰثُ نِسْوَۃٍ اِلَّا اِذَا کَانَ الْمُمَیِّزُ لَفْظَ الْمِائَۃِ فَحِیْنَئِذٍ یَکُوْنُ مَخْفُوْضًا مُفْرَدًا تَقُوْلُ ثَلٰثُ مِائَۃٍ وَتِسْعُ مِائَۃٍ وَالْقِیَاسُ ثَلٰثُ مِاٰتٍ اَوْمِئِیْنَ وَمُمَیِّزُ اَحَدَ عَشَرَ اِلٰی تِسْعَۃٍ وَّتِسْعِیْنَ مَنْصُوْبٌ مُفْرَدٌ تَقُوْلُ اَحَدَ عَشَرَ رَجُلًا وَاِحْدٰی عَشَرَۃَ اِمْرَاَۃً وَتِسْعَۃٌ وَّتِسْعُوْنَ رَجُلًا وَتِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ اِمْرَاَۃً وَمُمَیِّزُ مِائَۃٍ وَاَلْفٍ وَتَثْنِیَتِهِمَا وَجَمْعِ الْاَلْفِ مَخْفُوْضٌ مُفْرَدٌ تَقُوْلُ مِائَۃُ رَجُلٍ وَمِائَۃُ اِمْرَاَۃٍ وَاَلْفُ رَجُلٍ وَاَلْفُ اِمْرَاَۃٍ وَمِائَتَا رَجُلٍ وَمِائَتَا اِمْرَاَۃٍ وَاَلْفَا رَجُلٍ وَاَلْفَا اِمْرَاَۃٍ وَثَلٰثَۃُ اٰلَافِ رَجُلٍ وَثَلٰثُ اٰلَافِ اِمْرَاَۃٍ وَقِسْ عَلٰی هٰذَا

ترجمہ:

تشریح:

فَصْلٌ اَلْاِسْمُ اِمَّا مُذَكَّرٌ وَاِمَّا مُؤَنَّثٌ فَالْمُؤَنَّثُ مَا فِيْهِ عَلَامَةُ التَّانِيْثِ لَفْظًا اَوْ تَقْدِيْرًا وَالْمُذَكَّرُ مَا بِخِلَافِهٖ وَعَلَامَةُ التَّانِيْثِ ثَلٰثَةٌ اَلتَّاءُ كَطَلْحَةَ وَالْاَلِفُ الْمَقْصُوْرَةُ كَحُبْلٰى وَالْاَلِفُ الْمَمْدُوْدَةُ كَحَمْرَاءَ وَالْمُقَدَّرَةُ اِنَّمَا هُوَ التَّاءُ فَقَطْ كَاَرْضٍ وَدَارٍ بِدَلِيْلِ اُرَيْضَةٍ وَدُوَيْرَةٍ ثُمَّ الْمُؤَنَّثُ عَلٰى قِسْمَيْنِ حَقِيْقِيٌّ وَهُوَ مَا بِاِزَائِهٖ ذَكَرٌ مِنَ الْحَيَوَانِ كَاِمْرَاَةٍ وَنَاقَةٍ وَلَفْظِيٌّ وَهُوَ مَا بِخِلَافِهٖ كَظُلْمَةٍ وَعَيْنٍ وَقَدْ عَرَفْتَ اَحْكَامَ الْفِعْلِ اِذَا اُسْنِدَ اِلَى الْمُؤَنَّثِ فَلَا نُعِيْدُهَا

فَصْلٌ اَلْمُثَنّٰى اِسْمٌ اُلْحِقَ بِاٰخِرِهٖ اَلِفٌ اَوْ يَاءٌ مَفْتُوْحٌ مَا قَبْلَهَا وَنُوْنٌ مَكْسُوْرَةٌ لِيَدُلَّ عَلٰى اَنَّ مَعَهٗ اٰخِرَهٗ مِثْلَهٗ نَحْوُ رَجُلَانِ وَرَجُلَيْنِ هٰذَا فِي الصَّحِيْحِ اَمَّا الْمَقْصُوْرُ فَاِنْ كَانَتْ اَلِفُهٗ مُنْقَلِبَةً عَنْ وَاوٍ وَكَانَ ثُلَاثِيًّا رُدَّ اِلٰى اَصْلِهٖ كَعَصَوَانِ فِي عَصًا وَاِنْ كَانَتْ عَنْ يَاءٍ اَوْ وَاوٍ وَهُوَ اَكْثَرُ مِنَ الثُّلَاثِيِّ اَوْ لَيْسَتْ مُنْقَلِبَةً عَنْ شَيْءٍ تُقْلَبُ يَاءً كَرَحَيَانِ فِي رَحًى وَمُلْهَيَانِ فِي مُلْهٰى وَحُبَارَيَانِ فِي حُبَارٰى وَحُبْلَيَانِ فِي حُبْلٰى وَاَمَّا الْمَمْدُوْدُ فَاِنْ كَانَتْ هَمْزَتُهٗ اَصْلِيَّةً تَثْبُتُ كَقُرَّاٰانِ فِي قُرَّاءٍ وَاِنْ كَانَتْ لِلتَّانِيْثِ تُقْلَبُ وَاوًا كَحَمْرَاوَانِ فِي حَمْرَاءَ وَاِنْ كَانَتْ بَدَلًا مِنْ اَصْلٍ وَاوًا اَوْ يَاءً جَازَ فِيْهِ الْوَجْهَانِ كَكِسَاوَانِ وَكِسَاٰانِ وَيَجِبُ حَذْفُ نُوْنِهٖ عِنْدَ الْاِضَافَةِ تَقُوْلُ جَاءَنِيْ غُلَامَا زَيْدٍ وَمُسْلِمَا مِصْرٍ وَكَذٰلِكَ تُحْذَفُ تَاءُ التَّانِيْثِ فِي تَثْنِيَّةِ الْخُصْيَةِ وَالْاِلْيَةِ خَاصَّةً تَقُوْلُ خُصْيَانِ وَاِلْيَانِ لِاَنَّهُمَا مُتَلَازِمَانِ فَكَاَنَّهُمَا شَيْءٌ وَاحِدٌ وَاعْلَمْ اَنَّهٗ اِذَا اُرِيْدَ اِضَافَةُ مُثَنّٰى اِلَى الْمُثَنّٰى يُعَبَّرُ عَنِ الْاَوَّلِ بِلَفْظِ الْجَمْعِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا وَفَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا وَذٰلِكَ لِكَرَاهَةِ اِجْتِمَاعِ تَثْنِيَّتَيْنِ فِيْمَا تَاَكَّدَ الْاِتِّصَالُ بَيْنَهُمَا لَفْظًا وَمَعْنًى

فَصْلٌ اَلْمَجْمُوْعُ اِسْمٌ دَلَّ عَلٰی اٰحَادٍ مَقْصُوْدَةٍ بِحُرُوْفٍ مُفْرَدَةٍ بِتَغَيُّرٍ مَّا اِمَّا لَفْظِیٌّ كَرِجَالٍ فِیْ رَجُلٍ اَوْ تَقْدِيْرِیٌّ
كَفُلْكٍ عَلٰی وَزْنِ اُسْدٍ فَاِنَّ مُفْرَدَهٗ اَيْضًا فُلْكٌ لٰكِنَّهٗ عَلٰی وَزْنِ قُفْلٍ فَقَوْمٌ وَرَهْطٌ وَنَحْوُهٗ وَاِنْ دَلَّ عَلٰی اٰحَادٍ
لٰكِنَّهٗ لَيْسَ بِجَمْعٍ اِذْ لَا مُفْرَدَ لَهٗ ثُمَّ الْجَمْعُ عَلٰی قِسْمَيْنِ مُصَحَّحٌ وَهُوَ مَا لَمْ يَتَغَيَّرْ بِنَاءُ وَاحِدِهٖ
وَمُكَسَّرٌ وَهُوَ مَا يَتَغَيَّرُ فِيْهِ بِنَاءُ وَاحِدِهٖ وَالْمُصَحَّحُ عَلٰی قِسْمَيْنِ مُذَكَّرٌ وَهُوَ مَا اُلْحِقَ بِاٰخِرِهٖ وَاوٌ مَضْمُوْمٌ
مَاقَبْلَهَا وَنُوْنٌ مَفْتُوْحَةٌ كَمُسْلِمُوْنَ اَوْ يَاءٌ مَكْسُوْرٌ مَاقَبْلَهَا وَنُوْنٌ كَذٰلِكَ لِيَدُلَّ عَلٰی اَنَّ مَعَهٗ اَكْثَرَ
مِنْهُ نَحْوُ مُسْلِمِيْنَ وَهٰذَا فِی الصَّحِيْحِ اَمَّا الْمَنْقُوْصُ فَتُحْذَفُ يَاؤُهٗ مِثْلُ قَاضُوْنَ وَدَاعُوْنَ
وَالْمَقْصُوْرُ يُحْذَفُ اَلِفُهٗ وَيُبْقٰی مَاقَبْلَهَا مَفْتُوْحًا لِيَدُلَّ عَلٰی اَلِفٍ مَحْذُوْفَةٍ مِثْلُ مُصْطَفَوْنَ وَيُخْتَصُّ بِاُولِی
الْعِلْمِ وَاَمَّا قَوْلُهُمْ سِنُوْنَ وَاَرَضُوْنَ وَثُبُوْنَ وَقِلُوْنَ فَشَاذٌّ وَيَجِبُ اَنْ لَا يَكُوْنَ اَفْعَلَ مُؤَنَّثُهٗ
فَعْلَاءُ كَاَحْمَرَ وَحَمْرَاءَ وَلَا فَعْلَانَ مُؤَنَّثُهٗ فَعْلٰی كَسَكْرَانَ وَسَكْرٰی وَلَا فَعِيْلًا بِمَعْنٰی مَفْعُوْلٍ كَجَرِيْحٍ بِمَعْنٰی
مَجْرُوْحٍ وَلَا فَعُوْلًا بِمَعْنٰی فَاعِلٍ كَصَبُوْرٍ بِمَعْنٰی صَابِرٍ وَيَجِبُ حَذْفُ نُوْنِهٖ بِالْاِضَافَةِ نَحْوُ مُسْلِمُوْ مِصْرٍ
وَمُؤَنَّثٌ وَهُوَ مَا اُلْحِقَ بِاٰخِرِهٖ اَلِفٌ وَتَاءٌ نَحْوُ مُسْلِمَاتٌ وَشَرْطُهٗ اِنْ كَانَ صِفَةً وَلَهٗ مُذَكَّرٌ اَنْ يَّكُوْنَ مُذَكَّرُهٗ قَدْ
جُمِعَ بِالْوَاوِ وَالنُّوْنِ نَحْوُ مُسْلِمُوْنَ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهٗ مُذَكَّرٌ فَشَرْطُهٗ اَنْ لَّا يَكُوْنَ مُؤَنَّثًا مُجَرَّدًا عَنِ التَّاءِ
كَالْحَائِضِ وَالْحَامِلِ وَاِنْ كَانَ اِسْمًا غَيْرَ صِفَةٍ جُمِعَ بِالْاَلِفِ وَالتَّاءِ بِلَا شَرْطٍ كَهِنْدَاتٍ

وَالْمُكَسَّرُ صِيْغَتُهٗ فِی الثُّلَاثِیِّ كَثِيْرَةٌ تُعْرَفُ بِالسِّمَاعِ كَرِجَالٍ وَاَفْرَاسٍ وَفُلُوْسٍ وَفِیْ غَيْرِ الثُّلَاثِیِّ عَلٰی وَزْنِ
فَعَالِلَ وَفَعَالِيْلَ قِيَاسًا كَمَا عَرَفْتَ فِی التَّصْرِيْفِ ثُمَّ الْجَمْعُ اَيْضًا عَلٰی قِسْمَيْنِ جَمْعُ قِلَّةٍ وَهُوَ يُطْلَقُ عَلٰی
الْعَشَرَةِ فَمَا دُوْنَهَا وَاَبْنِيَتُهٗ اَفْعُلٌ وَاَفْعَالٌ وَاَفْعِلَةٌ وَفِعْلَةٌ وَجَمْعَا الصَّحِيْحِ بِدُوْنِ اللَّامِ كَزَيْدُوْنَ
وَمُسْلِمَاتٍ وَجَمْعُ كَثْرَةٍ وَهُوَ مَا يُطْلَقُ عَلٰی مَافَوْقَ الْعَشَرَةِ وَاَبْنِيَتُهٗ مَا عَدَا هٰذِهِ الْاَبْنِيَةِ

فَصْلٌ اَلْمَصْدَرُ اِسْمٌ يَدُلُّ عَلَى الْحَدَثِ فَقَطْ وَيُشْتَقُّ مِنْهُ الْاَفْعَالُ كَالضَّرْبِ وَالنَّصْرِ مَثَلًا وَاَبْنِيَتُهٗ مِنَ الثُّلَاثِيِّ الْمُجَرَّدِ غَيْرُ مَضْبُوْطَةٍ تُعْرَفُ بِالسَّمَاعِ وَمِنْ غَيْرِهٖ قِيَاسِيَةٌ كَالْاَفْعَالِ وَالْاِنْفِعَالِ وَالْاِسْتِفْعَالِ وَالْفَعْلَلَةِ وَالتَّفَعْلُلِ مَثَلًا فَالْمَصْدَرُ اِنْ لَمْ يَكُنْ مَفْعُوْلًا مُطْلَقًا يَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهٖ اَعْنِيْ يَرْفَعُ الْفَاعِلَ اِنْ كَانَ لَازِمًا نَحْوُ اَعْجَبَنِيْ قِيَامُ زَيْدٍ وَيَنْصِبُ مَفْعُوْلًا اَيْضًا اِنْ كَانَ مُتَعَدِّيًا نَحْوُ اَعْجَبَنِيْ ضَرْبُ زَيْدٍ عَمْرًوا وَلَا يَجُوْزُ تَقْدِيْمُ مَعْمُوْلِ الْمَصْدَرِ عَلَيْهِ فَلَا يُقَالُ اَعْجَبَنِيْ زَيْدٌ ضَرْبٌ عَمْرًا وَلَا عَمْرًا ضَرْبٌ زَيْدٌ وَيَجُوْزُ اِضَافَتُهٗ اِلَى الْفَاعِلِ نَحْوُ كَرِهْتُ ضَرْبَ زَيْدٍ عَمْرًوا وَاِلَى الْمَفْعُوْلِ بِهٖ نَحْوُ كَرِهْتُ ضَرْبَ عَمْرٍو زَيْدٌ وَاَمَّا اِنْ كَانَ مَفْعُوْلًا مُطْلَقًا فَالْعَمَلُ لِلْفِعْلِ الَّذِيْ قَبْلَهٗ نَحْوُ ضَرَبْتُ ضَرْبًا عَمْرًا فَعَمْرٌو مَنْصُوْبٌ بِضَرَبْتُ

فَصْلٌ اِسْمُ الْفَاعِلِ اِسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ فِعْلٍ لِيَدُلَّ عَلٰى مَنْ قَامَ بِهِ الْفِعْلُ بِمَعْنَى الْحُدُوْثِ وَصِيْغَتُهٗ مِنَ الثُّلَاثِيِّ الْمُجَرَّدِ عَلٰى وَزْنِ فَاعِلٍ كَضَارِبٍ وَنَاصِرٍ وَمِنْ غَيْرِهٖ عَلٰى صِيْغَةِ الْمُضَارِعِ مِنْ ذٰلِكَ الْفِعْلِ بِمِيْمٍ مَضْمُوْمٍ مَكَانَ حَرْفِ الْمُضَارَعَةِ وَكَسْرِ مَا قَبْلَ الْاٰخِرِ كَمُدْخِلٍ وَمُسْتَخْرِجٍ وَهُوَ يَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهٖ الْمَعْرُوْفِ اِنْ كَانَ بِمَعْنَى الْحَالِ اَوِ الْاِسْتِقْبَالِ وَمُعْتَمِدًا عَلَى الْمُبْتَدَءِ نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ اَبُوْهُ اَوْ ذِي الْحَالِ نَحْوُ جَاءَنِيْ زَيْدٌ ضَارِبًا اَبُوْهُ عَمْرًا اَوْ مَوْصُوْلٍ نَحْوُ مَرَرْتُ بِالضَّارِبِ اَبُوْهُ عَمْرًا اَوْ مَوْصُوْفٍ نَحْوُ عِنْدَهٗ رَجُلٌ ضَارِبٌ اَبُوْهُ عَمْرًا اَوْ هَمْزَةِ الْاِسْتِفْهَامِ نَحْوُ اَقَائِمٌ زَيْدٌ اَوْ حَرْفِ النَّفْيِ نَحْوُ مَا قَائِمٌ زَيْدٌ فَاِنْ كَانَ بِمَعْنَى الْمَاضِيْ وَجَبَتِ الْاِضَافَةُ مَعْنًى نَحْوُ زَيْدٌ ضَارِبُ عَمْرٍو اَمْسِ هٰذَا اِذَا كَانَ مُنَكَّرًا اَمَّا اِذَا كَانَ مُعَرَّفًا بِاللَّامِ يَسْتَوِيْ فِيْهِ جَمِيْعُ الْاَزْمِنَةِ نَحْوُ زَيْدُنِ الضَّارِبُ اَبُوْهُ عَمْرًا نِ الْاٰنَ اَوْ غَدًا اَوْ اَمْسِ

فَصْلٌ اِسْمُ الْمَفْعُوْلِ اِسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ فِعْلٍ مُتَعَدٍّ لِيَدُلَّ عَلٰى مَنْ وَقَعَ عَلَيْهِ الْفِعْلُ وَصِيْغَتُهٗ مِنْ مُجَرَّدِ الثُّلَاثِيِّ عَلٰى وَزْنِ مَفْعُوْلٍ غَالِبًا لَفْظًا كَمَضْرُوْبٍ اَوْ تَقْدِيْرًا كَمَقُوْلٍ وَمَرْمِيٍّ وَمِنْ غَيْرِهٖ كَاسْمِ

الْفَاعِلِ بِفَتْحِ مَاقَبْلَ الْاٰخِرِ كَمُدْخَلٍ وَمُسْتَخْرَجٍ وَيَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهِ الْمَجْهُوْلِ بِالشَّرَائِطِ الْمَذْكُوْرَةِ فِي اِسْمِ الْفَاعِلِ نَحْوُ زَيْدٌ مَضْرُوْبٌ غُلَامُهُ اَلْاٰنَ اَوْ غَدًا اَوْ اَمْسِ

فَصْلٌ اَلصِّفَةُ الْمُشَبَّهَةُ اِسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ فِعْلٍ لَازِمٍ لِيَدُلَّ عَلٰى مَنْ قَامَ بِهِ الْفِعْلُ بِمَعْنَى الثُّبُوْتِ وَصِيْغَتُهَا عَلٰى خِلَافِ صِيْغَةِ اِسْمِ الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ اِنَّمَا تُعْرَفُ بِالسِّمَاعِ كَحَسَنٍ وَصَعْبٍ وَظَرِيْفٍ وَهِيَ تَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهَا مُطْلَقًا بِشَرْطِ الْاِعْتِمَادِ الْمَذْكُوْرِ وَمَسَائِلُهَا ثَمَانِيَةَ عَشَرَ لِاَنَّ الصِّفَةَ اِمَّا بِاللَّامِ اَوْ مُجَرَّدَةٌ عَنْهَا وَمَعْمُوْلُ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا اِمَّا مُضَافٌ اَوْ بِاللَّامِ اَوْ مُجَرَّدٌ عَنْهُمَا فَهٰذِهٖ سِتَّةٌ وَمَعْمُوْلُ كُلٍّ مِنْهَا اِمَّا مَرْفُوْعٌ اَوْ مَنْصُوْبٌ اَوْ مَجْرُوْرٌ فَذٰلِكَ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ

وَتَفْصِيْلُهَا نَحْوُ جَاءَنِي زَيْدُنِ الْحَسَنُ وَجْهُهٗ ثَلٰثَةُ اَوْجُهٍ وَكَذٰلِكَ اَلْحَسَنُ الْوَجْهُ وَالْحَسَنُ وَجْهٌ وَحَسَنُ وَجْهُهٗ وَحَسَنُ الْوَجْهِ وَحَسَنُ وَجْهٍ وَهِيَ عَلٰى خَمْسَةِ اَقْسَامٍ مِنْهَا مُمْتَنِعٌ اَلْحَسَنُ وَجْهٍ وَالْحَسَنُ وَجْهُهٗ وَمُخْتَلِفٌ فِيْهِ حَسَنُ وَجْهِهٖ وَالْبَوَاقِيْ اَحْسَنُ اِنْ كَانَ فِيْهِ ضَمِيْرٌ وَاحِدٌ وَحَسَنٌ اِنْ كَانَ فِيْهِ ضَمِيْرَانِ وَقَبِيْحٌ اِنْ لَمْ يَكُنْ فِيْهِ ضَمِيْرٌ وَالضَّابِطَةُ اَنَّكَ مَتٰى رَفَعْتَ بِهَا مَعْمُوْلَهَا فَلَا ضَمِيْرَ فِي الصِّفَةِ وَمَتٰى نَصَبْتَ اَوْ جَرَرْتَ فِيْهَا ضَمِيْرُ الْمَوْصُوْفِ نَحْوُ زَيْدٌ حَسَنٌ وَجْهُهٗ

فَصْلٌ اِسْمُ التَّفْضِيْلِ اِسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ فِعْلٍ لِيَدُلَّ عَلَى الْمَوْصُوْفِ بِزِيَادَةٍ عَلٰى غَيْرِهٖ وَصِيْغَتُهٗ اَفْعَلُ فَلَا يُبْنٰى اِلَّا مِنَ الثُّلَاثِيْ الْمُجَرَّدِ الَّذِيْ لَيْسَ بِلَوْنٍ وَلَا عَيْبٍ نَحْوُ زَيْدٌ اَفْضَلُ النَّاسِ فَاِنْ كَانَ زَائِدًا عَلَى الثُّلَاثِيْ اَوْ كَانَ لَوْنًا اَوْ عَيْبًا يَجِبُ اَنْ يُبْنٰى اَفْعَلُ مِنْ ثُلَاثِيْ مُجَرَّدٍ لِيَدُلَّ عَلٰى مُبَالَغَةٍ وَشِدَّةٍ وَكَثْرَةٍ ثُمَّ

يُذْكَرُ بَعْدَهٗ مَصْدَرُ ذٰلِكَ الْفِعْلِ مَنْصُوْبًا عَلَى التَّمْيِيْزِ كَمَا تَقُوْلُ هُوَ اَشَدُّ اِسْتِخْرَاجًا وَاَقْوٰى حُمْرَةً وَاَقْبَحُ عَرَجًا وَقِيَاسُهٗ اَنْ يَّكُوْنَ لِلْفَاعِلِ كَمَا مَرَّ وَقَدْ جَاءَ لِلْمَفْعُوْلِ قَلِيْلًا نَحْوُ اَعْذَرُ وَاَشْغَلُ وَاَشْهَرُ وَاِسْتِعْمَالُهٗ عَلٰى ثَلٰثَةِ اَوْجُهٍ اِمَّا مُضَافٌ كَزَيْدٍ اَفْضَلُ الْقَوْمِ اَوْ مُعَرَّفٌ بِاللَّامِ نَحْوُ زَيْدُنِ الْاَفْضَلُ اَوْ بِمِنْ نَحْوُ زَيْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو وَيَجُوْزُ فِي الْاَوَّلِ اَلْاِفْرَادُ وَمُطَابَقَةُ اِسْمِ التَّفْضِيْلِ لِلْمَوْصُوْفِ نَحْوُ زَيْدٌ اَفْضَلُ الْقَوْمِ وَالزَّيْدَانِ اَفْضَلُ الْقَوْمِ وَاَفْضَلَا الْقَوْمِ وَالزَّيْدُوْنَ اَفْضَلُ الْقَوْمِ وَاَفْضَلُوا الْقَوْمِ وَفِي الثَّانِيْ يَجِبُ الْمُطَابَقَةُ نَحْوُ زَيْدُنِ الْاَفْضَلُ وَالزَّيْدَانِ الْاَفْضَلَانِ وَالزَّيْدُوْنَ الْاَفْضَلُوْنَ وَفِي الثَّالِثِ يَجِبُ كَوْنُهٗ مُفْرَدًا مُذَكَّرًا اَبَدًا نَحْوُ زَيْدٌ وَهِنْدٌ وَالزَّيْدَانِ وَالْهِنْدَانِ وَالزَّيْدُوْنَ وَالْهِنْدَاتُ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو وَعَلَى الْاَوْجُهِ الثَّلٰثَةِ يُضْمَرُ فِيْهِ الْفَاعِلُ وَهُوَ يَعْمَلُ فِيْ ذٰلِكَ الْمُضْمَرِ وَلَا يَعْمَلُ فِي الْمُظْهَرِ اَصْلًا اِلَّا فِيْ مِثْلِ قَوْلِهِمْ مَا رَاَيْتُ رَجُلًا اَحْسَنَ فِيْ عَيْنِهِ الْكُحْلُ مِنْهُ فِيْ عَيْنِ زَيْدٍ فَاِنَّ الْكُحْلَ فَاعِلٌ لِاَحْسَنَ وَهٰهُنَا بَحْثٌ

اَلْقِسْمُ الثَّانِی فِی الْفِعْلِ

وَقَدْ سَبَقَ تَعْرِيْفُهٗ وَاَقْسَامُهٗ ثَلٰثَةٌ مَاضٍ وَمُضَارِعٌ وَاَمْرٌ

اَلْاَوَّلُ اَلْمَاضِیْ وَهُوَ فِعْلٌ دَلَّ عَلٰى زَمَانٍ قَبْلَ زَمَانِكَ وَهُوَ مَبْنِیٌّ عَلَى الْفَتْحِ اِنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهٗ ضَمِيْرٌ مَرْفُوْعٌ مُتَحَرِّكٌ وَلَا وَاوٌ كَضَرَبَ وَمَعَ الضَّمِيْرِ الْمَرْفُوْعِ الْمُتَحَرِّكِ عَلَى السُّكُوْنِ كَضَرَبْتَ وَعَلَى الضَّمِّ مَعَ الْوَاوِ كَضَرَبُوْا

وَالثَّانِي اَلْمُضَارِعُ وَهُوَ فِعْلٌ يُشْبِهُ الْاِسْمَ بِاِحْدٰى حُرُوْفِ اَتَيْنَ فِي اَوَّلِهٖ لَفْظًا فِي اِتِّفَاقِ الْحَرَكَاتِ وَالسَّكَنَاتِ نَحْوُ يَضْرِبُ وَيَسْتَخْرِجُ كَضَارِبٍ وَمُسْتَخْرِجٍ وَفِي دُخُوْلِ لَامِ التَّاكِيْدِ فِي اَوَّلِهِمَا تَقُوْلُ اِنَّ زَيْدًا لَيَقُوْمُ كَمَا تَقُوْلُ اِنَّ زَيْدًا لَقَائِمٌ وَفِي تَسَاوِيْهِمَا فِي عَدَدِ الْحُرُوْفِ وَمَعْنًى فِي اَنَّهٗ مُشْتَرَكٌ بَيْنَ الْحَالِ وَالْاِسْتِقْبَالِ كَاِسْمِ الْفَاعِلِ وَلِذٰلِكَ سَمَّوْهُ مُضَارِعًا وَالسِّيْنُ وَسَوْفَ يُخَصِّصُهٗ بِالْاِسْتِقْبَالِ نَحْوُ سَيَضْرِبُ وَسَوْفَ يَضْرِبُ وَاللَّامُ الْمَفْتُوْحَةُ بِالْحَالِ نَحْوُ لَيَضْرِبُ وَحُرُوْفُ الْمُضَارِعَةِ مَضْمُوْمَةٌ فِي الرُّبَاعِیِّ نَحْوُ يُدَحْرِجُ وَيُخْرِجُ لِاَنَّ اَصْلَهٗ يُؤَخْرِجُ وَمَفْتُوْحَةٌ فِي مَا عَدَاهَا كَيَضْرِبُ وَيَسْتَخْرِجُ وَاِنَّمَا اَعْرَبُوْهُ مَعَ اَنَّ اَصْلَ الْفِعْلِ اَلْبِنَاءُ لِمُضَارِعَتِهٖ اَیْ لِمُشَابِهَتِهِ الْاِسْمَ فِي مَا عَرَفْتَ وَاَصْلُ الْاِسْمِ اَلْاِعْرَابُ وَذٰلِكَ اِذَا لَمْ يَتَّصِلْ بِهٖ نُوْنُ تَاكِيْدٍ وَلَا نُوْنُ جَمْعِ الْمُؤَنَّثِ وَاِعْرَابُهٗ ثَلٰثَةُ اَنْوَاعٍ رَفْعٌ وَنَصْبٌ وَجَزْمٌ نَحْوُ يَضْرِبُ وَلَنْ يَّضْرِبَ وَلَمْ يَضْرِبْ

فَصْلٌ فِي اَصْنَافِ اِعْرَابِ الْفِعْلِ وَهِیَ اَرْبَعَةٌ اَلْاَوَّلُ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِالضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ بِالْفَتْحَةِ وَالْجَزْمُ بِالسُّكُوْنِ وَيُخْتَصُّ بِالْمُفْرَدِ الصَّحِيْحِ غَيْرِ الْمُخَاطَبَةِ تَقُوْلُ هُوَ يَضْرِبُ وَلَنْ يَّضْرِبَ وَلَمْ يَضْرِبْ وَالثَّانِي اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِثُبُوْتِ النُّوْنِ وَالنَّصْبُ وَالْجَزْمُ بِحَذْفِهَا وَيُخْتَصُّ بِالتَّثْنِيَّةِ وَجَمْعِ الْمُذَكَّرِ وَالْمُفْرَدَةِ الْمُخَاطَبَةِ صَحِيْحًا كَانَ اَوْ غَيْرَهٗ تَقُوْلُ هُمَا يَفْعَلَانِ وَهُمْ يَفْعَلُوْنَ وَاَنْتِ تَفْعَلِيْنَ وَلَنْ يَّفْعَلَا وَلَنْ

يَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلِيْ وَلَمْ تَفْعَلَا وَلَمْ تَفْعَلُوْا وَلَمْ تَفْعَلِيْ وَالثَّالِثُ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِتَقْدِيْرِ الضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ بِالْفَتْحَةِ لَفْظًا وَالْجَزْمُ بِحَذْفِ اللَّامِ وَيُخْتَصُّ بِالنَّاقِصِ الْيَائِيْ وَالْوَاوِيْ غَيْرَ تَثْنِيَةٍ وَجَمْعٍ وَمُخَاطَبَةٍ تَقُوْلُ هُوَ يَرْمِيْ وَيَغْزُوْ وَلَنْ يَّرْمِيَ وَيَغْزُوَ وَلَمْ يَرْمِ وَيَغْزُ

اَلرَّابِعُ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِتَقْدِيْرِ الضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ بِتَقْدِيْرِ الْفَتْحَةِ وَالْجَزْمُ بِحَذْفِ اللَّامِ وَيُخْتَصُّ بِالنَّاقِصِ الْاَلْفِيْ غَيْرَ تَثْنِيَةٍ وَجَمْعٍ وَمُخَاطَبَةٍ نَحْوُ هُوَ يَسْعٰى وَلَنْ يَّسْعٰى وَلَمْ يَسْعَ

فَصْلٌ اَلْمَرْفُوْعُ عَامِلُهٗ مَعْنَوِيٌّ وَهُوَ تَجَرُّدُهٗ عَنِ النَّاصِبِ وَالْجَازِمِ نَحْوُ هُوَ يَضْرِبُ وَيَغْزُوْ وَيَرْمِيْ وَ يَسْعٰى

فَصْلٌ اَلْمَنْصُوْبُ عَامِلُهٗ خَمْسَةُ اَحْرُفٍ اَنْ وَلَنْ وَكَيْ وَاِذَنْ وَاَنِ الْمُقَدَّرَةُ نَحْوُ اُرِيْدُ اَنْ تُحْسِنَ اِلَيَّ وَاَنَا لَنْ اَضْرِبَكَ وَاَسْلَمْتُ كَيْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَاِذَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَكَ وَتُقَدَّرُ اَنْ فِيْ سَبْعَةِ مَوَاضِعَ بَعْدَ حَتّٰى نَحْوُ اَسْلَمْتُ حَتّٰى اَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَلَامِ كَيْ نَحْوُ قَامَ زَيْدٌ لِيَذْهَبَ وَلَامِ الْجَحْدِ نَحْوُ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَالْفَاءِ الْوَاقِعَةِ فِيْ جَوَابِ الْاَمْرِ وَالنَّهْيِ وَالْاِسْتِفْهَامِ وَالنَّفْيِ وَالتَّمَنِّيْ وَالْعَرْضِ نَحْوُ اَسْلِمْ فَتَسْلِمَ وَلَا تَعْصِ فَتُعَذَّبَ وَهَلْ تَعْلَمُ فَتَنْجُوَ وَمَا تَزُوْرُنَا فَنُكْرِمَكَ وَلَيْتَ لِيْ مَالًا فَاُنْفِقَهٗ وَاَلَا تُنْزِلُ بِنَا فَتُصِيْبَ خَيْرًا وَبَعْدَ الْوَاوِ الْوَاقِعَةِ فِيْ جَوَابِ هٰذِهِ الْمَوَاضِعِ كَذٰلِكَ نَحْوُ اَسْلِمْ وَتَسْلِمَ اِلٰى اٰخِرِهٖ وَبَعْدَ اَوْ بِمَعْنٰى اِلٰى اَنْ اَوْ اِلَّا اَنْ نَحْوُ لَاَحْبِسَنَّكَ اَوْ تُعْطِيَنِيْ حَقِّيْ وَوَاوِ الْعَطْفِ اِذَا كَانَ الْمَعْطُوْفُ عَلَيْهِ اِسْمًا صَرِيْحًا نَحْوُ اَعْجَبَنِيْ قِيَامُكَ وَتَخْرُجَ وَيَجُوْزُ اِظْهَارُ اَنْ مَعَ لَامِ كَيْ نَحْوُ اَسْلَمْتُ لِاَنْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَمَعَ وَاوِ الْعَطْفِ نَحْوُ اَعْجَبَنِيْ قِيَامُكَ وَاَنْ تَخْرُجَ وَيَجِبُ اِظْهَارُ اَنْ فِيْ لَامِ كَيْ اِذَا اتَّصَلَتْ بِلَا النَّافِيَةِ نَحْوُ لِئَلَّا يَعْلَمَ

وَاعْلَمْ اَنَّ اَنِ الْوَاقِعَةَ بَعْدَ الْعِلْمِ لَيْسَتْ هِيَ النَّاصِبَةُ لِلْفِعْلِ الْمُضَارِعِ وَاِنَّمَا هِيَ الْمُخَفَّفَةُ مِنَ الْمُثَقَّلَةِ نَحْوُ عَلِمْتُ اَنْ سَيَقُوْمُ قَالَ اللهُ تَعَالٰى عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَرْضٰى وَاَنِ الْوَاقِعَةُ بَعْدَ الظَّنِّ جَازَ فِيْهِ الْوَجْهَانِ اَلنَّصْبُ بِهَا وَاَنْ تَجْعَلَهَا كَالْوَاقِعَةِ بَعْدَ الْعِلْمِ نَحْوُ ظَنَنْتُ اَنْ سَيَقُوْمَ

فَصْلٌ اَلْمَجْزُوْمُ عَامِلُهٗ لَمْ وَلَمَّا وَلَامُ الْاَمْرِ وَلَا فِي النَّهْيِ وَكَلِمُ الْمُجَازَاتِ وَهِيَ اِنْ وَمَهْمَا وَاِذْمَا وَحَيْثُمَا وَاَيْنَ وَمَتٰى وَمَا وَمَنْ وَاَيٌّ وَاَنّٰى وَاِنِ الْمُقَدَّرَةُ نَحْوُ لَمْ يَضْرِبْ وَلَمَّا يَضْرِبْ وَلِيَضْرِبْ وَلَا تَضْرِبْ وَاِنْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ اھ

وَاعْلَمْ اَنَّ لَمْ تَقْلِبُ الْمُضَارِعَ مَاضِيًا مَنْفِيًّا وَلَمَّا كَذٰلِكَ اِلَّا اَنَّ فِيْهَا تَوَقُّعًا بَعْدَهٗ وَدَوَامًا قَبْلَهٗ نَحْوُ قَامَ الْاَمِيْرُ لَمَّا يَرْكَبْ وَاَيْضًا يَجُوْزُ حَذْفُ الْفِعْلِ بَعْدَ لَمَّا خَاصَّةً تَقُوْلُ نَدِمَ زَيْدٌ وَلَمَّا اَيْ وَلَمَّا يَنْفَعُهُ النَّدَمُ وَلَا تَقُوْلُ نَدِمَ زَيْدٌ وَلَمْ وَاَمَّا كَلِمُ الْمَجَازَاتِ حَرْفًا كَانَتْ اَوْ اِسْمًا فَهِيَ تَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَتَيْنِ لِتَدُلَّ عَلٰى اَنَّ الْاُوْلٰى سَبَبٌ لِلثَّانِيَةِ وَتُسَمَّى الْاُوْلٰى شَرْطًا وَالثَّانِيَةُ جَزَاءً ثُمَّ اِنْ كَانَ الشَّرْطُ وَالْجَزَاءُ مُضَارِعَيْنِ يَجِبُ الْجَزْمُ فِيْهِمَا لَفْظًا نَحْوُ اِنْ تُكْرِمْنِيْ اُكْرِمْكَ وَاِنْ كَانَا مَاضِيَيْنِ لَمْ تَعْمَلْ فِيْهِمَا لَفْظًا نَحْوُ اِنْ ضَرَبْتَ ضَرَبْتُ وَاِنْ كَانَ الْجَزَاءُ وَحْدَهٗ مَاضِيًا يَجِبُ الْجَزْمُ فِي الشَّرْطِ نَحْوُ اِنْ تَضْرِبْنِيْ ضَرَبْتُكَ وَاِنْ كَانَ الشَّرْطُ وَحْدَهٗ مَاضِيًا جَازَ فِي الْجَزَاءِ الْوَجْهَانِ نَحْوُ اِنْ جِئْتَنِيْ اُكْرِمُكَ

وَاعْلَمْ اَنَّهٗ اِذَا كَانَ الْجَزَاءُ مَاضِيًا بِغَيْرِ قَدْ لَمْ يَجُزِ الْفَاءُ فِيْهِ نَحْوُ اِنْ اَكْرَمْتَنِيْ اَكْرَمْتُكَ قَالَ اللهُ تَعَالٰى وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا وَاِنْ كَانَ مُضَارِعًا مُثْبَتًا اَوْ مَنْفِيًا بِلَا جَازَ فِيْهِ الْوَجْهَانِ نَحْوُ اِنْ تَضْرِبْنِيْ اَضْرِبْكَ اَوْ فَاَضْرِبُكَ وَاِنْ تَشْتِمْنِيْ لَا اَضْرِبْكَ اَوْ فَلَا اَضْرِبُكَ وَاِنْ لَمْ يَكُنِ الْجَزَاءُ اَحَدَ الْقِسْمَيْنِ الْمَذْكُوْرَيْنِ فَيَجِبُ الْفَاءُ فِيْهِ وَذٰلِكَ فِيْ اَرْبَعِ صُوَرٍ اَلْاُوْلٰى اَنْ يَّكُوْنَ الْجَزَاءُ مَاضِيًا مَعَ قَدْ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ

سَرِقَ اَخٌ لَهٗ مِنْ قَبْلُ وَالثَّانِيَةُ اَنْ يَّكُوْنَ مُضَارِعًا مَنْفِيًا بِغَيْرِ لَا كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَالثَّالِثَةُ اَنْ يَّكُوْنَ جُمْلَةً اِسْمِيَّةً كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَالرَّابِعَةُ اَنْ يَّكُوْنَ جُمْلَةً اِنْشَائِيَةً اِمَّا اَمْرًا كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاِمَّا نَهْيًا كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ وَقَدْ يَقَعُ اِذَا مَعَ الْجُمْلَةِ الْاِسْمِيَّةِ مَوْضِعَ الْفَاءِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ وَاِنَّمَا تُقَدَّرُ اِنْ بَعْدَ الْاَفْعَالِ الْخَمْسَةِ الَّتِيْ هِيَ الْاَمْرُ نَحْوُ تَعَلَّمْ تَنْجُ وَالنَّهْيُ نَحْوُ لَا تَكْذِبْ يَكُنْ خَيْرًا لَّكَ وَالْاِسْتِفْهَامُ نَحْوُ هَلْ تَزُوْرُنَا نُكْرِمْكَ وَالتَّمَنِّيْ نَحْوُ لَيْتَكَ عِنْدِيْ اَخْدِمْكَ وَالْعَرْضُ نَحْوُ اَلَا تَنْزِلُ بِنَا تُصِبْ خَيْرًا وَبَعْدَ النَّفْيِ فِيْ بَعْضِ الْمَوَاضِعِ نَحْوُ لَا تَفْعَلْ شَرًّا يَكُنْ خَيْرًا لَّكَ وَذٰلِكَ اِذَا قُصِدَ اَنَّ الْاَوَّلَ سَبَبٌ لِلثَّانِيْ كَمَا رَاَيْتَ فِي الْاَمْثِلَةِ فَاِنَّ مَعْنٰى قَوْلِنَا تَعَلَّمْ تَنْجُ هُوَ اِنْ تَتَعَلَّمْ تَنْجُ وَكَذٰلِكَ الْبَوَاقِيْ فَلِذٰلِكَ اِمْتَنَعَ قَوْلُكَ لَا تَكْفُرْ تَدْخُلِ النَّارَ لِاِمْتِنَاعِ السَّبَبِيَّةِ اِذْ لَا يَصِحُّ اَنْ يُّقَالَ اِنْ لَا تَكْفُرْ تَدْخُلِ النَّارَ

اَلثَّالِثُ اَلْاَمْرُ وَهُوَ صِيْغَةٌ يُطْلَبُ بِهَا الْفِعْلُ مِنَ الْفَاعِلِ الْمُخَاطَبِ بِاَنْ تَحْذِفَ مِنَ الْمُضَارِعِ حَرْفَ الْمُضَارِعَةِ ثُمَّ تَنْظُرَ فَاِنْ كَانَ مَا بَعْدَ حَرْفِ الْمُضَارِعَةِ سَاكِنًا زِدْتَّ هَمْزَةَ الْوَصْلِ مَضْمُوْمَةً اِنِ انْضَمَّ ثَالِثُهٗ نَحْوُ اُنْصُرْ وَمَكْسُوْرَةً اِنِ انْفَتَحَ اَوِ انْكَسَرَ كَاِعْلَمْ وَاِضْرِبْ وَاِسْتَخْرِجْ وَاِنْ كَانَ مُتَحَرِّكًا فَلَا حَاجَةَ اِلَى الْهَمْزَةِ نَحْوُ عِدْ وَحَاسِبْ وَالْاَمْرُ مِنْ بَابِ الْاِفْعَالِ مِنَ الْقِسْمِ الثَّانِيْ وَهُوَ مَبْنِيٌّ عَلٰى عَلَامَةِ الْجَزْمِ كَاِضْرِبْ وَاغْزُ وَارْمِ وَاسْعَ وَاضْرِبَا وَاضْرِبُوْا وَاضْرِبِيْ

فَصْلٌ فِعْلُ مَا لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ هُوَ فِعْلٌ حُذِفَ فَاعِلُهٗ وَاُقِيْمَ الْمَفْعُوْلُ مَقَامَهٗ وَيُخْتَصُّ بِالْمُتَعَدِّيْ وَعَلَامَتُهٗ فِي الْمَاضِيْ اَنْ يَّكُوْنَ اَوَّلُهٗ مَضْمُوْمًا فَقَطْ وَمَا قَبْلَ اٰخِرِهٖ مَكْسُوْرًا فِي الْاَبْوَابِ الَّتِيْ لَيْسَتْ فِيْ اَوَائِلِهَا هَمْزَةُ

وَصْلٍ وَلَا تَاءٌ زَائِدَةٌ نَحْوُ ضُرِبَ وَدُحْرِجَ وَأُكْرِمَ وَاِنْ يَّكُوْنَ اَوَّلُهُ وَثَانِيْهِ مَضْمُوْمًا وَمَا قَبْلَ اٰخِرِهٖ كَذٰلِكَ

فِيْمَا فِيْ اَوَّلِهٖ تَاءٌ زَائِدَةٌ نَحْوُ تُفُضِّلَ وَتُضُوْرِبَ وَاَنْ يَّكُوْنَ اَوَّلُهُ وَثَالِثُهُ مَضْمُوْمًا وَمَا قَبْلَ اٰخِرِهٖ كَذٰلِكَ فِيْ

مَا فِيْ اَوَّلِهٖ هَمْزَةُ وَصْلٍ نَحْوُ اُسْتُخْرِجَ وَاُقْتُدِرَ وَالْهَمْزَةُ تَتْبَعُ الْمَضْمُوْمَ اِنْ لَّمْ تُدْرَجْ وَفِي الْمُضَارِعِ اَنْ

يَّكُوْنَ حَرْفُ الْمُضَارِعَةِ مَضْمُوْمًا وَمَا قَبْلَ اٰخِرِهٖ مَفْتُوْحًا نَحْوُ يُضْرَبُ وَيُسْتَخْرَجُ اِلَّا فِيْ بَابِ الْمُفَاعَلَةِ

وَالْاِفْعَالِ وَالتَّفْعِيْلِ وَالْفَعْلَلَةِ وَمُلْحَقَاتِهَا الثَّمَانِيَةِ فَاِنَّ الْعَلَامَةَ فِيْهَا فَتْحُ مَا قَبْلَ الْاٰخِرِ نَحْوُ يُحَاسَبُ

وَيُدَحْرَجُ وَفِي الْاَجْوَفِ مَاضِيْهِ قِيْلَ وَبِيْعَ وَبِالْاِشْمَامِ قِيْلَ وَبِيْعَ وَبِالْوَاوِ قُوْلَ وَبُوْعَ وَكَذٰلِكَ بَابُ

اُخْتِيْرَ وَاُنْقِيْدَ دُوْنَ اُسْتُخِيْرَ وَاُقِيْمَ لِفَقْدِ فُعِلَ فِيْهِمَا وَفِيْ مُضَارِعِهٖ تُقْلَبُ الْعَيْنُ اَلِفًا نَحْوُ يُقَالُ وَيُبَاعُ كَمَا

عَرَفْتَ فِي التَّصْرِيْفِ مُسْتَقْصًى

فَصْلٌ اَلْفِعْلُ اِمَّا مُتَعَدٍّ وَهُوَ مَا يَتَوَقَّفُ فَهْمُ مَعْنَاهُ عَلٰى مُتَعَلِّقٍ غَيْرِ الْفَاعِلِ كَضَرَبَ وَاِمَّا لَازِمٌ وَهُوَ

مَا بِخِلَافِهٖ كَقَعَدَ وَقَامَ وَالْمُتَعَدِّيْ قَدْ يَكُوْنُ اِلٰى مَفْعُوْلٍ وَاحِدٍ كَضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا وَاِلَى الْمَفْعُوْلَيْنِ كَاَعْطٰى

زَيْدٌ عَمْرًا دِرْهَمًا وَيَجُوْزُ فِيْهِ الْاِقْتِصَارُ عَلٰى اَحَدِ مَفْعُوْلَيْهِ كَاَعْطَيْتُ زَيْدًا اَوْ اَعْطَيْتُ دِرْهَمًا بِخِلَافِ

بَابِ عَلِمْتُ وَاِلٰى ثَلٰثَةِ مَفَاعِيْلَ نَحْوُ اَعْلَمَ بَكْرٌ زَيْدًا عَمْرًا فَاضِلًا وَمِنْهُ اَرٰى

وَاَنْبَاَ وَنَبَّاَ وَاَخْبَرَ وَخَبَّرَ وَحَدَّثَ وَهٰذِهِ السِّتَّةُ مَفْعُوْلُهَا الْاَوَّلُ مَعَ الْاٰخِيْرَيْنِ كَمَفْعُوْلَيْ اَعْطَيْتُ فِيْ

جَوَازِ الْاِقْتِصَارِ عَلٰى اَحَدِهِمَا تَقُوْلُ اَعْلَمَ بَكْرٌ زَيْدًا وَالثَّانِيْ مَعَ الثَّالِثِ كَمَفْعُوْلَيْ عَلِمْتُ فِيْ عَدَمِ جَوَازِ

الْاِقْتِصَارِ عَلٰى اَحَدِهِمَا فَلَا تَقُوْلُ اَعْلَمْتُ زَيْدًا خَيْرَ النَّاسِ بَلْ تَقُوْلُ اَعْلَمْتُ زَيْدًا عَمْرًا خَيْرَ النَّاسِ

فَصْلٌ اَفْعَالُ الْقُلُوْبِ عَلِمْتُ وَظَنَنْتُ وَحَسِبْتُ وَخِلْتُ وَرَاَيْتُ وَوَجَدْتُ وَزَعَمْتُ وَهِيَ اَفْعَالٌ تَدْخُلُ عَلَى الْمُبْتَدَاءِ وَالْخَبَرِ فَتَنْصِبُهُمَا عَلَى الْمَفْعُوْلِيَّةِ نَحْوُ عَلِمْتُ زَيْدًا عَالِمًا وَاعْلَمْ اَنَّ لِهٰذِهِ الْاَفْعَالُ خَوَاصٌ مِنْهَا اَنْ لَاتُقْتَصَرُ عَلٰى اَحَدِ مَفْعُوْلَيْهَا بِخِلَافِ بَابِ اَعْطَيْتُ فَلَاتَقُوْلُ عَلِمْتُ زَيْدًا وَمِنْهَا جَوَازُ الْاِلْغَاءِ اِذَا تَوَسَّطَتْ نَحْوُ زَيْدٌ ظَنَنْتُ قَائِمٌ اَوْتَاَخَّرَتْ نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ ظَنَنْتُ وَمِنْهَا اَنَّهَا تُعَلَّقُ اِذَا وَقَعَتْ قَبْلَ الْاِسْتِفْهَامِ نَحْوُ عَلِمْتُ اَزَيْدٌ عِنْدَكَ اَمْ عَمْرٌو وَقَبْلَ النَّفْيِ نَحْوُ عَلِمْتُ مَا زَيْدٌ فِي الدَّارِ وَقَبْلَ لَامِ الْاِبْتِدَاءِ نَحْوُ عَلِمْتُ لَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ وَمِنْهَا اَنَّهُ يَجُوْزُ اَنْ يَّكُوْنَ فَاعِلُهَا وَمَفْعُوْلُهَا ضَمِيْرَيْنِ لِشَيْءٍ وَاحِدٍ نَحْوُ عَلِمْتُنِيْ مُنْطَلِقًا وَظَنَنْتُكَ فَاضِلًا وَاعْلَمْ اَنَّهُ قَدْ يَكُوْنُ ظَنَنْتُ بِمَعْنَى اِتَّهَمْتُ وَعَلِمْتُ بِمَعْنَى عَرَفْتُ وَرَاَيْتُ بِمَعْنَى اَبْصَرْتُ وَوَجَدْتُ بِمَعْنَى اَصَبْتُ الضَّالَّةَ فَتَنْصِبُ مَفْعُوْلًا وَاحِدًا فَقَطْ فَلَاتَكُوْنُ حِيْنَئِذٍ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ

فَصْلٌ اَلْاَفْعَالُ النَّاقِصَةُ هِيَ اَفْعَالٌ وُضِعَتْ لِتَقْرِيْرِ الْفَاعِلِ عَلٰى صِفَةٍ غَيْرِ صِفَةِ مَصْدَرِهَا وَهِيَ كَانَ وَصَارَ وَظَلَّ وَبَاتَ اِلٰى اٰخِرِهَا تَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَةِ الْاِسْمِيَّةِ لِاِفَادَةِ نِسْبَتِهَا حُكْمَ مَعْنَاهَا فَتَرْفَعُ الْاَوَّلَ وَتَنْصِبُ الثَّانِيَ فَتَقُوْلُ كَانَ زَيْدٌ قَائِمًا وَكَانَ عَلٰى ثَلٰثَةِ اَقْسَامٍ نَاقِصَةٌ وَهِيَ تَدُلُّ عَلٰى ثُبُوْتِ خَبَرِهَا لِفَاعِلِهَا فِي الْمَاضِيْ اِمَّا دَائِمًا نَحْوُ كَانَ اللهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا اَوْ مُنْقَطِعًا نَحْوُ كَانَ زَيْدٌ شَابًّا وَتَامَّةٌ بِمَعْنَى ثَبَتَ وَحَصَلَ نَحْوُ كَانَ الْقِتَالُ اَيْ حَصَلَ الْقِتَالُ وَزَائِدَةٌ لَايَتَغَيَّرُ بِاِسْقَاطِهَا مَعْنَى الْجُمْلَةِ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ شِعْرٌ

جِيَادُ ابْنِيْ اَبِيْ بَكْرٍ تَسَامٰى --- عَلٰى كَانَ الْمُسَوَّمَةِ الْعِرَابِ اَيْ عَلَى الْمُسَوَّمَةِ

وَصَارَ لِلْاِنْتِقَالِ نَحْوُ صَارَ زَيْدٌ غَنِيًّا وَاَصْبَحَ وَاَمْسٰى وَاَضْحٰى تَدُلُّ عَلٰى اِقْتِرَانِ مَضْمُوْنِ الْجُمْلَةِ بِتِلْكَ الْاَوْقَاتِ نَحْوُ اَصْبَحَ زَيْدٌ ذَاكِرًا اَيْ كَانَ ذَاكِرًا فِيْ وَقْتِ الصُّبْحِ وَبِمَعْنَى صَارَ نَحْوُ اَصْبَحَ زَيْدٌ غَنِيًّا

وَتَامَّةٌ بِمَعْنَى دَخَلَ فِي الصِّبَاحِ وَالضُّحٰى وَالْمَسَاء وَظَلَّ وَبَاتَ يَدُلَّانِ عَلٰى اِقْتِرَانِ مَضْمُوْنِ الْجُمْلَةِ بِوَقْتَيْهِمَا نَحْوُ ظَلَّ زَيْدٌ كَاتِبًا وَبِمَعْنَى صَارَ وَمَا زَالَ وَمَا فَتِئَ وَمَا بَرِحَ وَمَا انْفَكَّ تَدُلُّ عَلٰى اِسْتِمْرَارِ ثُبُوْتِ خَبْرِهَا لِفَاعِلِهَا مُذْ قَبْلِهٖ نَحْوُ مَا زَالَ زَيْدٌ اَمِيْرًا وَيَلْزَمُهَا حَرْفُ النَّفْيِ وَمَا دَامَ يَدُلُّ عَلٰى تَوْقِيْتِ اَمْرٍ بِمُدَّةِ ثُبُوْتِ خَبْرِهَا لِفَاعِلِهَا نَحْوُ اَقُوْمُ مَا دَامَ الْاَمِيْرُ جَالِسًا وَلَيْسَ يَدُلُّ عَلٰى نَفْيِ مَعْنَى الْجُمْلَةِ حَالًّا وَقِيْلَ مُطْلَقًا وَقَدْ عَرَفْتَ بَقِيَّةَ اَحْكَامِهَا فِي الْقِسْمِ الْاَوَّلِ فَلَا نُعِيْدُهَا

فَصْلٌ اَفْعَالُ الْمُقَارَبَةِ هِيَ اَفْعَالٌ وُضِعَتْ لِلدَّلَالَةِ عَلٰى دُنُوِّ الْخَبْرِ لِفَاعِلِهَا وَهِيَ ثَلٰثَةُ اَقْسَامٍ اَلْاَوَّلُ لِلرِّجَاءِ وَهُوَ عَسٰى وَهُوَ فِعْلٌ جَامِدٌ لَا يُسْتَعْمَلُ مِنْهُ غَيْرُ الْمَاضِيْ وَهُوَ فِي الْعَمَلِ مِثْلُ كَادَ اِلَّا اَنَّ خَبْرَهٗ فِعْلٌ مُضَارِعٌ مَعَ اَنْ نَحْوُ عَسٰى اَنْ يَّقُوْمَ وَيَجُوْزُ تَقْدِيْمُ الْخَبْرِ عَلٰى اِسْمِهٖ نَحْوُ عَسٰى اَنْ يَّقُوْمَ زَيْدٌ وَقَدْ يُحْذَفُ اَنْ نَحْوُ عَسٰى زَيْدٌ يَقُوْمُ

وَالثَّانِيْ لِلْحُصُوْلِ وَهُوَ كَادَ وَخَبْرُهٗ مُضَارِعٌ دُوْنَ اَنْ نَحْوُ كَادَ زَيْدٌ يَقُوْمُ وَقَدْ تَدْخُلُ اَنْ نَحْوُ كَادَ زَيْدٌ اَنْ يَّقُوْمَ

وَالثَّالِثُ لِلْاَخْذِ وَالشُّرُوْعِ فِي الْفِعْلِ وَهُوَ طَفِقَ وَجَعَلَ وَكَرُبَ وَاَخَذَ وَاِسْتِعْمَالُهَا مِثْلُ كَادَ نَحْوُ طَفِقَ زَيْدٌ يَكْتُبُ اَوْشَكَ وَاِسْتِعْمَالُهَا مِثْلُ عَسٰى وَكَادَ

فَصْلٌ فِعْلَا التَّعَجُّبِ مَا وُضِعَ لِاِنْشَاءِ التَّعَجُّبِ وَلَهٗ صِيْغَتَانِ مَا اَفْعَلَهٗ نَحْوُ مَا اَحْسَنَ زَيْدًا اَيْ اَيُّ شَيْءٍ اَحْسَنَ زَيْدًا وَفِي اَحْسَنَ ضَمِيْرٌ وَهُوَ فَاعِلُهٗ وَاَفْعِلْ بِهٖ نَحْوُ اَحْسِنْ بِزَيْدٍ وَلَا يُبْنَيَانِ اِلَّا مِمَّا يُبْنٰى مِنْهُ اَفْعَلُ التَّفْضِيْلِ وَيُتَوَصَّلُ فِي الْمُمْتَنِعِ بِمِثْلِ مَا اَشَدَّ اِسْتِخْرَاجًا فِي الْاَوَّلِ وَاَشْدِدْ بِاِسْتِخْرَاجِهٖ فِي الثَّانِيْ

كَمَا عَرَفْتَ فِي اِسْمِ التَّفْضِيْلِ وَلَايَجُوْزُ التَّصَرُّفُ فِيْهِمَا بِتَقْدِيْمٍ وَلَاتَاخِيْرٍ وَلَافَصْلٍ وَالْمَازِنِيُّ اَجَازَ الْفَصْلَ بِالظَّرْفِ نَحْوُ مَا اَحْسَنَ الْيَوْمَ زَيْدًا

فَصْلٌ اَفْعَالُ الْمَدْحِ فَلَهٗ فِعْلَانِ نِعْمَ وَفَاعِلُهٗ اِسْمٌ مُعَرَّفٌ بِاللَّامِ نَحْوُ نِعْمَ الرَّجُلُ زَيْدٌ اَوْ مُضَافٌ اِلَى الْمُعَرَّفِ بِاللَّامِ نَحْوُ نِعْمَ غُلَامُ الرَّجُلِ زَيْدٌ وَقَدْ يَكُوْنُ فَاعِلُهٗ مُضْمَرًا وَيَجِبُ تَمْيِيْزُهٗ بِنَكِرَةٍ مَنْصُوْبَةٍ نَحْوُ نِعْمَ رَجُلَا زَيْدٍ اَوْ بِمَا نَحْوُ قَوْلُهٗ تَعَالٰى فَنِعِمَّا هِيَ اَیْ نِعْمَ شَيْئًا هِيَ وَزَيْدٌ يُسَمَّى الْمَخْصُوْصُ بِالْمَدْحِ

وَحَبَّذَا نَحْوُ حَبَّذَا زَيْدٌ حَبَّ فِعْلُ الْمَدْحِ وَفَاعِلُهٗ ذَا وَالْمَخْصُوْصُ بِالْمَدْحِ زَيْدٌ وَيَجُوْزُ اَنْ يَّقَعَ قَبْلَ مَخْصُوْصٍ اَوْبَعْدَهٗ تَمْيِيْزٌ نَحْوُ حَبَّذَا رَجُلًا زَيْدٌ وَحَبَّذَا زَيْدٌ رَجُلًا اَوْحَالٌ نَحْوُ حَبَّذَا رَاكِبًا وَحَبَّذَا زَيْدٌ رَاكِبًا

وَاَمَّا الذَّمُّ فَلَهٗ فِعْلَانِ اَيْضًا بِئْسَ نَحْوُ بِئْسَ الرَّجُلُ عَمْرٌو وَبِئْسَ غُلَامُ الرَّجُلِ عَمْرٌو وَبِئْسَ رَجُلًا عَمْرٌو وَسَاءَ نَحْوُ سَآءَ الرَّجُلُ زَيْدٌ وَسَآءَ غُلَامُ الرَّجُلِ زَيْدٌ وَسَآءَ رَجُلًا زَيْدٌ وَسَاءَ مِثْلُ بِئْسَ فِي سَائِرِ الْاَقْسَامِ

القسم الثالث فی الحروف

وَقَدْ مَضٰى تَعْرِيْفُهٗ وَاَقْسَامُهٗ سَبْعَةَ عَشَرَ حُرُوْفُ الْجَرِّ وَالْحُرُوْفِ الْمُشَبَّهَةِ بِالْفِعْلِ وَحُرُوْفُ الْعَطْفِ وَحُرُوْفُ التَّنْبِيْهِ وَحُرُوْفُ النِّدَاءِ وَحُرُوْفُ الْاِيْجَابِ وَحُرُوْفُ الزِّيَادَةِ وَحَرْفَا التَّفْسِيْرِ وَحُرُوْفُ الْمَصْدَرِ وَحُرُوْفُ التَّحْضِيْضِ وَحُرُوْفُ التَّوَقُّعِ وَحَرْفَا الْاِسْتِفْهَامِ وَحُرُوْفُ الشَّرْطِ وَحَرْفُ الرَّدْعِ وَتَاءُ التَّانِيْثِ السَّاكِنَةِ وَالتَّنْوِيْنُ وَنُوْنَا التَّاكِيْدِ

فَصْلٌ حُرُوْفُ الْجَرِّ حُرُوْفٌ وُضِعَتْ لِاِفْضَاءِ الْفِعْلِ وَشِبْهِهٖ اَوْمَعْنَى الْفِعْلِ اِلٰى مَاتَلِيْهِ نَحْوُ مَرَرْتُ بِزَيْدٍ وَاَنَا مَارٌّ بِزَيْدٍ وَهٰذَا فِي الدَّارِ اَبُوْكَ اَىْ اُشِيْرُ اِلَيْهِ فِيْهَا

وَهِيَ تِسْعَةَ عَشَرَ حَرْفًا مِنْ وَهِيَ لِاِبْتِدَاءِ الْغَايَةِ وَعَلَامَتُهٗ اَنْ يَّصِحَّ فِي مُقَابَلَتِهِ الْاِنْتِهَاءُ كَمَا تَقُوْلُ سِرْتُ مِنَ الْبَصْرَةِ اِلَى الْكُوْفَةِ وَلِلتَّبْيِيْنِ وَعَلَامَتُهٗ اَنْ يَّصِحَّ وَضْعُ لَفْظِ الَّذِىْ مَكَانَهٗ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَلِلتَّبْعِيْضِ وَعَلَامَتُهٗ اَنْ يَّصِحَّ لَفْظُ بَعْضٍ مَكَانَهٗ نَحْوُ اَخَذْتُ مِنَ الدَّرَاهِمِ وَزَائِدَةٌ وَعَلَامَتُهٗ اَنْ لَا يَخْتَلَّ الْمَعْنٰى بِاِسْقَاطِهَا نَحْوُ مَا جَاءَنِيْ مِنْ اَحَدٍ وَلَا تُزَادُ مِنْ فِي الْكَلَامِ الْمُوْجَبِ خِلَافًا لِلْكُوْفِيِّيْنَ وَاَمَّا قَوْلُهُمْ قَدْ كَانَ مِنْ مَطَرٍ وَشِبْهُهٗ فَمُتَاَوَّلٌ

وَاِلٰى وَهِيَ لِاِنْتِهَاءِ الْغَايَةِ كَمَا مَرَّ وَبِمَعْنٰى مَعَ قَلِيْلًا كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ

وَحَتّٰى وَهِيَ مِثْلُ اِلٰى نَحْوُ نِمْتُ الْبَارِحَةَ حَتَّى الصَّبَاحِ وَبِمَعْنٰى مَعَ كَثِيْرًا نَحْوُ قَدِمَ الْحَاجُّ حَتَّى الْمُشَاةِ وَلَا تَدْخُلُ اِلَّا عَلَى الظَّاهِرِ فَلَا يُقَالُ حَتَّاهُ خِلَافًا لِلْمُبَرِّدِ وَقَوْلُ الشَّاعِرِ شِعْر

فَلَاوَاللهِ لَايَبْقٰى اُنَاسٌ---فَتًى حَتَّاكَ يَاابْنَ اَبِيْ زِيَّادٍ--شَاذٌّ

وَفِيْ وَهِيَ لِلظَّرْفِيَّةِ نَحْوُ زَيْدٌ فِي الدَّارِ وَالْمَاءُ فِي الْكُوْزِ وَبِمَعْنٰى عَلٰى قَلِيْلًا نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ

وَالْبَاءُ وَهِيَ لِلْاِلْصَاقِ نَحْوُ مَرَرْتُ بِزَيْدٍ اَيْ اِلْتَصَقَ مُرُوْرِيْ بِمَوْضِعٍ يَقْرُبُ مِنْهُ زَيْدٌ وَلِلْاِسْتِعَانَةِ نَحْوُ كَتَبْتُ بِالْقَلَمِ وَقَدْ يَكُوْنُ لِلتَّعْلِيْلِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ وَلِلْمُصَاحَبَةِ كَخَرَجَ زَيْدٌ بِعَشِيْرَتِهٖ وَلِلْمُقَابَلَةِ كَبِعْتُ هٰذَا بِذَاكَ وَالِلتَّعْدِيَةِ كَذَهَبْتُ بِزَيْدٍ وَلِلظَّرْفِيَّةِ كَجَلَسْتُ بِالْمَسْجِدِ وَزَائِدَةٌ قِيَاسًا فِيْ خَبْرِ النَّفْيِ نَحْوُ مَا زَيْدٌ بِقَائِمٍ وَفِي الْاِسْتِفْهَامِ نَحْوُ هَلْ زَيْدٌ بِقَائِمٍ وَسِمَاعًا فِي الْمَرْفُوْعِ نَحْوُ بِحَسْبِكَ زَيْدٌ اَيْ حَسْبُكَ زَيْدٌ وَكَفٰى بِاللهِ شَهِيْدًا اَيْ كَفٰى اللهُ وَفِي الْمَنْصُوْبِ نَحْوُ اَلْقٰى بِيَدِهٖ اَيْ اَلْقٰى يَدَهٗ

وَاللَّامُ وَهِيَ لِلْاِخْتِصَاصِ نَحْوُ اَلْجُلُّ لِلْفَرَسِ وَالْمَالُ لِزَيْدٍ وَلِلتَّعْلِيْلِ كَضَرَبْتُهٗ لِلتَّادِيْبِ وَزَائِدَةٌ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى رَدِفَ لَكُمْ اَيْ رَدِفَكُمْ وَبِمَعْنٰى عَنْ اِذَا اسْتُعْمِلَ مَعَ الْقَوْلِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَبِمَعْنَى الْوَاوِ فِي الْقَسَمِ لِلتَّعَجُّبِ كَقَوْلِ الْهُزَلِيْ شِعْرٌ

لِلّٰهِ يَبْقٰى عَلَى الْاَيَّامِ ذُوْحَيَدٍ بِمُشْمَخِرٍّ بِهِ الظَّيَّانُ وَالْاٰسُ

وَرُبَّ وَهِيَ لِلتَّقْلِيْلِ كَمَا اَنَّ كَمِ الْخَبْرِيَّةَ لِلتَّكْثِيْرِ وَتَسْتَحِقُّ صَدْرَ الْكَلَامِ وَلَا تَدْخُلُ اِلَّا عَلٰى نَكِرَةٍ مَوْصُوْفَةٍ نَحْوُ رُبَّ رَجُلٍ كَرِيْمٍ لَقِيْتُهٗ اَوْ مُضْمَرٍ مُبْهَمٍ مُفْرَدٍ مُذَكَّرًا اَبَدًا مُمَيَّزٍ بِنَكِرَةٍ مَنْصُوْبَةٍ نَحْوُ رُبَّهٗ رَجُلًا وَرُبَّهٗ رَجُلَيْنِ وَرُبَّهٗ رِجَالاً وَرُبَّهٗ اِمْرَاَةً كَذٰلِكَ وَعِنْدَ الْكُوْفِيِّيْنَ يَجِبُ الْمُطَابَقَةُ نَحْوُ رُبَّهُمَا رَجُلَيْنِ وَرُبَّهُمْ رِجَالًا وَرُبَّهَا اِمْرَاَةً وَقَدْ تَلْحَقُهَا مَا الْكَافَةُ فَتَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَتَيْنِ نَحْوُ رُبَّمَا قَامَ زَيْدٌ وَرُبَّمَا زَيْدٌ قَائِمٌ وَلَا بُدَّ لَهَا مِنْ فِعْلٍ مَاضٍ لِاَنَّ رُبَّ لِلتَّقْلِيْلِ الْمُحَقَّقِ وَهُوَ لَا يَتَحَقَّقُ اِلَّا بِهٖ وَيُحْذَفُ

ذٰلِكَ الْفِعْلُ غَالِبًا كَقَوْلِكَ رُبَّ رَجُلٍ اَكْرَمَنِیْ فِیْ جَوَابِ مَنْ قَالَ هَلْ لَقِیْتَ مَنْ اَكْرَمَكَ اَیْ رُبَّ رَجُلٍ اَكْرَمَنِیْ لَقِیْتُهٗ فَاَكْرَمَنِیْ صِفَةُ الرَّجُلِ وَلَقِیْتُهٗ فِعْلُهَا وَهُوَ مَحْذُوْفٌ

وَوَاوُ رُبَّ وَهِیَ الْوَاوُ الَّتِیْ تُبْتَدَاُ بِهَا فِیْ اَوَّلِ الْكَلَامِ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ شِعْرٌ

وَبَلْدَةٍ لَیْسَ بِهَا اَنِیْس اِلَّا الْیَعَافِیْرُ وَاِلَّا الْعِیْس

وَوَاوُ الْقَسَمِ وَهِیَ تَخْتَصُّ بِالظَّاهِرِ نَحْوُ وَاللهِ وَالرَّحْمٰنِ لَاَضْرِبَنَّ فَلَا یُقَالُ وَكَ وَتَاءُ الْقَسَمِ وَهِیَ تَخْتَصُّ بِاللهِ وَحْدَهٗ فَلَا یُقَالُ تَالرَّحْمٰنِ وَقَوْلُهُمْ تُرَبِّ الْكَعْبَةِ شَاذٌّ

وَبَاءُ الْقَسَمِ وَهِیَ تَدْخُلُ عَلَی الظَّاهِرِ وَالْمُضْمَرِ نَحْوُ بِاللهِ وَبِالرَّحْمٰنِ وَبِكَ وَلَابُدَّ لِلْقَسَمِ مِنَ الْجَوَابِ وَهِیَ جُمْلَةٌ تُسَمَّی الْمُقْسَمَ عَلَیْهَا فَاِنْ كَانَتْ مُوْجِبَةً یَجِبُ دُخُوْلُ اللَّامِ فِی الْاِسْمِیَّةِ وَالْفِعْلِیَّةِ نَحْوُ وَاللهِ لَزَیْدٌ قَائِمٌ وَوَاللهِ لَاَفْعَلَنَّ كَذَا وَاِنَّ فِی الْاِسْمِیَّةِ نَحْوُ وَاللهِ اِنَّ زَیْدًا لَقَائِمٌ وَاِنْ كَانَتْ مَنْفِیَّةً وَجَبَ دُخُوْلُ مَا وَلَا نَحْوُ وَاللهِ مَا زَیْدٌ بِقَائِمٍ وَوَاللهِ لَا یَقُوْمُ زَیْدٌ وَاعْلَمْ اَنَّهٗ قَدْ یُحْذَفُ حَرْفُ النَّفْیِ لِزَوَالِ اللُّبْسِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰی تَاللهِ تَفْتَؤُ تَذْكُرُ یُوْسُفَ اَیْ لَاتَفْتَؤُ وَیُحْذَفُ جَوَابُ الْقَسَمِ اِنْ تَقَدَّمَ مَا یَدُلُّ عَلَیْهِ نَحْوُ زَیْدٌ قَائِمٌ وَاللهِ اَوْ تَوَسَّطَ الْقَسَمُ نَحْوُ زَیْدٌ وَاللهِ قَائِمٌ

وَعَنْ لِلْمُجَاوَزَةِ نَحْوُ رَمَیْتُ السَّهْمَ عَنِ الْقَوْسِ اِلَی الصَّیْدِ

وَعَلٰی لِلْاِسْتِعْلَاءِ نَحْوُ زَیْدٌ عَلَی السَّطْحِ وَقَدْ یَكُوْنُ عَنْ وَعَلٰی اِسْمَیْنِ اِذَا دَخَلَ عَلَیْهِمَا مِنْ كَمَا تَقُوْلُ جَلَسْتُ مِنْ عَنْ یَمِیْنِهٖ وَنَزَلْتُ مِنْ عَلَی الْفَرَسِ

وَالْكَافُ لِلتَّشْبِیْهِ نَحْوُ زَیْدٌ كَعَمْرٍو وَزَائِدَةٌ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰی لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ وَقَدْ تَكُوْنُ اِسْمًا كَقَوْلِ الشَّاعِرِ ؏

يَضْحَكْنَ عَنْ كَالْبَرْدِ الْمُنْبَهِمِ

وَمُذْ وَمُنْذُ لِلزَّمَانِ اِمَّا لِلْاِبْتِدَاءِ فِي الْمَاضِيْ كَمَا تَقُوْلُ فِيْ شَعْبَانَ مَارَاَيْتُهٗ مُذْ رَجَبَ اَوْلِلظَّرْفِيَّةِ فِي الْحَاضِرِ نَحْوُ مَارَاَيْتُهٗ مُذْ شَهْرِنَا وَمُنْذُ يَوْمِنَا اَيْ فِيْ شَهْرِنَا وَفِيْ يَوْمِنَا

وَخَلَا وَعَدَا وَحَاشَا لِلْاِسْتِثْنَاءِ نَحْوُ جَاءَنِي الْقَوْمُ خَلَا زَيْدٍ وَحَاشَا عَمْرٍو وَعَدَا بَكْرٍ

فَصْلٌ اَلْحُرُوْفُ الْمُشَبَّهَةِ بِالْفِعْلِ سِتَّةٌ اِنَّ وَاَنَّ وَكَاَنَّ وَلٰكِنَّ وَلَيْتَ وَلَعَلَّ هٰذِهِ الْحُرُوْفُ تَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَةِ الْاِسْمِيَّةِ تَنْصِبُ الْاِسْمَ وَتَرْفَعُ الْخَبَرَ كَمَا عَرَفْتَ نَحْوُ اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ وَقَدْ يَلْحَقُهَا مَا الْكَافَةُ فَتَكُفُّهَا عَنِ الْعَمَلِ وَحِيْنَئِذٍ تَدْخُلُ عَلَى الْاَفْعَالِ تَقُوْلُ اِنَّمَا قَامَ زَيْدٌ

وَاعْلَمْ اَنَّ اِنَّ الْمَكْسُوْرَةَ الْهَمْزَةَ لَاتُغَيِّرُ مَعْنَى الْجُمْلَةِ بَلْ تُؤَكِّدُهَا وَاَنَّ الْمَفْتُوْحَةَ الْهَمْزَةَ مَعَ مَابَعْدَهَا مِنَ الْاِسْمِ وَالْخَبَرِ فِيْ حُكْمِ الْمُفْرَدِ وَلِذٰلِكَ يَجِبُ الْكَسْرُ اِذَا كَانَ فِيْ اِبْتِدَاءِ الْكَلَامِ نَحْوُ اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ وَبَعْدَ الْقَوْلِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ وَبَعْدَ الْمَوْصُوْلِ نَحْوُ مَارَاَيْتُ الَّذِيْ اِنَّهٗ فِي الْمَسَاجِدِ وَاِذَا كَانَ فِيْ خَبَرِهَا اللَّامُ نَحْوُ اِنَّ زَيْدًا لَقَائِمٌ وَيَجِبُ الْفَتْحُ حَيْثُ يَقَعُ فَاعِلًا نَحْوُ بَلَغَنِيْ اَنَّ زَيْدًا قَائِمٌ وَ حَيْثُ يَقَعُ مَفْعُوْلًا نَحْوُ كَرِهْتُ اَنَّكَ قَائِمٌ وَحَيْثُ يَقَعُ مُضَافًا اِلَيْهِ نَحْوُ عَجِبْتُ مِنْ طُوْلِ اَنَّ بَكْرًا قَائِمٌ وَحَيْثُ يَقَعُ مَجْرُوْرًا نَحْوُ عَجِبْتُ مِنْ اَنَّ بَكْرًا قَائِمٌ وَبَعْدَ لَوْ نَحْوُ لَوْ اَنَّكَ عِنْدَنَا لَاَكْرَمْتُكَ وَبَعْدَ لَوْلَا اَنَّهٗ حَاضِرٌ لَغَابَ زَيْدٌ وَيَجُوْزُ الْعَطْفُ عَلٰى اِسْمِ اِنَّ الْمَكْسُوْرَةِ بِالرَّفْعِ وَالنَّصْبِ بِاِعْتِبَارِ الْمَحَلِّ وَاللَّفْظِ مِثْلُ اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ وَعَمْرٌو وَعَمْرًا

وَاعْلَمْ اَنَّ اِنَّ الْمَكْسُوْرَةَ يَجُوْزُ دُخُوْلُ اللَّامِ عَلٰى خَبَرِهَا وَقَدْ تُخَفَّفُ فَيَلْزَمُهَا اللَّامُ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاِنْ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ وَحِيْنَئِذٍ يَجُوْزُ اِلْغَاؤُهَا كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ وَيَجُوْزُ دُخُوْلُهَا عَلَى الْاَفْعَالِ عَلَى الْمُبْتَدَاءِ وَالْخَبَرِ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ وَاِنْ نَظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ وَكَذٰلِكَ اَنَّ الْمَفْتُوْحَةَ قَدْ تُخَفَّفُ فَحِيْنَئِذٍ يَجِبُ اِعْمَالُهَا فِيْ ضَمِيْرِ شَانٍ مُقَدَّرٍ فَتَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَةِ اِسْمِيَّةً كَانَتْ نَحْوُ بَلَغَنِيْ اَنَّ زَيْدًا قَائِمٌ اَوْفِعْلِيَّةً نَحْوُ بَلَغَنِيْ اَنَّ قَدْ قَامَ زَيْدٌ وَيَجِبُ دُخُوْلُ السِّيْنِ اَوْ سَوْفَ اَوْقَدْ اَوْحَرْفُ النَّفْيِ عَلَى الْفِعْلِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَرْضٰى وَالضَّمِيْرُ الْمُسْتَتِرُ اِسْمُ اَنَّ وَالْجُمْلَةُ خَبَرُهَا وَكَاَنَّ لِلتَّشْبِيْهِ نَحْوُ كَاَنَّ زَيْدًا الْاَسَدُ وَهُوَ مُرَكَّبٌ مِنْ كَافِ التَّشْبِيْهِ وَاِنَّ الْمَكْسُوْرَةِ وَاِنَّمَا فُتِحَتْ لِتَقَدُّمِ الْكَافِ عَلَيْهَا تَقْدِيْرُهٗ اِنَّ زَيْدًا كَالْاَسَدِ وَقَدْ تُخَفَّفُ فَتُلْغٰى نَحْوُ كَاَنْ زَيْدٌ اَسَدٌ

وَلٰكِنَّ لِلْاِسْتِدْرَاكِ وَيُتَوَسَّطُ بَيْنَ كَلَامَيْنِ مُتَغَايِرَيْنِ فِي الْمَعْنٰى نَحْوُ جَاءَنِي الْقَوْمُ لٰكِنَّ عَمْرًا جَاءَ وَغَابَ زَيْدٌ لٰكِنَّ بَكْرًا حَاضِرٌ وَيَكُوْنُ مَعَهَا الْوَاوُ نَحْوُ قَامَ زَيْدٌ وَلٰكِنَّ عَمْرًا قَاعِدٌ وَقَدْ تُخَفَّفُ فَتُلْغٰى نَحْوُ مَشٰى زَيْدٌ لٰكِنَّ بَكْرٌ عِنْدَنَا

وَلَيْتَ لِلتَّمَنِّيْ نَحْوُ لَيْتَ هِنْدًا عِنْدَنَا وَاَجَازَ الْفَرَّاءُ لَيْتَ زَيْدًا قَائِمًا بِمَعْنٰى اَتَمَنّٰى

وَلَعَلَّ لِلتَّرَجِّيْ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ شِعْرٌ

اُحِبُّ الصَّالِحِيْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ   لَعَلَّ اللّٰهُ يَرْزُقُنِيْ صَلَاحًا

وَشَذَّ الْجَرُّ بِهَا نَحْوُ لَعَلَّ زَيْدٍ قَائِمٌ وَفِيْ لَعَلَّ لُغَاتٌ عَلَّ وَعَنْ وَاَنَّ وَلَاَنَّ وَلَعَنَّ وَعِنْدَ الْمُبَرَّدِ اَصْلُهٗ عَلَّ زِيْدَ فِيْهِ اللَّامُ وَالْبَوَاقِيْ فُرُوْعٌ

فَصْلٌ حُرُوْفُ الْعَطْفِ عَشَرَةٌ اَلْوَاوُ وَالْفَاءُوَثُمَّ وَحَتّٰى وَاَوْوَاِمَّا وَ اَمْ وَلَاوَبَلْ وَلٰكِنْ فَالْاَرْبَعَةُ الْاَوَّلُ

لِلْجَمْعِ فَالْوَاوُ لِلْجَمْعِ مُطْلَقًا نَحْوُ جَاءَنِيْ زَيْدٌ وَعَمْرٌوسَوَاءٌكَانَ زَيْدٌ مُقَدَّمًا فِي الْمَجِيْءِ اَوْ عَمْرٌو وَ

الْفَاءُلِلتَّرْتِيْبِ بِلَامُهْلَةٍ نَحْوُ قَامَ زَيْدٌ فَعَمْرٌو وَ اِذَا كَانَ زَيْدٌ مُتَقَدِّمًا وَعَمْرٌو مُتَاَخِّرًا بِلَامُهْلَةٍ وَثُمَّ

لِلتَّرْتِيْبِ بِمُهْلَةٍ نَحْوُ دَخَلَ زَيْدٌ ثُمَّ عَمْرٌووَاِذَاكَانَ زَيْدٌ مُتَقَدِّمًا وَبَيْنَهُمَا مُهْلَةٌ وَحَتّٰى كَ ثُمَّ فِي

التَّرْتِيْبِ وَالْمُهْلَةِ اِلَّا اَنَّ مُهْلَتَهَا اَقَلُّ مِنْ مُهْلَةِ ثُمَّ وَيُشْتَرَطُ اَنْ يَّكُوْنَ مَعْطُوْفُهَا دَاخِلًا فِي الْمَعْطُوْفِ

عَلَيْهِ وَهِيَ تُفِيْدُ قُوَّةً فِي الْمَعْطُوْفِ نَحْوُ مَاتَ النَّاسُ حَتَّى الْاَنْبِيَاءِ اَوْضُعْفًا نَحْوُ قَدِمَ الْحَاجُّ حَتَّى الْمُشَاةِ

وَاَوْوَاِمَّا وَاَمْ ثَلٰثَتُهَا لِثُبُوْتِ الْحُكْمِ لِاَحَدِ الْاَمْرَيْنِ مُبْهَمًا لَا بِعَيْنِهٖ نَحْوُ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ اَوْ امْرَاَةٍ وَاِمَّا اِنَّمَا

تَكُوْنُ حَرْفُ الْعَطْفِ اِذَاتَقَدَّمَتْهَا اِمَّا اُخْرٰى نَحْوُ اَلْعَدَدُ اِمَّا زَوْجٌ وَاِمَّا فَرْدٌ وَيَجُوْزُ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اِمَّا عَلٰى

اَوْنَحْوُ زَيْدٌ اِمَّا كَاتِبٌ اَوْاُمِّيٌّ وَاَمْ عَلٰى قِسْمَيْنِ مُتَّصِلَةٌ وَهِيَ مَا يُسْاَلُ بِهَا عَنْ تَعْيِيْنِ اَحَدِ الْاَمْرَيْنِ وَالسَّايِلُ

بِهَا يَعْلَمُ ثُبُوْتَ اَحَدِهِمَا مُبْهَمًا بِخِلَافِ اَوْوَاِمَّا فَاِنَّ السَّايِلَ بِهِمَا لَا يَعْلَمُ ثُبُوْتَ اَحَدِهِمَا اَصْلًا

وَتُسْتَعْمَلُ بِثَلٰثَةِ شَرَايِطَ اَلْاَوَّلُ اَنْ يَّقَعَ قَبْلَهَا هَمْزَةٌ نَحْوُ اَزَيْدٌ عِنْدَكَ اَمْ عَمْرٌو وَالثَّانِيْ اَنْ يَّلِيْهَا لَفْظٌ

مِثْلُ مَا يَلِيَ الْهَمْزَةَ اَعْنِيْ اِنْ كَانَ بَعْدَ الْهَمْزَةِ اِسْمٌ فَكَذٰلِكَ بَعْدَ اَمْ كَمَا مَرَّ وَاِنْ كَانَ بَعْدَ الْهَمْزَةِ فِعْلٌ فَكَذٰلِكَ

بَعْدَهَا نَحْوُ اَقَامَ زَيْدٌ اَمْ قَعَدَ فَلَا يُقَالُ اَرَاَيْتَ زَيْدًا اَمْ عَمْرًا وَالثَّالِثُ اَنْ يَّكُوْنَ اَحَدُ الْاَمْرَيْنِ الْمُسْتَوِيَيْنِ

مُحَقَّقًا وَاِنَّمَا يَكُوْنُ الْاِسْتِفْهَامُ عَنِ التَّعْيِيْنِ فَلِذٰلِكَ يَجِبُ اَنْ يَّكُوْنَ جَوَابُ اَمْ بِالتَّعْيِيْنِ دُوْنَ نَعَمْ

اَوْلَا فَاِذَا قِيْلَ اَزَيْدٌ عِنْدَكَ اَمْ عَمْرٌو فَجَوَابُهٗ بِتَعْيِيْنِ اَحَدِهِمَا اَمَّا اِذَا سُئِلَ بِاَوْوَاِمَّا فَجَوَابُهٗ نَعَمْ

اَوْلَا وَمُنْقَطِعَةٌ وَهِيَ مَا تَكُوْنُ بِمَعْنٰى بَلْ مَعَ الْهَمْزَةِ كَمَا رَاَيْتَ شَبَحًا مِنْ بَعِيْدٍ قُلْتَ اِنَّهَا لَاِبِلٌ عَلٰى سَبِيْلِ

الْقَطْعِ ثُمَّ حَصَلَ لَكَ شَكٌّ اَنَّهَا شَاةٌ فَقُلْتَ اَمْ هِيَ شَاةٌ تَقْصُدُ الْاَعْرَاضَ عَنِ الْاِخْبَارِ الْاَوَّلِ

وَالْاِسْتِيْنَافَ بِسُؤَالٍ اٰخَرَ مَعْنَاهُ بَلْ هِيَ شَاةٌ

وَاعْلَمْ اَنَّ اَمِ الْمُنْقَطِعَةَ لَاتُسْتَعْمَلُ اِلَّا فِي الْخَبَرِ كَمَامَرَّ وَفِي الْاِسْتِفْهَامِ نَحْوُ اَعِنْدَكَ زَيْدٌ اَمْ عَمْرٌو وَ
سَاَلْتُ اَوَّلًا عَنْ حُصُوْلِ زَيْدٍ ثُمَّ اَضْرَبْتَ عَنِ السُّؤَالِ الْاَوَّلِ وَاَخَذْتَ فِي السُّؤَالِ عَنْ حُصُوْلِ عَمْرٍو وَلَا وَبَلْ
وَلٰكِنْ جَمِيْعُهَا لِثُبُوْتِ الْحُكْمِ لِاَحَدِ الْاَمْرَيْنِ مُعَيَّنًا اَمَّا لَا فَلِنَفْيِ مَاوَجَبَ لِلْاَوَّلِ عَنِ الثَّانِيْ نَحْوُ
جَاءَنِيْ زَيْدٌ لَا عَمْرٌو وَبَلْ لِلْاِضْرَابِ عَنِ الْاَوَّلِ وَالْاِثْبَاتِ لِلثَّانِيْ نَحْوُ جَاءَنِيْ زَيْدٌ بَلْ عَمْرٌو وَمَعْنَاهُ بَلْ
جَاءَنِيْ عَمْرٌو وَمَاجَاءَ بَكْرٌ بَلْ خَالِدٌ مَعْنَاهُ بَلْ مَاجَاءَ خَالِدٌ وَلٰكِنْ لِلْاِسْتِدْرَاكِ وَيَلْزَمُهَا النَّفْيُ قَبْلَهَا
نَحْوُ مَاجَاءَنِيْ زَيْدٌ لٰكِنْ عَمْرٌو جَاءَ اَوْبَعْدَهَا نَحْوُ قَامَ بَكْرٌ لٰكِنْ خَالِدٌ لَمْ يَقُمْ

فَصْلٌ حُرُوْفُ التَّنْبِيْهِ ثَلٰثَةٌ اَلَا وَاَمَا وَهَا وُضِعَتْ لِتَنْبِيْهِ الْمُخَاطَبِ لِئَلَّا يَفُوْتَهُ شَيْءٌ مِنَ الْكَلَامِ فَاَلَا
وَاَمَا لَا يَدْخُلَانِ اِلَّا عَلَى الْجُمْلَةِ اِسْمِيَّةً كَانَتْ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَقَوْلِ الشَّاعِرِ شِعْرٌ

اَمَا وَالَّذِيْ اَبْكٰى وَاَضْحَكَ وَالَّذِيْ --- اَمَاتَ وَاَحْيٰى وَالَّذِيْ اَمْرُهُ الْاَمْرُ

اَوْفِعْلِيَّةً نَحْوُ اَمَا لَا تَفْعَلُ وَاَلَا لَا تَضْرِبُ وَالثَّالِثُ هَا تَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَةِ الْاِسْمِيَّةِ نَحْوُ هَا زَيْدٌ قَائِمٌ وَالْمُفْرَدِ
نَحْوُ هٰذَا وَهٰؤُلَاءِ

فَصْلٌ حُرُوْفُ النِّدَاءِ خَمْسَةٌ يَا وَاَيَا وَهَيَا وَاَيْ وَ الْهَمْزَةُ الْمَفْتُوْحَةُ فَاَيْ وَالْهَمْزَةُ لِلْقَرِيْبِ وَاَيَا وَهَيَا
لِلْبَعِيْدِ وَيَا لَهُمَا وَلِلْمُتَوَسِّطِ وَقَدْ مَرَّ اَحْكَامُ الْمُنَادٰى

فَصْلٌ حُرُوْفُ الْاِيْجَابِ سِتَّةٌ نَعَمْ وَبَلٰى وَاَجَلْ وَجَيْرِ وَاِنَّ وَاَيْ اَمَّا نَعَمْ فَلِتَقْرِيْرِ كَلَامٍ سَابِقٍ مُثْبَتًا كَانَ
اَوْمَنْفِيًّا نَحْوُ اَجَاءَ زَيْدٌ قُلْتَ نَعَمْ وَاَمَا جَاءَ زَيْدٌ قُلْتَ نَعَمْ وَبَلٰى تَخْتَصُّ بِاِيْجَابِ مَانُفِيَ اِسْتِفْهَامًا
كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى اَوْخَبَرًا كَمَا يُقَالُ لَمْ يَقُمْ زَيْدٌ قُلْتَ بَلٰى اَيْ قَدْ قَامَ وَاَيْ لِلْاِثْبَاتِ

بَعْدَ الْاِسْتِفْهَامِ وَیَلْزَمُهَا الْقَسَمُ کَمَا اِذَا قِیْلَ هَلْ کَانَ کَذَا قُلْتَ اَیْ وَاللّٰهِ وَاَجَلْ وَجَیْرِ وَاِنَّ لِتَصْدِیْقِ الْخَبْرِ کَمَا اِذَا قِیْلَ جَاءَ زَیْدٌ قُلْتَ اَجَلْ اَوْ جَیْرِ اَوْ اِنَّ اَیْ اُصَدِّقُكَ فِیْ هٰذَا الْخَبَرِ

فَصْلٌ حُرُوْفُ الزِّیَادَةِ سَبْعَةٌ اِنْ وَاَنْ وَمَا وَلَا وَمِنْ وَالْبَاءُ وَاللَّامُ فَاِنْ تُزَادُ مَعَ مَا النَّافِیَةِ نَحْوُ مَا اِنْ زَیْدٌ قَائِمٌ وَمَعَ مَا الْمَصْدَرِیَّةِ نَحْوُ اِنْتَظِرْ مَا اِنْ یَجْلِسَ الْاَمِیْرُ وَمَعَ لَمَّا نَحْوُ لَمَّا اِنْ جَلَسْتَ جَلَسْتُ وَاَنْ تُزَادُ مَعَ لَمَّا کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی فَلَمَّا اَنْ جَاءَ الْبَشِیْرُ وَبَیْنَ لَوْ وَالْقَسَمِ الْمُتَقَدِّمِ عَلَیْهَا نَحْوُ وَاللّٰهِ اَنْ لَوْ قُمْتَ قُمْتُ وَمَا تُزَادُ مَعَ اِذَا وَمَتٰی وَاَیٍّ وَاَنّٰی وَاَیْنَ وَاِنْ شَرْطِیَاتٍ کَمَا تَقُوْلُ اِذَا مَا صُمْتَ صُمْتُ وَکَذَا الْبَوَاقِیْ وَبَعْدَ حُرُوْفِ الْجَرِّ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللّٰهِ وَعَمَّا قَلِیْلٍ لَّیُصْبِحُنَّ نَادِمِیْنَ مِمَّا خَطِیْئٰتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا وَزَیْدٌ صَدِیْقِیْ کَمَا اَنَّ عَمْرًا اَخِیْ وَلَا تُزَادُ مَعَ الْوَاوِ بَعْدَ النَّفْیِ نَحْوُ مَا جَاءَنِیْ زَیْدٌ وَلَا عَمْرٌو وَبَعْدَ اَنِ الْمَصْدَرِیَّةِ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی مَا مَنَعَكَ اَنْ لَا تَسْجُدَ وَقَبْلَ الْقَسَمِ کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی لَا اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ بِمَعْنٰی اُقْسِمُ وَاَمَّا مِنْ وَالْبَاءُ وَاللَّامُ فَقَدْ مَرَّ ذِکْرُهَا فِیْ حُرُوْفِ الْجَرِّ فَلَا نُعِیْدُهَا

فَصْلٌ حَرْفَا التَّفْسِیْرِ اَیْ وَاَنْ فَاَیْ کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی وَاسْئَلِ الْقَرْیَةَ اَیْ اَهْلَ الْقَرْیَةِ کَاَنَّكَ تُفَسِّرُهٗ اَهْلَ الْقَرْیَةِ وَاَنْ اِنَّمَا یُفَسِّرُ بِهَا فِعْلٌ بِمَعْنَی الْقَوْلِ کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰاِبْرَاهِیْمُ فَلَا یُقَالُ قُلْتُ لَهٗ اَنِ اکْتُبْ اِذْ هُوَ لَفْظُ الْقَوْلِ لَا مَعْنَاهُ

فَصْلٌ حُرُوْفُ الْمَصْدَرِ ثَلٰثَةٌ مَا وَاَنْ وَاَنَّ فَالْاُوْلَیَانِ لِلْجُمْلَةِ الْفِعْلِیَّةِ کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی وَضَاقَتْ عَلَیْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ اَیْ بِرُحْبِهَا وَقَوْلِ الشَّاعِرِ شِعْرٌ

یَسُرُّ الْمَرْءَ مَا ذَهَبَ اللَّیَالِیْ -- وَکَانَ ذَهَابُهُنَّ لَهٗ ذَهَابًا

وَاَنْ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی فَمَا کَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖ اِلَّا اَنْ قَالُوْا اَیْ قَوْلُهُمْ وَاَنَّ لِلْجُمْلَةِ الْاِسْمِیَّةِ نَحْوُ عَلِمْتُ اَنَّكَ قَائِمٌ اَیْ قِیَامَكَ

فَصۡلٌ حُرُوۡفُ التَّحۡضِيۡضِ اَرۡبَعَةٌ هَلَّا وَاَلَّا وَلَوۡلَا وَلَوۡمَا لَهَا صَدۡرُ الۡكَلَامِ وَمَعۡنَاهَا حَضٌّ عَلَى الۡفِعۡلِ اِنۡ دَخَلَتۡ عَلَى الۡمُضَارِعِ نَحۡوُ هَلَّا تَأۡكُلُ وَلَوۡمٌ اِنۡ دَخَلَتۡ عَلَى الۡمَاضِيۡ نَحۡوُ هَلَّا ضَرَبۡتَ زَيۡدًا وَحِيۡنَئِذٍ لَا تَكُوۡنُ تَحۡضِيۡضًا اِلَّا بِاعۡتِبَارِ مَا فَاتَ وَلَا تَدۡخُلُ اِلَّا عَلَى الۡفِعۡلِ كَمَا مَرَّ وَاِنۡ وَقَعَ بَعۡدَهَا اِسۡمٌ فَبِاِضۡمَارِ فِعۡلٍ كَمَا تَقُوۡلُ لِمَنۡ ضَرَبَ قَوۡمًا هَلَّا زَيۡدًا اَىۡ هَلَّا ضَرَبۡتَ زَيۡدًا وَجَمۡعُهَا مُرَكَّبَةٌ جُزۡؤُهَا الثَّانِيۡ حَرۡفُ النَّفۡيِ وَالۡاَوَّلُ حَرۡفُ الشَّرۡطِ اَوِ الۡاِسۡتِفۡهَامِ اَوۡحَرۡفُ الۡمَصۡدَرِ وَلِلَوۡلَا مَعۡنًى اٰخَرُ هُوَ اِمۡتِنَاعُ الۡجُمۡلَةِ الثَّانِيَةِ لِوُجُوۡدِ الۡجُمۡلَةِ الۡاُوۡلٰى نَحۡوُ لَوۡلَا عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ وَحِيۡنَئِذٍ تَحۡتَاجُ اِلٰى جُمۡلَتَيۡنِ اُوۡلٰهُمَا اِسۡمِيَّةٌ اَبَدًا

فَصۡلٌ حَرۡفُ التَّوَقُّعِ قَدۡ وَهِيَ فِي الۡمَاضِيۡ لِتَقۡرِيۡبِ الۡمَاضِيۡ اِلَى الۡحَالِ نَحۡوُ قَدۡ رَكِبَ الۡاَمِيۡرُ اَىۡ قُبَيۡلَ هٰذَا وَلِاَجۡلِ ذٰلِكَ سُمِّيَتۡ حَرۡفَ التَّقۡرِيۡبِ اَيۡضًا وَلِهٰذَا تَلۡزَمُ الۡمَاضِيۡ لِيَصۡلَحَ اَنۡ يَّقَعَ حَالًا وَقَدۡ تَجِيۡءُ لِلتَّاكِيۡدِ اِذَا كَانَ جَوَابًا لِمَنۡ يَّسۡاَلُ هَلۡ قَامَ زَيۡدٌ تَقُوۡلُ قَدۡ قَامَ زَيۡدٌ وَفِي الۡمُضَارِعِ لِلتَّقۡلِيۡلِ نَحۡوُ اَنَّ الۡكَذُوۡبَ قَدۡ يَصۡدُقُ وَاَنَّ الۡجَوَادَ قَدۡ يَبۡخَلُ وَقَدۡ تَجِيۡءُ لِلتَّحۡقِيۡقِ كَقَوۡلِهٖ تَعَالٰى قَدۡ يَعۡلَمُ اللّٰهُ الۡمُوۡقِنِيۡنَ وَيَجُوۡزُ الۡفَصۡلُ بَيۡنَهَا وَبَيۡنَ الۡفِعۡلِ بِالۡقَسَمِ نَحۡوُ قَدۡ وَاللّٰهِ اَحۡسَنۡتَ وَقَدۡ يُحۡذَفُ الۡفِعۡلُ بَعۡدَ قَدۡ عِنۡدَ الۡقَرِيۡنَةِ كَقَوۡلِ الشَّاعِرِ شِعۡرٌ

اَفِدَ التَّرَحُّلُ غَيۡرَ اَنَّ رِكَابَنَا --- لَمَّا تَزَلۡ بِرِحَالِنَا وَكَانَ قَدِنۡ

اَىۡ وَكَانَ قَدۡ زَالَتۡ

فَصۡلٌ حَرۡفَا الۡاِسۡتِفۡهَامِ اَلۡهَمۡزَةُ وَهَلۡ لَهُمَا صَدۡرُ الۡكَلَامِ وَتَدۡخُلَانِ عَلَى الۡجُمۡلَةِ اِسۡمِيَّةً كَانَتۡ نَحۡوُ اَزَيۡدٌ قَايِمٌ اَوۡفِعۡلِيَّةً نَحۡوُ هَلۡ قَامَ زَيۡدٌ وَدُخُوۡلُهُمَا عَلَى الۡفِعۡلِيَّةِ اَكۡثَرُ اِذَ الۡاِسۡتِفۡهَامُ بِالۡفِعۡلِ اَوۡلٰى وَقَدۡ تَدۡخُلُ الۡهَمۡزَةُ فِيۡ مَوَاضِعَ لَا يَجُوۡزُ دُخُوۡلُ هَلۡ فِيۡهَا نَحۡوُ اَزَيۡدًا ضَرَبۡتَ وَاَتَضۡرِبُ زَيۡدًا وَهُوَ اَخُوۡكَ

وَاَزَيْدٌ عِنْدَكَ اَمْ عَمْرٌو وَاَوَمَنْ كَانَ وَاَفَمَنْ كَانَ وَاَثُمَّ إِذَامَاوَقَعَ وَلَاتُسْتَعْمَلُ هَلْ فِي هٰذِهِ الْمَوَاضِعِ

وَهٰهُنَا بَحْثٌ

فَصْلٌ حُرُوْفُ الشَّرْطِ اِنْ وَلَوْوَاَمَّالَهَاصَدْرُالْكَلَامِ وَيَدْخُلُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهَا عَلَى الْجُمْلَتَيْنِ اِسْمِيَّتَيْنِ

كَانَتَااَوْفِعْلِيَّتَيْنِ اَوْمُخْتَلِفَتَيْنِ فَاِنْ لِلْاِسْتِقْبَالِ وَاِنْ دَخَلَتْ عَلَى الْمَاضِيْ نَحْوُ اِنْ زُرْتَنِيْ اَكْرَمْتُكَ

وَلَوْلِلْمَاضِيْ وَاِنْ دَخَلَتْ عَلَى الْمُضَارِعِ نَحْوُ لَوْتَزُوْرُنِيْ اَكْرَمْتُكَ وَيَلْزَمُهُمَاالْفِعْلُ لَفْظًا

كَمَامَرَّاَوْتَقْدِيْرًا نَحْوُ اِنْ اَنْتَ زَائِرِيْ فَاَنَااُكْرِمُكَ وَاعْلَمْ اَنَّ اِنْ لَاتُسْتَعْمَلُ اِلَّا فِي الْاُمُوْرِالْمَشْكُوْكَةِ

فَلَايُقَالُ اٰتِيْكَ اِنْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ بَلْ يُقَالُ اٰتِيْكَ اِذَاطَلَعَتِ الشَّمْسُ وَلَوْ تَدُلُّ عَلٰى نَفْيِ الْجُمْلَةِ الثَّانِيَةِ

بِسَبَبِ نَفْيِ الْجُمْلَةِ الْاُوْلٰى كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى لَوْكَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَاوَاِذَاوَقَعَ الْقَسَمُ فِيْ اَوَّلِ الْكَلَامِ

وَتَقَدَّمَ عَلَى الشَّرْطِ يَجِبُ اَنْ يَّكُوْنَ الْفِعْلُ الَّذِيْ تَدْخُلُ عَلَيْهِ حَرْفُ الشَّرْطِ مَاضِيًا لَفْظًا نَحْوُ وَاللّٰهِ اِنْ

اَتَيْتَنِيْ لَاَكْرَمْتُكَ اَوْمَعْنًى نَحْوُ وَاللّٰهِ اِنْ لَمْ تَأْتِنِيْ لَاَهْجَرْتُكَ وَحِيْنَئِذٍ تَكُوْنُ الْجُمْلَةُ الثَّانِيَةُ فِي

اللَّفْظِ جَوَابًا لِلْقَسَمِ لَاجَزَاءً لِلشَّرْطِ فَلِذٰلِكَ وَجَبَ فِيْهَا مَاوَجَبَ فِيْ جَوَابِ الْقَسَمِ مِنَ اللَّامِ وَنَحْوِهَا

كَمَارَاَيْتَ فِي الْمِثَالَيْنِ اَمَّا اِنْ وَقَعَ الْقَسَمُ فِيْ وَسْطِ الْكَلَامِ جَازَ اَنْ يُعْتَبَرَالْقَسَمُ بِاَنْ يَّكُوْنَ الْجَوَابُ لَهٗ

نَحْوُ اِنْ اَتَيْتَنِيْ وَاللّٰهِ لَاٰتِيَنَّكَ وَجَازَاَنْ يُّلْغٰى نَحْوُ اِنْ تَأْتِنِيْ وَاللّٰهِ اٰتِكَ وَاَمَّا لِتَفْصِيْلِ مَاذُكِرَمُجْمَلًا نَحْوُ

اَلنَّاسُ سَعِيْدٌ وَشَقِيٌّ اَمَّاالَّذِيْنَ سُعِدُوْافَفِي الْجَنَّةِ وَاَمَّاالَّذِيْنَ شَقُوْافَفِي النَّارِوَيَجِبُ فِيْ جَوَابِهَا الْفَاءُوَاَنْ

يَّكُوْنَ الْاَوَّلُ سَبَبًا لِلثَّانِيْ وَاَنْ يُّحْذَفَ فِعْلُهَا مَعَ اَنَّ الشَّرْطَ لَابُدَّلَهٗ مِنْ فِعْلٍ وَذٰلِكَ لِيَكُوْنَ تَنْبِيْهًا عَلٰى

اَنَّ الْمَقْصُوْدَ بِهَا حُكْمُ الْاِسْمِ الْوَاقِعِ بَعْدَهَا نَحْوُ اَمَّازَيْدٌ فَمُنْطَلِقٌ تَقْدِيْرُهٗ مَهْمَا يَكُنْ مِنْ شَيْءٍ

فَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ فَحُذِفَ الْفِعْلُ وَالْجَارُ وَالْمَجْرُوْرُ وَاُقِيْمَ اَمَّامَقَامَ مَهْمَا حَتّٰى بَقِيَ اَمَّا فَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ وَلَمَّالَمْ

يُنَاسِبْ دُخُوْلُ حَرْفِ الشَّرْطِ عَلٰى فَاءِالْجَزَاءِ نَقَلُوْاالْفَاءَاِلَى الْجَزَاءِالثَّانِيْ وَوَضَعُوْا الْجَزَاءَالْاَوَّلَ بَيْنَ اَمَّا

وَالْفَاءِعِوَضًا عَنِ الْفِعْلِ الْمَحْذُوْفِ ثُمَّ ذٰلِكَ الْجَزَاءُالْاَوَّلُ اِنْ كَانَ صَالِحًا لِلْاِبْتِدَاءِ فَهُوَمُبْتَدَاءٌ كَمَامَرَّ

وَاِلَّا فَعَامِلُهٗ مَا يَكُوْنُ بَعْدَ الْفَاءِ كَاَمَّا يَوْمُ الْجُمُعَةِ فَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ فَمُنْطَلِقٌ عَامِلٌ فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ عَلَى الظَّرْفِيَّةِ

فَصْلٌ حَرْفُ الرَّدْعِ كَلَّا وُضِعَتْ لِزَجْرِ الْمُتَكَلِّمِ وَرَدْعِهٖ عَمَّا يَتَكَلَّمُ بِهٖ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاَمَّا اِذَامَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْ اَهَانَنِ كَلَّا اَيْ لَايَتَكَلَّمْ بِهٰذَا فَاِنَّهٗ لَيْسَ كَذٰلِكَ هٰذَا بَعْدَ الْخَبَرِ وَقَدْتَجِيْءُ بَعْدَالْاَمْرِ اَيْضًا كَمَا اِذَاقِيْلَ لَكَ اِضْرِبْ زَيْدًا فَقُلْتَ كَلَّااَيْ لَااَفْعَلُ هٰذَاقَطُّ وَقَدْ تَجِيْءُ بِمَعْنٰى حَقًّا كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ وَحِيْنَئِذٍ تَكُوْنُ اِسْمًا يُبْنٰى لِكَوْنِهٖ مُشَابِهًا لِكَلَّا حَرْفًاوَقِيْلَ تَكُوْنُ حَرْفًا اَيْضًا بِمَعْنٰى اِنَّ لِتَحْقِيْقِ الْجُمْلَةِ نَحْوُ كَلَّااِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى بِمَعْنٰى اِنَّ

فَصْلٌ تَاءُالتَّانِيْثِ السَّاكِنَةِ تَلْحَقُ الْمَاضِيَ لِتَدُلَّ عَلٰى تَانِيْثِ مَااُسْنِدَاِلَيْهِ الْفِعْلُ نَحْوُ ضَرَبَتْ هِنْدٌ وَقَدْ عَرَفْتَ مَوَاضِعَ وُجُوْبِ اِلْحَاقِهَا وَاِذَالَقِيَهَاسَاكِنٌ بَعْدَهَا وَجَبَ تَحْرِيْكُهَا بِالْكَسْرِلِاَنَّ السَّاكِنَ اِذَاحُرِّكَ حُرِّكَ بِالْكَسْرِ نَحْوُ قَدْقَامَتِ الصَّلٰوةُ وَحَرَكَتُهَا لَاتُوْجِبُ رَدَّ مَاحُذِفَ لِاَجْلِ سُكُوْنِهَا فَلَايُقَالُ رَمَاتِ الْمَرْاَةُ لِاَنَّ حَرَكَتَهَا عَارِضِيَّةٌ وَاقِعَةٌ لِرَفْعِ اِلْتِقَاءِ السَّاكِنَيْنِ فَقَوْلُهُمْ اَلْمَرْاَتَانِ رَمَاتَاضَعِيْفٌ وَاَمَّا اِلْحَاقُ عَلَامَةِ التَّثْنِيَّةِ وَجَمْعِ الْمُذَكَّرِ وَجَمْعِ الْمُؤَنَّثِ فَضَعِيْفٌ فَلَايُقَالُ قَامَا الزَّيْدَانِ وَقَامُوْاالزَّيْدُوْنَ وَقُمْنَ النِّسَاءُوَبِتَقْدِيْرِالْاِلْحَاقِ لَاتَكُوْنُ الضَّمَاءِرَلِئَلَّا يَلْزَمَ الْاِضْمَارُ قَبْلَ الذِّكْرِبَلْ عَلَامَاتٍ دَالَّةً عَلٰى اَحْوَالِ الْفَاعِلِ كَتَاءِالتَّانِيْثِ

فَصْلٌ اَلتَّنْوِيْنُ نُوْنُ السَّاكِنَةُ تَتْبَعُ حَرَكَةَ اٰخِرِ الْكَلِمَةِ لَالِتَاكِيْدِالْفِعْلِ وَهِيَ خَمْسَةُ اَقْسَامٍ اَلْاَوَّلُ لِلتَّمَكُّنِ وَهُوَ مَايَدُلُّ عَلٰى اَنَّ الْاِسْمَ مُتَمَكِّنٌ فِيْ مُقْتَضَى الْاِسْمِيَّةِ اَيْ اَنَّهٗ مُنْصَرِفٌ نَحْوُ زَيْدٌ وَرَجُلٌ وَالثَّانِيْ لِلتَّنْكِيْرِ وَهُوَ مَايَدُلُّ عَلٰى اَنَّ الْاِسْمَ نَكِرَةٌ نَحْوُ صَهٍ اَيْ اُسْكُتْ سُكُوْتًامَّا فِيْ وَقْتٍ مَّا وَاَمَّاصَهٍ بِالسُّكُوْنِ فَمَعْنَاهُ اُسْكُتِ السُّكُوْتَ الْاٰنَ وَالثَّالِثُ لِلْعِوَضِ وَهُوَ مَايَكُوْنُ عِوَضًا عَنِ الْمُضَافِ اِلَيْهِ نَحْوُ

حِيْنَئِذٍ وَسَاعَتَئِذٍ وَيَوْمَئِذٍ اَىْ حِيْنَ اِذْ كَانَ كَذَا وَالرَّابِعُ لِلْمُقَابَلَةِ وَهُوَ التَّنْوِيْنُ الَّذِىْ فِي جَمْعِ

الْمُؤَنَّثِ السَّالِمِ نَحْوُ مُسْلِمَاتٍ وَهٰذِهِ الْاَرْبَعَةُ تُخْتَصُّ بِالْاِسْمِ وَالْخَامِسُ لِلتَّرَنُّمِ وَهُوَ الَّذِىْ يَلْحَقُ اٰخِرَ

الْاَبْيَاتِ وَالْمَصَارِيْعِ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ شِعْرٌ

اَقِلِّي اللَّوْمَ عَاذِلَ وَالْعِتَابَنْ--وَقُوْلِىْ اِنْ اَصَبْتُ لَقَدْ اَصَابَنْ

وَكَقَوْلِهٖ ع

يَا اَبَتَا عَلَّكَ اَوْ عَسَاكَنْ

وَقَدْ يُحْذَفُ مِنَ الْعَلَمِ اِذَا كَانَ مَوْصُوْفًا بِاِبْنٍ اَوْ اِبْنَةٍ مُضَافًا اِلٰى عَلَمٍ اٰخَرَ نَحْوُ جَاءَنِىْ زَيْدُ بْنُ

عَمْرٍو وَهِنْدُ ابْنَةُ بَكْرٍ

فَصْلٌ نُوْنُ التَّاكِيْدِ وَهِيَ وُضِعَتْ لِتَاكِيْدِ الْاَمْرِ وَالْمُضَارِعِ اِذَا كَانَ فِيْهِ طَلَبٌ بِاِزَاءِ قَدْ

لِتَاكِيْدِ الْمَاضِىْ وَهِيَ عَلٰى ضَرْبَيْنِ خَفِيْفَةٌ اَىْ سَاكِنَةٌ اَبَدًا نَحْوُ اِضْرِبَنْ وَثَقِيْلَةٌ اَىْ مُشَدَّدَةٌ مَفْتُوْحَةٌ

اَبَدًا اِنْ لَمْ يَكُنْ قَبْلَهَا اَلِفٌ نَحْوُ اِضْرِبَنَّ وَمَكْسُوْرَةٌ اِنْ كَانَ قَبْلَهَا اَلِفٌ نَحْوُ اِضْرِبَانِّ وَاِضْرِبْنَانِّ وَتَدْخُلُ

فِي الْاَمْرِ النَّهْيِ وَالْاِسْتِفْهَامِ وَالتَّمَنِّىْ وَالْعَرْضِ جَوَازًا لِاَنَّ فِىْ كُلٍّ مِّنْهَا طَلَبًا نَحْوُ اِضْرِبَنَّ وَلَا تَضْرِبَنَّ وَهَلْ

تَضْرِبَنَّ وَلَيْتَكَ تَضْرِبَنَّ وَاَلَا تَنْزِلَنَّ بِنَا فَتُصِيْبَ خَيْرًا وَقَدْ تَدْخُلُ فِي الْقَسَمِ وُجُوْبًا لِوُقُوْعِهٖ عَلٰى مَا يَكُوْنُ

مَطْلُوْبًا لِلْمُتَكَلِّمِ غَالِبًا فَارَادُوْا اَنْ لَّا يَكُوْنَ اٰخِرُ الْقَسَمِ خَالِيًا عَنِ التَّاكِيْدِ كَمَا لَا يَخْلُوْا اَوَّلُهٗ مِنْهُ

نَحْوُ وَاللّٰهِ لَاَفْعَلَنَّ كَذَا

وَاعْلَمْ اَنَّهٗ يَجِبُ ضَمُّ مَاقَبْلَهَا فِيْ جَمْعِ الْمُذَكَّرِ نَحْوُ اِضْرِبُنَّ لِيَدُلَّ عَلَى الْوَاوِ الْمَحْذُوْفَةِ وَكَسْرُ مَاقَبْلَهَا فِي الْمُخَاطَبَةِ نَحْوُ اِضْرِبِنَّ لِيَدُلَّ عَلَى الْيَاءِ الْمَحْذُوْفَةِ وَفَتْحُ مَاقَبْلَهَا فِيْ مَاعَدَاهُمَا اَمَّا فِي الْمُفْرَدِ فَلِاَنَّهٗ لَوْضُمَّ لَالْتَبَسَ بِجَمْعِ الْمُذَكَّرِ وَلَوْ كُسِرَ لَالْتَبَسَ بِالْمُخَاطَبَةِ وَاَمَّا فِي الْمُثَنّٰى وَجَمْعِ الْمُؤَنَّثِ فَلِاَنَّ مَاقَبْلَهَا اَلِفٌ نَحْوُ اِضْرِبَانِّ وَاِضْرِبْنَانِ وَزِيْدَتْ اَلِفٌ قَبْلَ النُّوْنِ فِيْ جَمْعِ الْمُؤَنَّثِ لِكَرَاهَةِ اِجْتِمَاعِ ثَلٰثِ نُوْنَاتٍ نُوْنُ الضَّمِيْرِ وَنُوْنَا التَّاكِيْدِ وَنُوْنُ الْخَفِيْفَةِ لَاتَدْخُلُ فِي التَّثْنِيَّةِ اَصْلًا وَلَا فِيْ جَمْعِ الْمُؤَنَّثِ لِاَنَّهٗ لَوْ حَرَّكْتَ النُّوْنَ لَمْ تَبْقَ خَفِيْفَةً فَلَمْ تَكُنْ عَلَى الْاَصْلِ وَاِنْ اَبْقَيْتَهَا سَاكِنَةً يَلْزَمُ اِلْتِقَاءُ السَّاكِنَيْنِ عَلٰى غَيْرِ حَدِّهٖ وَهُوَ غَيْرُ حَسَنٍ

تَمَّتْ بِالْخَيْرِ بِالتَّوْفِيْقِ اللهِ تَعَالٰى